ارکانِ اسلام سمجھنے کیلئے انمول تحفہ

گلدستۂ عقائد و اعمال

پیشکش

مجلس جامعۃ المدینہ

مکتبۃ المدینہ

فیضانِ مدینہ محلہ سوداگران پرانی سبزی منڈی، باب المدینہ کراچی

فون: 4921389-90-91

شہید مسجد باب المدینہ کراچی فون: 2314045-2203311

maktaba@dawateislami.net www.dawateislami.net

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللّٰہ

’’المدینۃ العلمیہ‘‘ ایک تعارف

بحمدہٖ تعالیٰ المدینۃ العلمیہ ایک ایسا تحقیقی واشاعتی ادارہ ہے جو علمائے اہلسنت خصوصاً اعلیٰ حضرت امامِ اہلسنت مولانا شاہ احمد رضا خان رضی اللہ عنہ کی گراں مایہ تصنیفات کو عصر حاضر کے تقاضوں کے پیشِ نظر سہل ترین اسلوب میں پیش کرنے کا عزم رکھتا ہے۔الحمدللہ عزوجل اس انقلابی عزم کی تکمیل اپنے ابتدائی مراحل میں داخل ہو چکی ہے۔ المدینۃ العلمیہ کا منصوبہ بفضلہٖ تعالیٰ وسیع پیمانہ پر مشتمل ہے جس میں علوم مروّجہ کی تقریباً ہر صنف پر تحقیقی واشاعتی کام شامل منشور ہے یوں وقتاً فوقتاً گراں قدر اسلامی تحقیقی لٹریچر منظرِ عام پر لاکر متعارف کروایا جائے گا اور علوم اسلامیہ کے محققین حضرات کے ذوق تحقیق کی تسکین کا بھی وسیع پیمانہ پر سامان کیا جائے گا نیز مرور زمانہ کی وجہ سے جن تصنیفات کا لب ولہجہ اور انداز تفہیم متاثر ہو چکا ہے ان کو نئے اسلوب و آہنگ اور جدید انداز تفہیم سے آراستہ کر کے ایک عام پڑھے لکھے فرد کیلئے قابلِ مطالعہ بنانا بھی المدینۃ العلمیہ کی بنیادی ترجیحات میں شامل ہے۔ امامِ اہلسنت رضی اللہ عنہ کے حوالے سے المدینۃ العلمیہ ایک مضبوط و مستحکم لائحہ عمل کا حامل ہے جو اس کے قیام کی اغراض میں سے سب سے اوّلین ترجیح ہے۔امامِ اہلسنت رضی اللہ عنہ کی علمی و تحقیقی تصنیفات بلاشبہ علوم اسلامیہ کا شاہکار ہیں مگر عصر حاضر میں نشرواشاعت کے جو نئے رجحانات متعارف ہو چکے ہیں ان کا تقاضہ ہے کہ علوم اسلامیہ کے ان شہ پاروں کو حواشی وتسہیل کے زیور سے آراستہ کر کے شائع کیا جائے جس سے نہ صِرف یہ فائدہ ہوگا کہ ان تصنیفات کی مقبولیت میں اضافہ ہوگا بلکہ ہر عام وخاص یکساں طور پر ان سے مستفید بھی ہو سکے گا۔اس کے علاوہ دیگر جدید وقدیم علمائے اہلسنت علیہم الرحمۃ کی تصنیفات کو مع تراجم،حواشی،تخریج اور شروح کے منظرِ عام پر لایا جارہا ہے جن میں نصابی اور غیر نصابی دونوں طرح کی تصنیفات شامل ہیں، نصابی کتب کے حوالے سے یہ امر قابل ذکر ہے کہ نہ صِرف دینی مدارس کی نصابی کتب پر کام ہو رہا ہے بلکہ اسکول، کالجز اور جامعات کی نصابی کتب پر بھی کام منشور میں شامل ہے اس قدر وسیع پیمانہ پر تحقیقی کام یقیناً بغیر تعاون کے ناممکن العمل ہے لہٰذا اسلامی علوم کے شائقین کے ہر طبقہ سے گزارش ہے کہ تحقیق واشاعت کے اس میدان میں ہمارے ساتھ علمی وقلمی تعاون کے سلسلے میں رابطہ فرمائیے۔آیئے مل کر علوم اسلامیہ کے تحقیقی واشاعتی انقلاب کے لئے صف بہ صف کھڑے ہو جائیں اور اپنی قلمی کاوشوں سے اس کی بنیادوں کو مضبوط کریں۔

ع صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کیلئے

P.O.Box. : 18752

Email : ilmia26@hotmail.com

پیش لفظ

دُنیا میں بہت سارے ادیان ہیں اور ہر قوم اپنے ہی دِین کو اہمیت دیتی ہے لیکن اللہ عزّ وجل کے نزدیک دین، دینِ اسلام ہی ہے۔

ان الدین عند اللہ الاسلام (ال عمران/ ۱۹) **ترجمۂ کنزالایمان** : ''بے شک اللہ کے یہاں اسلام ہی دِین ہے۔''

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا،

ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منه وهو فی الاخرة من الخاسرین (ال عمران/۸۵)

ترجمۂ کنزالایمان : ''اور جو اسلام کے سوا دِین چاہے گا وہ ہرگز اس سے قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں زیاں کاروں میں سے ہے۔''

یہ فطری اور الہامی دِین، اپنے پیروکاروں کو زندگی کے ہر شعبہ میں رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ انہیں اعتقادات، عبادات، معاملات، اخلاقیات غرض ہر پہلو سے زندگی گزارنے سے زرّین اصول فراہم کرتا ہے۔ جن پر عمل پیرا ہو کر ایک مسلمان دُنیا و آخرت کی کامیابی سے ہمکنار ہوسکتا ہے۔ لیکن کوئی بھی عمل بغیر علم کرنا دُشوار ہوتا ہے۔ لہٰذا اسلامی احکامات پر عمل پیرا ہونے کے لئے بھی اس سے متعلق معلومات کا ذخیرہ ہونا ایک لازمی امر ہے۔ اس کے بغیر وہ اپنی عبادات کو دُرست طور پر ادا کرنے سے محروم رہ جاتا ہے اور اس کی عبادات ناقص، بلکہ بعض اوقات تو سرے سے ادا ہی نہیں ہوتیں۔ اس لئے اسلامی معلومات اور علمِ دِین حاصل کرنا ناگزیر ہے۔ لہٰذا عقائد کی تصحیح اور عبادات کی دُرستگی کی غرض سے **المدینۃ العلمیہ** نے اس کتاب **''گلدستۂ عقائد و اعمال''** کو عام فہم انداز میں مرتب کیا۔ ہر خاص و عام کے لیے اس کتاب سے استفادہ حاصل کرنا آسان ہے۔

اور یہ بات تو اظہر من الشمس ہے کہ تبلیغِ قرآن وسنّت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک **دعوتِ اسلامی** نے لاکھوں لوگوں کی نہ صِرف اِصلاح کی بلکہ ان میں دِینی شعور بھی بیدار کیا ہے اور علمِ دین حاصل کرنے کا شوق اور عمل کی لگن بھی پیدا کی ہے اور اس جہدِ مسلسل کو مزید فروغ دے رہی ہے۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی آئمہ مساجد کی تربیت کے لیے امامت کورس بھی ہے جس میں قرآنِ پاک کی مخارج کے ساتھ صحیح ادائیگی اور قرأت وغیرہ سکھائی جاتی ہے اور عقائد اہلسنت و جماعت، معمولات اہلسنت، نماز، روزہ وغیرہ کے مسائل، جُمعہ، عیدَین اور دیگر مواقع کے خطبات بھی شامل ہیں۔ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے کتاب **''گلدستۂ عقائد و اعمال''** کو امامت کورس کے نصاب میں شامل کیا گیا ہے یوں آئمہ مساجد و مؤذنین بلکہ خطباء حضرات کے لئے بھی یہ کتاب ایک بہترین رفیق ہے اور بنیادی عقائد و اعمال کی حیثیت سے اس کتاب کو ہر گھر کی ضرورت بھی قرار دیا جاسکتا ہے۔ اس کتاب کی تیاری کے لیے **مولانا محمد عدنان العطاری** اور تصحیح و نظرِ ثانی کے لیے **مولانا محمد نوید رضا العطاری** اور **عبدالرزاق العطاری** کی خدمات حاصل کی گئیں۔ اس کتاب کی کچھ خصوصیات درج ذیل ہیں۔

۱﴾ مختلف ابواب قائم کرکے ان کے تحت موضوعات کو بیان کیا گیا ہے۔

۲﴾ ہر موضوع کو سوالاً جواباً ترتیب دیا گیا ہے تاکہ یاد کرنا آسان ہوجائے۔

۳﴾ قرآنی آیات کا ترجمہ شہرۂ آفاق ترجمۂ کنزالایمان سے لیا گیا ہے۔

۴﴾ شیخ طریقت ، امیرِ اہلسنّت کے عطا کردہ ایصالِ ثواب کے بارہ مَدَنی پھول اور امام کے لیے تیس مَدَنی پھول بھی آخر میں شامل ہیں۔

اس کتاب کو مرتب کرنے میں جن کتب سے مدد لی گئی ہے ان میں فتاویٰ رضویہ، بہارِ شریعت، العقائد والمسائل، فیضانِ سنّت، رسائلِ عطاریہ (اوّل)، مغموم مُردہ، خطباتِ رضویہ، خطباتِ علمی اور ہمارا اسلام وغیرہ شامل ہیں۔ لہٰذا مزید معلومات کے لیے ان کتب کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے۔ اللہ عزَّ وجلَّ اس سعیِ جمیل کو شرف قبول عطا فرمائے اور اسے ذَرِیعۂ نَجات بنائے۔

آمِیْن بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وبارک وسلم

المدینة العلمیه

توحید باری تعالیٰ

س ۱ اسلام کے بنیادی عقائد کتنے ہیں؟

ج اسلام کے بنیادی عقیدے تین ہیں: (۱) توحید (۲) رسالت (۳) اورمَعاد (قِیامت)۔ باقی تمام اعتقادی باتیں انہیں کے اندر آجاتی ہیں۔

س ۱ توحید کے کیا معنیٰ ہیں؟

ج توحید کا معنیٰ دِل سے تصدیق کرنا (ماننا) اور زَبان سے اس اَمر کا اقرار کرنا کہ ہمیں اور تمام عالم کو پیدا کرنے والی ذات ایک ہے اور وہ اللہ ربُّ العزّت عزَّ وجلَّ ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، نہ ذات میں نہ صفات میں، نہ حکومت میں، نہ عبادَت میں۔

س ۳ خدائے بُزُرگ و برتر عزَّ وجلَّ کے موجود ہونے پر کیا دلیل ہے اور دُنیا کی کن چیزوں سے اس کا پتہ چلتا ہے؟

ج اللہ عزَّ وجلَّ کا موجود ہونا آفتاب سے زِیادہ روشن ہے، اس کی ذات کا یقین ہر شخص کی فطرت میں داخل ہے۔ خصوصاً مصیبتوں میں، بیماریوں میں، موت کے قریب اکثر یہ فطرتِ اصلیہ ظاہر ہوجاتی ہے اور بڑے بڑے منکرین بھی خدا عزَّ وجلَّ ہی کی طرف رُجوع کرنے لگتے ہیں اور ان کی زبانوں پر بھی بے ساختہ خدا عزَّ وجلَّ کا نام آہی جاتا ہے۔ تھوڑی سی عقل والا انسان بھی

دُنیا کی تمام چیزوں پر نظر کر کے یہ یقین کر لیتا ہے کہ بے شک یہ آسمان و زمین، ستارے اور سیارے، انسان و حیوان اور تمام مخلوق کسی نہ کسی کے پیدا کرنے سے پیدا ہوئے ہیں۔ کیونکہ جب ہم کسی تخت یا کرسی وغیرہ بنی ہوئی چیزوں کو دیکھتے ہیں تو فوراً سمجھ لیتے ہیں کہ انہیں کسی نہ کسی کاریگر نے بنایا ہے۔ اگر چہ ہم نے اپنی آنکھ سے بناتے نہ دیکھا۔ عرب کے ایک بدّو نے خوب کہا کہ اونٹ کی مینگنی دیکھ کر اونٹ کے گزرنے کا یقین ہو جاتا ہے اور نقشِ قدم دیکھ کر چلنے والے کا ثبوت ملتا ہے پھر ان بُرجوں والے آسمان اور کشادہ راستہ والی زمین کو دیکھ کر اللہ عزّ وجل کے صانعِ عالَم ہونے کا یقین کیونکر نہ ہوگا؟ فی الواقع زمین و آسمان کی پیدائش، رات دِن کا اختلاف، ستاروں کا خاص نظام، اِن کی مخصوص گردش، اس بات کی کھلی ہوئی دلیلیں ہیں کہ ان کا کوئی پیدا کرنے والا ضرور ہے، جو بڑی زبردست قوّت و قدرت والا اور بڑا حکیم اور با اختیار ہے، جس کے قبضۂ قدرت سے یہ چیزیں نکل نہیں سکتیں۔

س ۴ خداوند تعالیٰ کی وحدانیت کے ثبوت میں قرآنی و عقلی کون کون سی دلیلیں ہیں؟

ج خداوند تعالیٰ کی وحدانیت کے ثبوت، ایک تو عقلی ہیں یعنی انسانی عقل (بشرطیکہ عقل صحیح ہو) خدائے تعالیٰ کے ایک ہونے کا یقین رکھتی ہے، اسی لئے دُنیا کے بڑے بڑے حکماء اور فلسفی ایک خدا عزّ وجل کے قائل ہیں، دوسرے ثبوت وہ ہیں جن کو قرآنِ کریم نے بتایا ہے اور وہ یہ ہیں:

۱ والهكم اله واحد لااله الاهو الرحمن الرحيم (سورہ بقرہ، پ۲، ع۳، آیت ۱۶۳)

اور تمہارا معبود ایک معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہی بڑی رحمت والا مہربان۔ (ترجمۂ کنزالایمان)

۲ شهد الله انه لااله الا هو والملائكة واولوا العلم قائما بالقسط (پ۳، ع۱۰، آیت ۱۸)

اللہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتوں نے اور عالموں نے انصاف سے قائم ہو کر۔ (ترجمۂ کنزالایمان)

۳ لوكان فيهما الهة الا الله لفسدتا (پ۱۷، ع۲، آیت ۲۲)

اگر آسمان و زمین میں اللہ کے سوا اور خدا ہوتے تو ضرور وہ تباہ ہوتے۔ (ترجمۂ کنزالایمان)

۴ اذا لذهب كل اله بما خلق ولعلا بعضهم علىٰ بعض سبحان الله عما يصفون (پ۱۸، ع۵، آیت ۹۱)

یوں ہوتا تو ہر خدا اپنی مخلوق لے جاتا اور ضرور ایک دوسرے پر اپنی تعلّی (برتری) چاہتا۔ پاکی ہے اللہ کو ان باتوں سے جو یہ بناتے ہیں۔ (ترجمۂ کنزالایمان)

س ۵ توحید کے کتنے مرتبے ہیں؟

ج توحید کے چار مرتبے ہیں:

﴿۱﴾ اللہ عزوجل ہی کو واجب الوجود سمجھنا۔

﴿۲﴾ تمام روحانی اور مادّی عالَم کا خالق اللہ عزوجل ہی کو جاننا۔

﴿۳﴾ آسمان اور زمین اور ان کے درمیان کی چیزوں میں تمام تدبیر اور تصرف کو اللہ عزوجل ہی کی ذات کے ساتھ مخصوص سمجھنا۔

﴿۴﴾ اللہ عزوجل ہی کو مستحقِ عبادت سمجھنا۔

س ۶ قدیم کسے کہتے ہیں اور اللہ عزوجل کی ذات کے سوا کون کون سی چیزیں قدیم ہیں؟

ج قدیم، یعنی وہ جو ہمیشہ سے ہو اور اَزَلی کے بھی یہی معنیٰ ہیں اور جس طرح اس کی ذات قدیم، ازلی و اَبدی ہے، اسی طرح اس کی صفات بھی قدیم، اَزَلی و اَبدِی ہیں اور ذات وصفات کے سوا سب چیزیں حادِث ہیں۔ جو عالَم میں سے کسی چیز کو قدیم مانے یا اس کے حادِث ہونے میں شک کرے وہ کافر و مشرک ہے جیسے آریہ، کہ رُوح اور مادّہ کو قدیم مانتے ہیں، یقیناً مشرک ہیں۔ (حادِث وہ شے ہوتی ہے جو پہلے نہ ہو اور پھر کسی کے پیدا کرنے سے ہو۔ اسی کو ممکن بھی کہتے ہیں۔)

س ۷ اللہ عزوجل کے ذاتی اور صفاتی نام کتنے ہیں؟

ج ربّ تعالیٰ کا ذاتی نام ''اللّٰہ'' ہے، اس کو اسمِ ذات بھی کہتے ہیں، اور لفظِ ''اللّٰہ'' کے سوا دوسرے نام جو اس کی صفات کو ظاہر کریں انہیں صفاتی نام یا اَسمائے صفات کہتے ہیں، اور وہ بے شمار ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ عزوجل کے ننانوے (۹۹) نام جس کسی نے یاد کرلیے وہ جنّتی ہوا۔ ہاں! ان ناموں کے علاوہ ایسے نام رکھنا جو قرآن وحدیث میں نہ آئے ہوں جائز نہیں مثلاً خدا عزوجل کو سخی یا رفیق کہنا، اسی طرح دوسری قوموں میں اس کے جو نام مقرر ہیں اور خراب معنیٰ رکھتے ہیں، یہ بھی اس کے لئے مقرر کرنا ناجائز ہے، جیسے خدا عزوجل کو رَام یا پَرماتما یا گاڈ (God) کہنا۔

س ۸ کیا خدائے ذوالجلال کے نام کے ساتھ کسی اور کا نام رکھ سکتے ہیں؟

ج اللہ عزوجل کے بعض نام جو مخلوق پر بولے جاتے ہیں ان کے ساتھ نام رکھنا جائز ہے جیسے لطیف، رشید، کبیر۔ کیونکہ بندوں کے ناموں میں وہ معنیٰ مراد نہیں ہوتے جو اللہ عزوجل کے لئے ثابت ہیں، مگر ان ناموں کے ساتھ ''عبد'' کا اضافہ بہتر ہے جیسے عبدالطیف، عبدالرشید وغیرہ، ایسے ناموں کو بگاڑنا سخت منع ہے۔ جیسے لطیف سے لِطیفا، رشید سے رِشیدا، کریم سے کرمو، وغیرہ۔

سَیِّدُ الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

س ۹ نبیِ رَحمت، آقائے اُمّت، محبوبِ ربّ العزّت عزّ وجل وصلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات، اَوصاف اور معجزات کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں۔

ج پیارے آقا ومولیٰ، حضور سیّدُ الانبیاء ﷺ کی خصوصیات، اَوصاف اور معجزات بے شمار ہیں، چند کا یہاں بیان کیا جاتا ہے:

خصوصیات

۱﴾ اللہ عزّ وجل نے سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پیدا فرمایا پھر اُسی نور سے تمام کائنات پیدا فرمائی۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو کچھ نہ ہوتا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوں تو کچھ نہ ہو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہان کی جان ہیں:

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا، وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی، جان ہے تو جہان ہے

۲﴾ اللہ عزّ وجل نے تمام انبیاءِ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی رُوحوں سے عہد لیا کہ اگر وہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کو پائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد بھی کریں:

میثاق کے دِن سب نبیوں سے، اقرار لیا تھا اُن کے لئے
اب آتے ہیں وہ سردارِ رُسُل، اب ان کی وِلادت ہوتی ہے

۳﴾ حضور آقائے دوجہان، رحمتِ عالمیان، سرورِ کون ومکان صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوقات میں خود بھی سب سے بہتر ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک خاندان بھی سب خاندانوں سے افضل ہے:

تیری نسلِ پاک میں ہے بچّہ بچّہ نور کا　　　تُو ہے عینِ نور تیرا سب گھرانہ نُور کا

(حدائقِ بخشش)

ان جیسا دوسرا نہ کوئی ہوا نہ ہوگا۔

اللہ کی سر تا بقدم شان ہے یہ　　　ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں　　　ایمان یہ کہتا ہے میری جان ہیں یہ

(حدائقِ بخشش)

۴﴾ حضورِ انور، شافعِ محشر صلی اللہ علیہ وسلم کی وِلادت شریف کے وَقت بُت اَوندھے گر پڑے اور ایسا نور پھیلا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدۂ ماجدہ حضرتِ سیِّدتنا بی بی آمِنہ رضی اللہ عنہا نے ملکِ شام کے محلات دیکھ لئے:

تیری آمد تھی کہ بیت اللہ مُجرے کو جھکا — تیری ہیبت تھی کہ ہر بُت تھرتھرا کر گر پڑا

(حدائقِ بخشش)

۵﴾ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا، کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نور ہی نور ہیں اور نور کا سایہ نہیں ہوتا:

سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا — تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا

(حدائقِ بخشش)

۶﴾ گرمی کے وَقت اکثر بادل آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ کرتا تھا اور دَرَخت کا سایہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آجاتا تھا۔ حالانکہ ابھی لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نبی ہونا معلوم نہ ہوا تھا۔

۷﴾ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ انور اور پسینۂ مبارَکہ میں مشک و زَعفران سے بڑھ کر خوشبو آتی تھی۔ جس راستے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم گزرتے وہ راستہ مہک جاتا:

رہ گئی ساری زمیں عنبرِ سارا ہو کر — گزرے جس راہ سے وہ سیِّدِ والا ہو کر

(حدائقِ بخشش)

۸﴾ اللہ عزوجل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زمین و آسمان کے خزانوں کی چابیاں عطا فرمادیں اور اختیار دیا کہ جسے جو چاہیں دیں اور جس سے جو چاہیں واپس لے لیں۔ اُن کے حکم کو کوئی ٹالنے والا نہیں:

حکم نافذ ہے ترا، خامہ ترا، سیف تری — دَم میں جو چاہے کرے، دَور ہے شاہا تیرا

کنجیاں دِل کی خدا نے تجھے دیں ایسی کر — کہ یہ سینہ ہو مَحبت کا خزینہ تیرا

(حدائقِ بخشش)

۹﴾ دُنیا و آخرت کی ہر چھوٹی بڑی نعمت آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے طفیل میں ملتی ہے اور ملتی رہے گی:

خدا بھی کچھ نہیں دیتا تیری رِضا کے بغیر — کسی کو کچھ نہیں ملتا تیری عطا کے بغیر

(حدائقِ بخشش)

﴾۱۰﴿ اللہ عزّ وجل کے نام کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بھی بلند کیا جاتا ہے۔ حضورِ اقدس، نورِ مقدّس صلی اللہ علیہ وسلم اللہ عزّ وجل کے محبوب ہیں:

وَ رَفَعۡنَا لَکَ ذِکۡرَکَ کا ہے سایہ تجھ پر — بول بالا ہے ترا، ذِکر ہے اونچا تیرا

تو گھٹائے سے کسی کے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے — جب بڑھائے تجھے اللہ تعالیٰ تیرا

(حدائقِ بخشش)

غرض حضور سرورِ عالم، نورِ مجسم، شہنشاہِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل بیشمار ہیں۔ وہ اللہ عزّ وجل کے حبیب ہیں اور مخلوق میں ساری خوبیاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابَرَکات پر ختم ہیں:

بعد از خدا بُزرگ توئی قِصّہ مختصر

اوصاف

﴾۱﴿ سب سے پہلے جس کو نُبُوّت ملی وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

ذات ہوئی انتخاب، وَصف ہوئے لاجواب — نام ہوا مصطفیٰ تم پہ کروڑوں دُرود

(حدائقِ بخشش)

﴾۲﴿ قِیامت کے روز جو سب سے پہلے قَبر سے اُٹھے گا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوں گے۔

﴾۳﴿ شفاعت کا دَروازہ جو سب سے پہلے کھولیں گے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوں گے۔

پیشِ حق مژدہ شفاعت کا سناتے جائیں گے — آپ روتے جائیں گے ہم کو ہنساتے جائیں گے

(حدائقِ بخشش)

﴾۴﴿ شفاعت کی اجازت سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو دی جائی گی۔

لو وہ آئے مسکراتے ہم اَسیروں کی طرف — خِرمنِ عصیاں پہ اب بجلی گِراتے جائیں گے

اب آئی شفاعت کی ساعت اب آئی — ذرا چین لے، میرا گھبرانے والے

(حدائقِ بخشش)

۵۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک جھنڈا مرحمت ہوگا جس کو ''لِــــواءُ الْحـمْـد'' کہتے ہیں، تمام مؤمنین حضرت سیّدنا آدم علیہ السلام سے لے کر آخر تک سب اِسی کے نیچے ہونگے۔

۶۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لئے ساری زمین، پاک کرنے والی اور مسجد ٹھہری۔

۷۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لئے مالِ غنیمت حلال کیا گیا۔

۸۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی پیشوائے مُرسلین اور خاتم النبیین ہیں۔ (علیہم الصلوٰۃ والسلام)

سب سے اوّل سب سے آخر — ابتدا ہو انتہا ہو
سب تمہاری ہی خبر تھے — تم مؤخر مبتدا ہو

(حدائقِ بخشش)

۹۔ روزِ محشر حضور صلی اللہ علیہ وسلم آگے ہوں گے اور ساری مخلوق پیچھے پیچھے۔

باغِ جنّت میں مُحَمّد مسکراتے جائیں گے — پھول رحمت کے جھڑیں گے ہم اُٹھاتے جائیں گے

(حدائقِ بخشش)

۱۰۔ پُلِ صراط سے سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمّت کو لے کر گزر فرمائیں گے۔

پُل سے اُتارو راہ گزر کو خبر نہ ہو — جبریل پر بچھائیں تو پر کو خبر نہ ہو

(حدائقِ بخشش)

۱۱۔ دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کسی ایک قوم کی طرف بھیجے گئے جبکہ حضور تاجدارِ عرب وعجم صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے۔

مُلکِ کونین میں انبیاء تاجدار — تاجداروں کا آقا ہمارا نبی

(حدائقِ بخشش)

۱۲۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ عزوجل **مقامِ محمود** عطا فرمائے گا کہ تمام اوّلین وآخرین ان کی حمد کریں گے۔

صبا وہ چلے کہ باغ پھلے وہ پھول کھلے کہ دِن ہوں بھلے — لِوا کے تلے ثناء میں کھلے رضؔا کی زباں تمہارے لئے

(حدائقِ بخشش)

۱۳۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جسم کے ساتھ معراج ہوئی۔

وہ سرورِ کشورِ رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے — نئے نرالے طرب کے ساماں عرب کے مہمان کے لئے تھے

(حدائقِ بخشش)

۱۴﴾ اللہ عزوجل نے تمام نبیوں علیہم الصلوٰۃ والسلام سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرنے کا وعدہ لیا۔

۱۵﴾ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ''حبیب اللہ'' کا خطاب ملا۔ تمام جہان اللہ عزوجل کی رضا چاہتا ہے اور اللہ عزوجل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رِضا کا طالب ہے۔

خدا کی رِضا چاہتے ہیں دو عالَم خدا چاہتا ہے رِضائے محمد

(حدائقِ بخشش)

معجزات

ڈوبے ہوئے سورج کو پلٹانا، اشارے سے چاند کے دو ٹکڑے کر دینا، اُنگلیوں سے پانی کے چشمے جاری کرنا، تھوڑے سے طعام کا کثیر جماعت کے لئے کافی ہو جانا، دُودھ کی معمولی مقدار سے کثیر افراد کا سیراب ہونا، کنکریوں کا تسبیح پڑھنا، لکڑی کے ستون میں ایسی صفت پیدا ہو جانا جو خاص انسانی صفت ہے یعنی نہ صِرف تھر تھرانا بلکہ فراقِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا احساس پیدا ہونا اور اس پر رونا، دَرختوں اور پتھروں کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرنا، دَرختوں کو بلانا اور ان کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر چل کر آنا، درندوں اور موذی جانوروں کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی اسمِ گرامی سُن کر رَام ہو جانا اور ہزاروں پیش گوئیوں کا آفتاب کی طرح سچا ہونا وغیرہ وغیرہ، ہزاروں معجزات ہیں جو نہ صِرف آیات وصحیح احادیث سے ثابت ہیں بلکہ بہت سے غیر مسلم بھی اس کا اقرار کرتے ہیں اور ان کی کتابوں میں بھی ان کا ذِکر پایا جاتا ہے۔

س • ۱ خاتمُ النبیین کے کیا معنیٰ ہیں؟

ج خاتم النّبیین یا ختم المرسلین کے معنیٰ یہ ہیں کہ اللہ عزوجل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سلسلۂ نبوّت ختم فرما دیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یا بعد میں کوئی نیا نبی نہیں ہوسکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک پر نُبوت کا خاتمہ ہوگیا۔

س ۱۱ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت عام ہے یا خاص؟ اور کیا انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت ہیں؟

ج نبی رَحمت، آقائے اُمّت، محبوبِ ربّ العزّت عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رِسالت سیّدنا آدم علیہ السلام کے زمانے سے روزِ قیامت تک کی مخلوقات کو عام ہے۔ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ حضور سرورِ عالم، نورِ مجسم، شہنشاہِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی رِسالت تمام جن وانس اور فرشتوں کو شامل ہے، بلکہ تمام حیوانات، جمادات، نباتات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رِسالت کے دائرہ میں داخل ہیں، تو جس طرح انسان کے ذِمّہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت فرض ہے، یونہی ہر مخلوق پر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری

کرنا ضروری ہے اور یہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت ہیں، تو جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم بادشاہِ زمین و آسمان ہیں اور خدا عزّ وجل کی ساری مخلوق کے لئے نبی و رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں، تو تمام نبیوں اور رسولوں علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم رسول ہوئے اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے رسول ہوئے تو یہ نفوسِ قدسیہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمّتی ٹھہرے۔

س ۱۲ حضور مکّی مدَنی سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کس خاندان اور کس قبیلے سے ہیں؟

ج حضورِ انور، شافعِ محشر صلی اللہ علیہ وسلم خاندانِ قریش سے ہیں، یہ خاندان عرب میں ہمیشہ سے ممتاز و معزّز چلا آتا تھا۔ عرب کے تمام قبیلے اور خاندان اس خاندان کو اپنا سردار مانتے تھے۔ اسی خاندانِ قریش کی ایک شاخ بنی ہاشم تھی، جو قریش کی دوسری تمام شاخوں سے زِیادہ عزّت رکھتی تھی۔ حضور سلطانِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نزولِ سکینہ صلی اللہ علیہ وسلم خود ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ عزّ وجل نے حضرتِ سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کنانہ کو برگزیدہ بنایا اور کنانہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے مجھے برُگزیدہ بنایا۔ حضرت سیدنا جبریل علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں دُنیا کے مشرق و مغرب میں پھرا، مگر بنی ہاشم سے افضل کوئی خاندان نہیں دیکھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہاشمی اسی لئے کہا جاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنی ہاشم سے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پردادا کا نام ہاشم ہے اور یہ عبدِ مناف کے بیٹے ہیں ہاشم کا اصلی نام عَمرو تھا۔ یہ نہایت ہی مہمان نواز تھے۔ ان کا دسترخوان ہر وَقت بچھا رہتا تھا۔ ایک مرتبہ قحط کے زمانے میں یہ ملکِ شام سے خشک روٹیاں خرید کر مکّہ میں لائے اور روٹیوں کا چُورہ کر کے اونٹ کے شوربے میں ڈال کر لوگوں کو پیٹ بھر کر کھلایا اس دِن سے ان کو ہاشم (روٹیوں کا چورہ کرنے والا) کہا جانے لگا۔ ہاشم کی پیشانی میں نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم چمکتا تھا۔ اسی لئے لوگ ان کی بڑی عزّت کرتے تھے۔

س ۱۳ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کے متعلق اَہلِ سُنّت کا کیا عقیدہ ہے؟

ج تمام اہلِ سنت کا اس بات پر اِجماع ہے کہ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تمام کمالات میں جملہ انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم سے افضل و اعلیٰ ہیں، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کمالاتِ علمی میں بھی سب سے فائق ہیں۔ قرآنِ کریم کی بہت سی آیات اور احادیثِ کثیرہ سے یہ بات ثابت ہے کہ اللہ عزّ وجل نے اپنے حبیب، حبیبِ لبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام کائنات کے علوم عطا فرمائے اور علمِ غیب کے دروازے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کھول دیئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر چیز روشن فرما دی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کچھ پہچان لیا، جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں آگیا۔ حضرتِ سیدُنا آدم علیہ السلام سے لے کر قیامِ قیامت تک تمام مخلوق سیدِ عالم، شہنشاہِ عرب وعجم صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کی گئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گزشتہ و آئندہ کی ساری مخلوق کو پہچان لیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر شخص کو اس سے بھی زِیادہ پہچانتے ہیں جتنا ہم میں سے کوئی اپنے عزیز کو پہچانے اور

اُمّت کا ہر حال، ان کی ہر نیّت، ان کے ہر اِرادے اور ان کے دِلوں کے خیالات سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر روشن ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ عزّ وجل نے میرے سامنے دُنیا اُٹھالی ہے، تو میں اُسے اور اس میں جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسے دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی ہتھیلی کو دیکھتا ہوں اور یہ جو کچھ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا علم نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ مبارَک سے ایک چھوٹا سا حصّہ ہے۔ حضور سرورِ عالم، نورِ مجسم، شہنشاہِ معظّم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کی حقیقت خود وہ جانیں یا ان کا عطا کرنے والا ان کا مالک و مولیٰ عزّ وجل۔

وان من جودِک الدّنیا وضرّتہا
ومن علومِک علم اللّوحِ والقلم

(از۔ قصیدہ بُردہ شریف، حضرتِ سیّدُنا امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ)

یہاں یہ بات ہمیشہ کے لئے ذِہن نشین کرلینی چاہئے کہ ”علمِ غیب ذاتی“ اللہ عزّ وجل کے ساتھ خاص ہے اور انبیاء علیہم السّلام اور اولیاء علیہم الرحمۃ کو غیب کا علم اللہ عزّ وجل کی تعلیم سے عطا ہوتا ہے۔ اللہ عزّ وجل کے بتائے بغیر کسی کو کسی چیز کا علم نہیں اور یہ کہنا کہ اللہ عزّ وجل کے بتائے سے بھی کوئی نہیں جانتا، محض باطل اور سینکڑوں آیات واحادیث کے خلاف ہے۔ اپنے پسندیدہ رسولوں علیہم السّلام کو علمِ غیب دیئے جانے کی خبر خود ربّ اکبر عزّ وجل نے سورۂ جن میں دی ہے اور بارش کا وَقت اور حمل میں کیا ہے؟ اور کل کیا کرے گا؟ اور کہاں مرے گا؟ ان تمام اُمور کی خبریں بھی بکثرت انبیاء کرام علیہم السّلام واولیاء عظّام علیہم الرحمۃ نے دی ہیں اور کثیر آیتیں اور حدیثیں اس پر دلالت کرتی ہیں۔

ایمان وکُفر کا بیان

س ۱۴ ایمان کسے کہتے ہیں اور اسلام اور ایمان میں کیا فرق ہے؟

ج سچّے دِل سے اُن تمام باتوں کی تصدیق کرنا جو ضروریاتِ دِین سے ہیں، اُسے ایمان کہتے ہیں۔ یا یوں سمجھیں کہ جو کچھ حضور سرورِ عالم، نورِ مجسم، شہنشاہِ معظم، ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ربّ خدائے بُزرگ و برتر عزّ وجل کے پاس سے لائے، خواہ وہ حکم ہو یا خبر، اُن سب کو حق جاننا اور سچّے دِل سے ماننا ایمان کہلاتا ہے اور جو شخص ایمان لائے اسے مؤمن ومسلمان کہتے ہیں۔ اسلام کے لغوی معنیٰ اطاعت وفرمانبرداری کے ہیں اور شرعی معنیٰ میں اسلام اور ایمان ایک ہی ہیں ان میں کوئی فرق نہیں۔ جو مؤمن ہے وہ مسلمان ہے اور جو مسلمان ہے وہ مؤمن ہے، البتہ صِرف زبانی اقرار کرنا کہ جس کے ساتھ قلبی تصدیق نہ ہو معتبر نہیں، اس سے آدمی مؤمن نہیں ہوتا۔

س ۱۵ مؤمن کتنی قِسم کے ہیں نیز ''فاسق فی العقیدہ'' کسے کہتے ہیں؟

ج مؤمن دو قِسم کے ہیں: (۱) مؤمنِ صالح (۲) مؤمنِ فاسق۔

مؤمنِ صالح یا مؤمنِ مطیع وہ مسلمان ہے جو دِل کی تصدیق اور زَبان کے اِقرار کے ساتھ ساتھ شریعت کے اَحکام کا پابند بھی ہو، خدا عزّ وجل اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتا ہو، شریعت کے خلاف نہ کرتا ہو اور مؤمنِ فاسق وہ ہے جو اَحکامِ شریعت کی تصدیق اور اِقرار تو کرتا ہو مگر اس کا عمل ان اَحکام کے برخلاف ہو جیسے وہ مسلمان جو نماز، روزہ کو فرض جانتے ہیں مگر ادا نہیں کرتے۔ اسی طرح ''فاسق فی العقیدہ'' وہ شخص ہے جو دعوئ اسلام کے ساتھ ساتھ مذہبِ اہلِ سنت وجماعت کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے۔ اسی کو بد دِین، گمراہ، بدمذہب اور ضالّ (بھٹکا ہوا) بھی کہتے ہیں۔

س ۱۶ کیا اعمالِ بدن، ایمان میں داخل ہیں یا نہیں؟

ج اصل ایمان صِرف تصدیقِ قلبی کا نام ہے۔ اعمالِ بدن اصلاً ایمان کا جُزو نہیں، البتہ ایمان کے مکمل ہونے کی شرط ضرور ہیں۔ ہاں! بعض اعمال جو قطعاً ایمان کے خلاف ہوں ان کے مرتکب کو کافر کہا جاتا ہے۔ جیسے بت یا چاند، سورج وغیرہ کو سجدہ کرنا یا کسی نبی یا قرآنِ کریم یا کعبہ معظمہ کی توہین کرنا یا کسی سُنّت کو ہلکا بتانا، یہ باتیں یقیناً کُفر ہیں۔ یونہی بعض اعمال کُفر کی علامت ہیں جیسے زُنّار باندھنا، سر پر چُٹیا رکھنا، قشقہ لگانا (یہ ہندوؤں کے شعائر یعنی مذہبی طریقے ہیں) جس شخص سے یہ افعال صادِر ہوں اُسے دوبارہ سے اسلام لانے اور اس کے بعد اپنی عورت سے دوبارہ نکاح کرنے کا حُکم دیا جائے گا۔

س ۱۷ ایمان گھٹتا اور بڑھتا بھی ہے یا نہیں؟

ج ایمان کوئی ایسی شے نہیں جو بڑھے یا گھٹے، اس لئے کہ کمی بیشی اس میں ہوتی ہے جو مقدار یعنی لمبائی چوڑائی، موٹائی یا گنتی وغیرہ رکھتا ہو، جبکہ ایمان تصدیق ہے اور تصدیق نام ہے دِل کی ایک کیفیت کا، جسے یقین کہا جاتا ہے۔ البتہ ایمان میں شدّت و ضُعف کی گنجائش ہے، یعنی کمالِ ایمان میں کمی بیشی ہوسکتی ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ حضرتِ سیّدُنا ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ کا تنہا ایمان اِس اُمّت کے تمام افراد کے مجموعی ایمانوں پر غالب ہے۔

س ۱۸ مسلمان ہونے کے لئے کیا شرط ہے؟

ج اقرارِ لسانی یعنی زَبان سے اپنے مسلمان ہونے کا اِقرار کرنا تاکہ دوسرے لوگ اسے مسلمان سمجھیں اور مسلمان اس کے ساتھ اہلِ اسلام کا سا سلوک کریں مسلمان ہونے کے لئے شرط ہے۔ نیز یہ بھی شرط ہے کہ زبان سے کسی ایسی چیز کا انکار نہ کرے جو ضروریاتِ دِین سے ہو۔ اگرچہ باقی باتوں کا اقرار کرتا ہو، اگرچہ وہ یہ کہے کہ صِرف زبان سے انکار ہے دِل میں انکار نہیں، کہ بغیر شَرْعی مجبوری کے کلِمۂ کُفر وہی شخص اپنی زبان پر لائے گا جس کے دِل میں ایمان کی اتنی ہی وُقعت ہے کہ جب چاہا اقرار کرلیا اور جب چاہا انکار کردیا اور ایمان تو ایسی تصدیق ہے جس کے خلاف کی اصلاً گنجائش نہیں۔

س ۱۹ کُفر و شِرک کسے کہتے ہیں؟

ج حضور آقائے دوجہان، رَحمتِ عالمیان، سرورِ کون و مکان صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ اپنے ربّ عزّ وجل کے پاس سے لائے، ان میں کسی ایک بات کو بھی نہ ماننا کُفر ہے اور شرک کے معنیٰ ہیں خداعزّ وجل کے سوا کسی اور کو واجب الوُجود یا مستحقِ عبادَت جاننا۔ یعنی خداعزّ وجل کی خدائی میں دوسرے کو شریک کرنا اور یہ کُفر کی سب سے بدترین قسم ہے۔ اس کے سوا کوئی بات اگرچہ کیسی ہی شدید کُفر ہو حقیقۃً شرک نہیں اور کبھی شرک بول کر مطلق کفر مراد لیا جاتا ہے اور یہ جو قرآنِ عظیم نے فرمایا کہ شِرک نہ بخشا جائے گا وہ اس معنیٰ پر ہے یعنی اصلاً کسی کُفر کی مغفِرت نہ ہوگی۔ کُفر کرنے والے کو کافِر اور شِرک کرنے والے کو مُشرِک کہا جاتا ہے۔

س ۲۰ کافر کتنی قِسم کے ہوتے ہیں؟

ج کافر دو قسم کے ہوتے ہیں: (۱) اَصلی (۲) مُرتَد

کافِر اَصلی وہ کہ جو شروع سے کافِر ہے اور کلمۂ اسلام کا انکار کرتا ہے۔ خواہ علی الاعلان کلمہ کا منکر ہو یا بظاہر کلمہ پڑھتا ہو لیکن دِل میں انکار کرتا ہو اور مُرتَد وہ کہ جو اسلام کا کلِمہ پڑھ لینے کے بعد (یعنی مسلمان ہوجانے کے بعد) کُفر کرے، خواہ یوں کہ پہلے مسلمان تھا پھر اعلانیہ اسلام سے پھر گیا، کلمۂ اسلام کا منکر ہوگیا، یا یوں کہ کلمۂ اسلام اب بھی پڑھتا ہے، اپنے آپ کو مسلمان ہی کہتا ہے اور پھر خداعزّ وجل اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتا ہے یا ضروریاتِ دِین میں سے کسی بات سے انکار کرتا ہے۔

س ۲۱ جو کافر اعلانیہ کُفر کرتے ہیں ان کی کتنی قسمیں ہیں؟

ج علی الاعلان کلمہ اسلام کے منکر چار قسم کے ہیں:

(اوّل) دہریہ کہ خداعزّ وجل کے وُجود ہی کا منکر ہے۔ زمانہ کو قدیم خیال کرتا ہے، (یعنی زمانہ ہمیشہ سے ہے) مخلوق کو خود بخود پیدا ہونے والا کہتا ہے اور قیامت کا قائل نہیں۔ ان ہی میں زِندیق اور مُلحِد ہیں کہ دِین کا مذاق اُڑاتے اور ضروریاتِ دین بلکہ تعلیماتِ اسلام کو مضحکہ خیز سمجھتے ہیں، اگر چہ وُجودِ باری تعالیٰ عزّ وجل کے منکر نہ بھی ہوں۔

(دوم) مشرِک، کہ اللہ عزّ وجل کے سوا کسی اور کو بھی معبود یا واجب الوجود مانتا ہے۔ جیسے ہندو بُت پرست، کہ بتوں کو اپنا معبود جانتے ہیں اور آریہ، کہ یہ روح اور مادہ کو واجب الوجود یعنی قدیم وغیر مخلوق جانتے ہیں۔ یہ دونوں مشرِک ہیں اور آریوں کو موحّد سمجھنا سخت باطل ہے۔

(سوم) مجوسی، آتش پرست کہ آگ کی پوجا کرتے ہیں۔

(چہارم) کتابی (اہلِ کتاب) یہودی اور نصرانی، جو دوسری آسمانی کتابوں کے نزول کا اقرار اور قرآنِ کریم کا انکار کرتے ہیں اور اس پر ایمان نہیں رکھتے۔

س ۲۲ منافق کون ہوتا ہے؟

ج منافق وہ کافر ہے کہ زبان سے تو دعویٰ اسلام کرتا ہے مگر دِل میں اسلام کا منکر ہے۔ ایسے لوگوں کے لئے جہنم کا سب سے نیچے کا طبقہ ہے۔ حضور سلطانِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نزولِ سکینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں کچھ لوگ اس نام کے ساتھ مشہور ہوئے، اس لئے کہ ان کے کفرِ باطنی کو خداعزّ وجل اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح فرمایا اور فرمادیا کہ یہ منافق ہیں۔ اب اس زمانے میں کسی خاص شخص کی نسبت یقین کے ساتھ منافق نہیں کہا جاسکتا، البتہ نفاق کی ایک شاخ اس زمانے میں بھی پائی جاتی ہے کہ بہت سے بدمذہب اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور دیکھا جاتا ہے کہ دعویٰ اسلام کے ساتھ ضروریاتِ دین کا انکار بھی ہے۔ کافروں میں سب سے بدتر منافق یہی ہیں اور ان کی صحبت ہزاروں کافروں کی صحبت سے زِیادہ مُضر ہے کہ یہ مسلمان بن کر کُفر سکھاتے ہیں۔

س ۲۳ کافر کی بخشش اور نَجات کے لئے دُعا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

ج جو کسی کافر کے لئے اس کے مرنے کے بعد مغفِرت کی دُعا کرے یا کسی مُردہ مُرتَد کو مرحوم یا مغفور یا کسی مُردہ ہندو کو بیکنٹھ باشی (جنّتی) کہے، وہ خود کافر ہے۔

س ۲۴ کافر کو کافر کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟

ج مسلمان کو مسلمان اور کافر کو کافر جاننا ضروریاتِ دین سے ہے، اگر چہ کسی خاص شخص کی نسبت اُس وَقت تک یہ یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ اس کا خاتمہ ایمان پر یا معاذَ اللہ عزوجل کُفر پر ہوا، جب تک کہ اس کے خاتمہ کا حال دلیل شرعی سے ثابت نہ ہو۔ مگر اس کے ہرگز یہ معنیٰ نہیں کہ جس شخص نے قطعاً کُفر کیا ہو اس کے کُفر میں بھی شک کیا جائے، کہ قطعی کافر کے کُفر میں شک بھی آدمی کو کافر بنا دیتا ہے، تو جب کوئی کافر اپنے کُفر سے توبہ کئے بغیر مر گیا تو ہمیں خداعزوجل اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم یہی ہے کہ اسے کافر ہی جانیں، اس کی زندگی اور موت کے بعد اس کے ساتھ وہی تمام معاملات کریں جو کافروں کے لئے ہیں اور خاتمہ کا حال علمِ الٰہی عزوجل پر چھوڑ دیں۔ اسی طرح جو ظاہراً مسلمان ہو اور اس سے کوئی قول وفعل ایمان کے خلاف ثابت نہ ہو تو فرض ہے کہ ہم اسے مسلمان ہی مانیں، اگر چہ ہمیں اس کے بھی خاتمہ کا حال معلوم نہیں۔ تو پتہ چلا کہ شریعت کا مدار ظاہر پر ہے، جب کہ روزِ قیامت ثواب یا عذاب کی بنیاد خاتمہ پر ہے۔

س ۲۵ اس اُمّت میں گمراہ فرقے کتنے ہیں؟

ج حدیثِ مبارکہ میں ہے کہ یہ امّت تہتر (۷۳) فرقے ہوجائے گی، ایک فرقہ جنّتی ہوگا باقی سب جہنمی۔ صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی وہ جنّتی فرقہ کونسا ہے؟ فرمایا ''وہ جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں، یعنی سُنّت کے پَیرو۔ اسی طرح ایک دوسری رِوایت میں ہے کہ حضور آقائے دوجہان، رحمتِ عالمیان، سرورِ کون ومکان صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ عظمت نشان ہے کہ، وہ جماعت ہے یعنی مسلمانوں کا بڑا گروہ جسے **''سوادِ اعظم''** فرمایا اور فرمایا جو اس سے الگ ہوا جہنم میں الگ ہوا۔ اسی وجہ سے اس جنّتی فرقے کا نام اہلِ سنت وجماعت ہوا۔

س ۲۶ ضروریاتِ دِین کا کیا مطلب ہے؟

ج ضروریاتِ دین وہ دینی مسائل ہیں جن کے بارے میں ہر خاص و عام جانتا ہو کہ انہیں حضور سلطانِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نزولِ سکینہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ربّ عزوجل کے پاس سے لائے جیسے اللہ عزوجل کی وَحدانیت، انبیاءِ کرام علیہ السلام کی نبوّت، جنت ونار، حشر ونشر وغیرہ، مثلاً یہ عقیدہ رکھنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نیا نبی نہیں ہوسکتا، یا یہ عقیدہ رکھنا کہ سب آسمانی کتابیں اور صحیفے اور سب کلام اللہ عزوجل ہیں، یا یہ کہ قرآنِ کریم میں کسی حَرف یا نقطہ کی کمی بیشی محال (ناممکن) ہے، اگر چہ تمام دُنیا اس کے بدلنے پر جمع ہوجائے۔

خدا عزوجل کے رسول و نبی علیہم السلام

س ۲۷ رسول کون ہوتے ہیں اور نبی و رسول میں کیا فرق ہے؟

ج اللہ عزوجل نے جن برگزیدہ بندوں کو اپنی مخلوق کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے اپنا پیغام دے کر بھیجا انہیں رسول کہتے ہیں۔ یہ اللہ عزوجل اور اس کے بندوں کے درمیان واسطہ ہوتے ہیں اور لوگوں کو خدا عزوجل کی طرف بلاتے ہیں۔ ان کے معنیٰ میں بھی کوئی فرق نہیں یہ دونوں لفظ ایک ہی معنیٰ کے لئے بولے اور سمجھے جاتے ہیں، البتہ نبی صِرف اُس بشر کو کہتے ہیں جسے اللہ عزوجل نے ہدایت کے لئے وَحی بھیجی ہو۔ جبکہ رسول فِرشتوں میں بھی ہوتے ہیں اور انسانوں میں بھی اور بعض علماء یہ فرماتے ہیں کہ جو نبی نئی شریعت لائے اُسے رسول کہتے ہیں۔ ہاں! نبیوں کی کوئی تعداد مقرر کرلینا جائز نہیں۔ ہمیں یہ اعتقاد رکھنا چاہئے کہ خدا عزوجل کے ہر نبی پر ہمارا ایمان ہے۔

س ۲۸ پیغمبروں اور دوسرے انسانوں میں کیا فرق ہے؟

ج پیغمبروں اور دوسرے انسانوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ نبی اور رسول خدا عزوجل کے خاص اور معصوم بندے ہوتے ہیں، ان کی نگرانی اور تربیت خود اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ صغیرہ کبیرہ گناہوں سے بالکل پاک ہوتے ہیں۔ عالی نسب، عالی حسب اور انسانیت کے اعلیٰ مرتبے پر پہنچے ہوئے، خوبصورت، نیک سیرت، عبادت گزار، پرہیزگار، تمام اَخلاقِ حَسنہ سے آراستہ اور ہر قسم کی بُرائی سے دُور رہنے والے، انہیں عقلِ کامل عطا کی جاتی ہے جو اوروں کی عقل سے بدرجہا زائد ہے، کسی حکیم اور کسی فلسفی کی عقل، کسی سائنسدان کی فراست اس کے لاکھویں حصّے تک نہیں پہنچ سکتی اور کیوں نہ ہے کہ یہ اللہ عزوجل کے پیارے بندے اور اس کے محبوب ہوتے ہیں۔ اللہ عزوجل انہیں ہر ایسی بات سے دُور رکھتا ہے جو باعثِ نفرت ہو۔ اسی لئے انبیاءِ کرام علیہم السلام کے جسموں کا بَرص (سفید داغ)، جذام (کوڑھ) وغیرہ ہر ایسی بیماری سے پاک ہونا ضروری ہے جس سے لوگ گِھن کریں۔

س ۲۹ اچھا! کیا انبیاءِ کرام علیہم السلام کو بھی علمِ غیب ہوتا ہے؟

ج انبیاء کرام علیہم السلام غیب کی خبریں دینے کیلئے ہی آتے ہیں، حساب کتاب، جنّت و دوزخ، ثواب و عذاب، حشر و نشر، فِرشتے وغیرہ نہیں تو اور کیا ہیں؟ یہ وہی باتیں بتاتے ہیں جن تک عقل نہیں پہنچتی مگر یہ علمِ غیب جو کہ ان کو حاصل ہے، اللہ عزوجل کے دیئے سے ہے، لہٰذا ان کا علم عطائی (خدا عزوجل کا دیا ہوا) ہوا۔

س ۳۰ خداعزّ وجل کے دربار میں نبی کا کیا مرتبہ ہے؟ اور جو کسی نبی کی عزّت نہ کرے وہ کون ہے؟

ج تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو اللہ عزّ وجل کی بارگاہ میں بڑی عزّت ووَجاہت حاصل ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام تمام مخلوق سے افضل واعلیٰ، بلند وبالا ہوتے ہیں، فرشتوں میں بھی ان کے مرتبہ کا کوئی نہیں اور بڑے سے بڑا ولی بھی ان کے برابر نہیں ہو سکتا۔ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی تعظیم کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے، بلکہ دوسرے تمام فرائض سے بڑھ کر ہے، جو شخص کسی نبی کی شان میں کوئی ایسی ویسی بات نکالے جس سے ان کی توہین ہوتی ہو، (خواہ کسی بھی پہلو سے ہو) تو ایسا کرنے والا کافر ہے۔

س ۳۱ کیا عبادت کے ذریعے کوئی آدمی، فرشتہ یا جن، نبوّت کا درجہ پا سکتے ہیں؟

ج ہرگز نہیں! نبوّت بہت بڑا مرتبہ ہے، کوئی بھی شخص عبادت کے ذریعے اسے حاصل کر ہی نہیں سکتا، چاہے عمر بھر روزہ دار رہے، ساری زندگی نماز میں گزار دے، سارا مال و دولت اللہ عزّ وجل راہ میں قربان کر دے مگر نبوت نہیں پا سکتا۔ نبوّت خداعزّ وجل کا عطیہ ہے، وہ جسے چاہتا ہے اپنے فضل سے دیتا ہے۔ ہاں! دیتا اسی کو ہے جسے اس کے قابل بناتا ہے۔ نہ کوئی جن و فرشتہ نبی ہوا نہ کوئی عورت نبی ہوئی۔

س ۳۲ کیا نبیوں اور فرشتوں علیہم السلام کے سوا کوئی اور بھی معصوم ہوتا ہے مثلاً صحابۂ کرام علیہم الرضوان واولیاء کرام علیہم الرحمۃ وغیرہ؟

ج نبیوں اور فرشتوں علیہم السلام کے سوا کوئی بھی معصوم نہیں، ان کی طرح کسی اور کو معصوم سمجھنا گمراہی ہے۔ بیشک اولیاء اللہ علیہم الرحمۃ اور نبی پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد اور اہلِ بیت علیہم الرضوان وغیرہ میں جو امام ہیں وہ بھی معصوم نہیں۔ ہاں! یہ اور بات ہے کہ انہیں اللہ عزّ وجل اپنے کرم سے گناہوں سے بچاتا ہے۔ ان سے گناہ نہیں ہوتے، مگر ہو تو ناممکن بھی نہیں۔

س ۳۳ کیا نبی کسی حکمِ خداوندی عزّ وجل کو چھپا بھی لیتے ہیں؟

ج نہیں! اللہ عزّ وجل نے انبیاء کرام علیہم السلام پر بندوں کیلئے جتنے بھی احکام نازل فرمائے انہوں نے وہ سب پہنچا دیے۔ اب جو کہے کہ کسی حکم کو کسی نبی نے چھپائے رکھا، یعنی خوف کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے نہ پہنچایا، تو ایسا کہنے والا کافر ہے۔

س ۳۴ جو نبی وِصال فرما چکے ہیں انہیں مُردہ کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟

ج تمام انبیاء علیہم السلام اپنے اپنے مزارات میں ویسے ہی زندہ ہیں جیسے اس دُنیا میں تھے، کھاتے پیتے ہیں اور جہاں چاہیں آتے جاتے ہیں۔ ایک آن کے لئے ان پر (ان سے فیض لینے کیلئے) موت آئی پھر بدستور زِندہ ہوگئے۔

انبیاء کو بھی اجل آنی ہے ۔۔۔ مگر ایسی کہ فقط آنی ہے
پھر اسی آن کے بعد ان کی حیات ۔۔۔ مثلِ سابق وہی جسمانی ہے

(حدائقِ بخشش)

س ۳۵ دُنیا میں آنے والے سب سے پہلے اور سب سے آخری نبی کون ہیں؟

ج سب سے پہلے نبی حضرت سیّدُ نا آدم علیہ السلام ہیں۔ ان سے پہلے انسان موجود نہ تھا، سب انسان انہیں کی اولاد ہیں اسی لئے ”آدمی“ کہلاتے ہیں، یعنی اولادِ آدم، اور حضرت سیّدُ نا آدم علیہ السلام کو ”ابو البشر“ کہتے ہیں، یعنی سب انسانوں کے باپ اور سب سے آخری نبی جو تمام جہان کی ہدایت و رہنمائی کیلئے تشریف لائے وہ حضور سرورِ عالم، نورِ مجسم، شہنشاہِ معظم، ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اللہ عزّ وجل نے نبوّت کا سلسلہ حضور آقائے دوجہان، رحمتِ عالمیان، سرورِ کون ومکان صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم فرمادیا یعنی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یا بعد کوئی نیا نبی نہیں آسکتا۔

س ۳۶ سب سے پہلے رسول کون ہیں؟

ج سب سے پہلے رسول جو کافروں کی ہدایت کیلئے بھیجے گئے، حضرت سیدنا نوح علیہ السلام ہیں۔ آپ علیہ السلام نے ساڑھے نوسو برس تک تبلیغ فرمائی، مگر چونکہ آپ علیہ السلام کے زمانے کے کافر بہت سخت دِل اور گستاخ تھے، اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے۔ آخرکار آپ علیہ السلام نے دُعا فرمائی، طوفان آیا اور ساری زمین ڈوب گئی۔ صِرف گنتی کے وہ مسلمان اور ہر جانور کا ایک ایک جوڑا، جو آپ علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں تھا، بچ گئے باقی سب ہلاک ہوگئے۔

س ۳۷ انبیاء کرام علیہم السلام مرتبے میں برابر ہیں یا کم وبیش؟

ج انبیاء کرام علیہم السلام کے مختلف دَرَجے ہیں۔ بعضوں کے رُتبے بعضوں سے اعلیٰ ہیں اور سب میں افضل واعلیٰ، رُتبے میں سب سے بلند وبالا، ہمارے آقا ومولیٰ حضرت سیّدُ نا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سیّدُ الانبیاء کہا جاتا ہے یعنی سارے نبیوں کے سردار، سب کے سَر کے تاج، صاحبِ معراج صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضور والی ہر دو عالَم، شہنشاہِ عرب وعجم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بڑا مرتبہ حضور سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا ہے، پھر سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام، پھر حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور پھر حضرت سیدنا نوح علیہ السلام۔ یہ حضراتِ والا شان علیہ الصلوٰۃ والسلام خدا عزّ وجل کی ساری مخلوق سے افضل ہیں یہاں تک کہ فِرشتوں سے بھی۔

قرآنِ کریم

س ۳۸ قرآنِ مجید کیا ہے اور یہ کس لئے آیا اور کس زبان میں نازل ہوا؟

ج قرآنِ مجید اللہ عزوجل کا کلام ہے جو اس نے اپنے سب سے افضل رسول، رسولِ مقبول، بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا کے گلشن کے مہکتے پھول حضرتِ سیّدنا و مولانا و ماوانا و ملجانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا، اس میں جو کچھ بھی لکھا ہے اس پر ایمان لانا ضروری ہے، اللہ عزوجل نے اپنے بندوں کی صحیح رہنمائی کیلئے اسے نازِل فرمایا، تاکہ بندے اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جانیں، خدا اور رسول عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کو پہچانیں اور ان کی مرضی کے موافق کام کریں اور اُن اتمام کاموں سے بچیں جو خدا اور رسول عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کو پسند نہیں۔ قرآنِ مجید عربی زبان میں نازِل ہوا۔

س ۳۹ یہ کیسے معلوم ہو کہ قرآنِ مجید ہی اللہ عزوجل کا کلام ہے؟ اور کیا صحیح قرآن شریف آج کل ملتا ہے؟

ج قرآنِ مجید، کتاب اللہ عزوجل ہونے پر اپنے آپ دلیل ہے، چنانچہ خود اعلان فرمارہا ہے کہ "اگر تمہیں اس کتاب میں جسے ہم نے اپنے سب سے خاص بندے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا، کوئی شک ہو تو اس کی مثل کوئی چھوٹی سی سورت کہہ لاؤ" کافِروں نے اس کے مقابلے میں جی توڑ کوششیں کیں مگر اس کی مثل سورت تو کیا ایک آیت تک نہ بنا سکے اور نہ بنا سکیں گے۔ الحمدللہ عزوجل قرآن شریف ہر جگہ صحیح حالت میں ملتا ہے، اس میں ایک حَرف کا بھی فَرق نہیں ہو سکتا، اس لئے کہ اس کا نگہبان خود اللہ عزوجل ہے۔

س ۴۰ قرآنِ عظیم میں اللہ عزوجل نے کیا خاص بات رکھی ہے اور اس کو پڑھنے میں کتنا ثواب ہے؟

ج وہ خاص بات یہ ہے کہ اگلی کتابیں صِرف انبیاء کرام علیہم السلام ہی کو یاد ہوتیں، لیکن یہ قرآن عظیم کا معجزہ ہے کہ مسلمانوں کا بچہ بچہ اسے یاد کرلیتا ہے، اور صِرف یہی نہیں بلکہ کتنے ہی کافروں نے بھی اسے یاد کیا، نیز ہمارے حضور نبی رَحمت، آقائے اُمّت، محبوبِ ربّ العزت عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کتاب اللہ عزوجل کا ایک حَرف پڑھے گا اُسے ایک نیکی ملے گی، جو دس نیکیوں کے برابر ہوگی، میں یہ نہیں کہتا کہ الٓمّٓ ایک حرف ہے، بلکہ الف ایک حرف ہے، لام دوسرا حرف اور میم تیسرا حرف ہے۔

س ۴۱ جس ترتیب پر آج قرآن موجود ہے، کیا ایسا ہی نازل ہوا تھا؟ اگر نہیں تو پھر اس کی موجودہ ترتیب کس طرح عمل میں آئی؟

ج نزولِ وحی کے وقت یہ ترتیب نہ تھی جو آج ہے۔ قرآن مجید تیئس (۲۳) برس کی مدت میں تھوڑا تھوڑا حسبِ حاجت نازل ہوا۔ جس حکم کی حاجت ہوتی اسی کے مطابق سورت یا کوئی آیت نازل ہو جاتی، اس طرح قرآنِ عظیم متفرق آیتیں ہو کر اُترا۔ کسی سورت کی کچھ آیتیں اُترتیں پھر دوسری سورت کی آیتیں آتیں، پھر پہلی سورت کی کچھ آیتیں نازل ہوتیں، حضرت سیدنا جبریل علیہ السلام اس کا مقام بھی بتا دیتے اور حضور سرورِ عالم، نورِ مجسم، شہنشاہِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم ہر بار ارشاد فرما دیتے کہ یہ آیات فلاں سورت کی ہیں، فلاں آیت کے بعد یا فلاں آیت سے پہلے رکھی جائیں۔ اس طرح قرآنِ عظیم کی سورتیں اپنی اپنی آیتوں کے ساتھ جمع ہو جاتیں اور خود حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اسی ترتیب سے اسے نمازوں وغیرہ میں تلاوت فرماتے، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُن کر صحابۂ کرام علیہم الرضوان یاد کر لیتے۔ غرض قرآنِ عظیم کی ترتیب اللہ عزوجل کے حکم سے جبریل علیہ السلام کے بیان کے مطابق اور لوحِ محفوظ کی ترتیب موافق خود آقائے دو جہان، رحمتِ عالمیان، مکّی مَدَنی سلطان ﷺ کے زمانۂ اقدس میں واقع ہوئی تھی۔

س ۴۲ مکّی اور مدَنی سورتوں کا کیا مطلب ہے اور ان کے مضمون میں کیا فرق ہے؟

ج جو سورتیں مکہ معظمہ میں اور اس کے اَطراف میں نازل ہوئیں ان کو مَکّی کہتے ہیں اور جو مدینہ منوّرہ اور اس کے قُرب وجوار میں نازِل ہوئیں ان کو مَدَنی کہتے ہیں، مضامین کے اعتبار سے مکی اور مَدَنی سورتوں میں یہ فرق ہے کہ مکی سورتوں میں عموماً اصولی عقائد یعنی توحید و رِسالت اور حشر و نشر وغیرہ کا بیان ہے جب کہ مَدَنی سورتوں میں اَعمال کا ذِکر ہے مثلاً وہ اَحکام جن سے اَخلاق دُرُست ہوں اور مخلوق کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا طریقہ معلوم ہو وغیرہ۔

س ۴۳ قرآن پڑھنے کے آداب کیا ہیں اور جب قرآن پڑھنے کے قابل نہ رہے تو کیا کرنا چاہئے؟

ج سنّت یہ ہے کہ قرآنِ پاک کی تلاوت پاک جگہ کی جائے اور اگر مسجد میں ہو تو زِیادہ بہتر ہے۔ تلاوت کرنے والے کو چاہئے کہ قبلہ رُو بیٹھے اور نہایت عاجزی اور اِنکساری سے سر جھکا کر اطمینان سے ٹھہر ٹھہر کر پڑھے، پڑھنے سے پہلے مُنہ کو خوب اچھی طرح صاف کر لے کہ بدبو باقی نہ رہے۔ قرآن شریف کو اونچے تکیہ یا رِحل پر رکھے اور تلاوت سے پہلے اَعُوْذُ بِاللّٰہ اور بِسْمِ اللّٰہ پڑھ لے، بلا وضو قرآن کو ہاتھ نہ لگانا چاہئے کیونکہ ایسا کرنا گناہ ہے، سننے والا خاموشی سے دِل لگا کر سُنے۔ پھر جب قرآنِ پاک پُرانا ہو جائے اور اس کے وَرَق اِدھر اُدھر ہو جانے کا خوف ہو اور تلاوت کے قابل نہ رہے تو کسی پاک کپڑے میں لپیٹ کر ایسی جگہ احتیاط سے دَفن کر دیا جائے جہاں کسی کا پیر نہ پڑے۔ دَفن کرنے میں لحد بنائی جائے تاکہ اس پر مٹّی نہ پڑے۔

صحابۂ کرام علیہم الرضوان

س ۴۶ صحابی کسے کہتے ہیں نیز مہاجر اور انصار سے کون لوگ مُراد ہیں؟

ج جس نے ایمان کی حالت میں نبی کریم، رؤف الرحیم، صاحبِ وجہِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہو اور ایمان پر اس کی وفات ہوئی ہو، اسے صحابی کہتے ہیں۔ ان ہی میں مہاجر و انصار ہیں۔ یعنی جو صحابۂ کرام علیہم الرضوان مکہ معظّمہ سے اللہ عزّ وجل اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں اپنا گھر بار چھوڑ کر مدینۂ طیبہ ہجرت کر گئے تھے انہیں مہاجرین صحابہ کہا جاتا ہے، جبکہ مدینۂ منوّرہ کے وہ صحابۂ کرام علیہم الرضوان جنہوں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مہاجرینِ کرام علیہم الرضوان کی مدد و نصرت کی، وہ اَنصار کہلاتے ہیں۔

س ۴۷ تمام صحابۂ کرام علیہم الرضوان کے متعلق ہمارا کیا عقیدہ ہونا چاہئے؟

ج تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، آقائے دوعالم، نورِ مجسم، شاہِ بنی آدم، تاجدارِ عرب وعجم صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار اور سچّے غلام ہیں۔ ان کا جب بھی ذِکر کیا جائے تو خیر ہی کے ساتھ کرنا فرض ہے۔ تمام صحابۂ کرام علیہم الرضوان جنّتی ہیں، وہ جہنم کی بھنک نہ سنیں گے اور ہمیشہ ہمیشہ اپنی مَن مانتی مرادوں میں رہیں گے۔ قِیامت کی سب سے بڑی گھبراہٹ انہیں غمگین نہ کرے گی۔ فِرشتے ان کا استقبال کریں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر صحابی رضی اللہ عنہ کی یہ شان قرآنِ عظیم ارشاد فرماتا ہے۔ لہٰذا صحابۂ کرام علیہم الرضوان میں سے کسی کی بات پر گرفت کرنا اللہ ورسول عزّ وجل وصلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہے اور کوئی وَلی کتنے ہی بڑے مرتبے کا ہو کسی صحابی کے رُتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ ان میں سے کسی کی شان میں گستاخی کرنا یا کسی کے ساتھ بدعقیدگی رکھنا، گمراہی ہے اور ایسا شخص جہنم کا مستحق ہے۔

س ۴۸ تمام صحابۂ کرام علیہم الرضوان میں افضل کون سے صحابہ ہیں؟

ج انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کے بعد خدا عزّ وجل کی ساری مخلوق سے افضل حضرتِ سیِّدُنا صدّیق اکبر ہیں، پھر حضرتِ سیِّدُنا فاروقِ اعظم، پھر حضرتِ سیِّدُنا عثمانِ غنی، پھر حضرتِ سیدنا مولیٰ علی رضی اللہ عنہم۔ یہ حضرات، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وِصالِ ظاہری کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہوئے۔ ان خلفائے اَربعہ علیہم الرضوان کے بعد حضرتِ سیِّدُنا طلحہ، حضرتِ سیدنا زبیر، حضرت سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف، حضرتِ سیدنا کعب بن ابی وقاص، حضرتِ سیِّدُنا سعید بن زید اور حضرت سیدنا ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو فضیلت حاصل ہے۔ چُنانچہ چار خلفاء اور چھ یہ معزز ہستیاں مل کر دَس ہوئے، ان ہی کو ''عشرہ مبشرہ'' کہا جاتا ہے، یعنی وہ دَس اَفراد جن کے جنّتی ہونے کی بشارت رَحمتِ عالمیان، نبی غیب دان، سرورِ کون ومکان صلی اللہ علیہ وسلم نے دُنیا ہی میں دے دی تھی، لہٰذا یہ تمام نفوسِ قدسیہ علیہم الرضوان قطعی جنّتی ہیں۔

س ۴۴ قرآن کے علاوہ اور کون کون سی آسمانی کتابیں ہیں؟ وہ کن زَبانوں میں نازِل ہوئیں، نیز کیا ان کے اَحکامات پر آج عمل کر سکتے ہیں یا نہیں؟

ج آسمانی کتابوں کو کُتُبِ سماوی کہتے ہیں، یعنی وہ صحیفے اور کتابیں جو اللہ عزوجل نے مخلوق کی رہنمائی کیلئے اپنے نبیوں علیہم السلام پر نازل فرمائیں۔ یہ سب کلام اللہ عزوجل ہیں اور حق ہیں، ان میں جو کچھ ارشاد ہوا، سب پر ایمان رکھنا ضروری ہے، تورات اور زَبور عبرانی زبان میں جب کہ انجیل سریانی زبان میں نازِل ہوئیں۔ چونکہ یہود و نصاریٰ نے ان میں اپنی خواہش سے گھٹا بڑھا دیا ہے، اس لئے یہ کتابیں جیسی نازل ہوئیں تھیں ویسی ملتی ہی نہیں، لہٰذا اب ان کتابوں کے احکامات پر عمل نہیں کیا جائے گا، پھر دوسری بات یہ کہ قرآنِ کریم نے ان کتابوں کے بہت سے احکامات منسوخ کر دیئے ہیں، لہٰذا اگر یہ فرض کر بھی لیا جائے کہ صحیح تورات و انجیل اس وَقت بھی موجود ہیں تب بھی ان کتابوں کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ کیونکہ قرآن میں وہ سب کچھ ہے جس کی حاجت بنی آدم کو ہوتی ہے۔

س ۴۵ تو کیا قرآنِ مجید میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی؟ اور جس کا یہ عقیدہ ہو کہ قرآنِ پاک میں کمی بیشی جائز ہے، وہ کون ہے؟

ج نہیں! چونکہ یہ دِین ہمیشہ باقی رہنے والا ہے، لہٰذا قرآن شریف کی حفاظت اللہ عزوجل نے اپنے ذِمّہ رکھی ہے، اِسی لئے اس میں کسی حَرف یا نقطہ کی بھی کمی بیشی نہیں ہو سکتی اور نہ کوئی اپنی خواہش سے اس میں گھٹا بڑھا سکتا ہے اگرچہ تمام دُنیا اس کے بدلنے پر جمع ہو جائے اور جو یہ کہے کہ قرآن شریف کا ایک بھی حَرف کسی نے کم کر دیا یا بڑھا دیا یا بدل دیا وہ قطعاً کافِر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔

س ۴۹ خلیفہ ہونے کا کیا مطلب ہے اور پہلے خلیفہ کون تھے؟

ج نبی رَحمت، آقائے اُمّت، محبوبِ ربُّ العزّت عزّوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا قائم مقام، جو مسلمانوں کے تمام دِینی اور دُنیاوی کاموں کو شَریعتِ مطہرہ کے موافق انجام دے اور جائز کاموں میں اس کی فرمانبرداری کرنا مسلمانوں پر فرض ہو، اسے خلیفۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں۔ حضرتِ ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ پہلے خلیفہ تھے۔

س ۵۰ حضرتِ سیِّدُنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کون ہیں؟

ج حضرت سیِّدُ نا اُمیرِ معاوِیہ رضی اللہ عنہ بھی صحابی ہیں اور شاہانِ اسلام میں سب سے پہلے بادشاہ۔ آپ رضی اللہ عنہ کی بادشاہی اگرچہ سلطنت ہے، مگر کسی کی؟ حضور سلطانِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ، صاحبِ معطّر پسینہ، باعثِ نزولِ سکینہ، حضرتِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ خود سیّدِ نا امام حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت حضرت سیدُ نا اُمیر معاوِیہ رضی اللہ عنہ کے سپرد فرمادی تھی اور ان کے دستِ مبارَک پر بیعت فرمائی تھی۔ لہٰذا ان کی یا ان کے والدِ ماجد حضرت سیّدنا سفیان یا والدۂ ماجدہ حضرت سیدتنا ہندہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شان میں گستاخی کرنا سخت بے اَدَبی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دینا ہے، اس لئے کہ یہ سب صحابہ ہیں۔

س ۵۱ تابعین کن لوگوں کو کہا جاتا ہے؟

ج حضور سرورِ عالم، نورِ مجسم، شہنشاہِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّتِ مرحومہ کے وہ مسلمان جو صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی صحبت میں رہے، اُنہیں تابعین کہا جاتا ہے اور وہ مسلمان ہو، تابعین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کی صحبت میں رہے وہ تبع تابعین کہلاتے ہیں۔ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بعد تمام امت سے تابعین افضل و بہتر ہیں اور ان کے بعد تبع تابعین کا مرتبہ ہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

خلفائے راشدین علیہم الرضوان

س ۵۲ خلفائے راشدین کن حضرات کو کہا جاتا ہے؟

ج سلطانِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ، صاحبِ نزولِ سکینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصالِ ظاہری کے بعد تمام مسلمانوں کے اتفاق سے حضرتِ سیّدنا ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ خلیفۂ برحق ہوئے۔ اسی لئے آپ رضی اللہ عنہ خلیفۂ اوّل کہلاتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کے بعد حضرتِ سیّدنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ دوسرے خلیفہ ہوئے اور آپ کی شہادت کے بعد حضرتِ سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ تیسرے خلیفہ ہوئے۔ پھر آپ کے بعد حضرتِ سیّدنا مولائے کائنات مولیٰ علی مشکل کشا رضی اللہ عنہ چوتھے خلیفہ ہوئے۔ پھر چھ مہینے کے لئے حضرتِ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے۔ ان تمام حضرات کو خلفاءِ راشدین اور ان کی خلافت کو خلافتِ راشدہ کہتے ہیں، کیونکہ انہوں نے حضور آقائے دوعالم، نورِ مجسم، شاہِ بنی آدم، تاجدارِ عرب وعجم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی نیابت (نائب ہونے) کا پورا حق ادا فرمادیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

س ۵۳ خلافتِ راشدہ کب تک رہی؟

ج خلافتِ راشدہ تیس برس تک رہی، جیسا کہ خود حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ مبارَک ہے۔ یہ خلافتِ راشدہ حضرتِ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے چھ مہینے پر ختم ہوگئی۔ پھر حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی خلافت، خلافتِ راشدہ ہوئی اور آخر زمانہ میں حضرت سیدنا امام مہدی رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوں گے، آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت بھی خلافتِ راشدہ کہلائے گی۔

س ۵۴ جو شخص حضرتِ سیّدُنا مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کو پہلے تین خلفاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے افضل کہے، وہ کون ہے؟

ج ایسا شخص گمراہ، بددِین، بدمذہب اور جماعتِ اہلِ سنّت سے خارج ہے۔ چُنانچہ حضرتِ سیّدُنا مولیٰ علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو مجھے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے افضل بتائے، وہ میرے اور تمام اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ورضی اللہ عنہم کا منکر ہوا، اور جو مجھے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے افضل کہے گا میں اسے دَرْدناک کوڑے لگاؤں گا بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب آدمیوں سے افضل ابوبکر ہیں پھر عمر پھر عثمان رضی اللہ عنہم۔

س ۵۵ جو شخص حضرتِ سیدُنا صدیقِ اکبر، حضرت سیدُنا فاروقِ اعظم، حضرت سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہم کو خلیفہ نہ مانے، وہ کون ہے؟

ج ان خلفاءِ ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی خلافتوں پر تمام صحابۂ کرام علیہم الرضوان کا اتفاق و اجماع ہے۔ نبیِ رحمت، آقائے اُمّت، محبوبِ ربّ العزّت عزّ وجل وصلی اللہ علیہ وسلم کی ساری اُمّت ان حضرات کو پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا خلفیہ تسلیم کرتی چلی آرہی ہے، خود حضرتِ سیدُنا مولیٰ علی اور حضرتِ سیّدُنا امام حسن وامام حسین رضی اللہ عنہم نے ان کی خلافتیں تسلیم کیں، اوران کے ہاتھ پر بیعت بھی فرمائی اور ان کے فضائل بھی بیان فرمائے۔ لہٰذا جو شخص ان کی خلافتوں کو تسلیم نہ کرے یا ان کی خلافت کو خلافتِ غاصبہ (زبردستی کی چھینی ہوئی خلافت) کہے وہ گمراہ، بددِین ہے، بلکہ حضرتِ سیّدُنا صدیقِ اکبر اور حضرت سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہما کی خلافت تو دلائلِ قطعیّہ سے ثابت ہے۔ لہٰذا ان کی خلافت کا منکر اور انہیں خلیفۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تسلیم نہ کرنے والا دائرۂ اسلام ہی سے خارج ہے۔

اہلِ بیتِ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین

س ۵۶ اہلِ بیت کن افراد کو کہا جاتا ہے؟ اوران کے کیا کیا فضائل ہیں؟

ج حضور تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نَسَب اور قرابت کے لوگوں کو اہلِ بیت کہا جاتا ہے۔ اہلِ بیت میں پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی اَزواجِ مُطَہرات اور حضرت سیِّدتنا خاتونِ جنت بی بی فاطمہ زَہراء، حضرتِ سیّدنا مولیٰ علی اور حضرتِ سیدنا امام حسن وحضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہم سب داخل ہیں۔ اہلِ بیت کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے اللہ عزّ وجل نے رِجس وناپاکی کو دُور فرمایا، انہیں خوب پاک کیا اور جو چیز اُن کے مرتبہ کے لائق نہیں، اس سے ان کے پروَرْدگار عزّ وجل نے اُنہیں محفوظ رکھا۔ اہلِ بیت کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم پر دوزخ کی آگ حرام کی۔ صَدَقہ ان پر حرام کیا گیا کیونکہ صَدَقہ، دینے والوں کا مَیل ہوتا ہے۔ اوّل گروہ جس کی حضور شفیعِ محشر صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت فرمائیں گے، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت رضی اللہ تعالٰی عنہم ہیں۔ اہلِ بیت رضی اللہ تعالٰی عنہم کی محبت فرائضِ دین سے ہے اور جو شخص ان سے بُغض رکھے وہ منافق ہے۔ اہلِ بیت رضی اللہ تعالٰی عنہم کی مثال حضرتِ سیّدُنا نوح علیہ السلام کی کشتی کی طرح ہے کہ جواس میں سوار ہوا اس نے نَجات پائی اور جو اس سے کترایا، ہلاک وبرباد ہوا۔ اہلِ بیتِ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم، اللہ عزّ وجل کی وہ مضبوط رَسی ہیں جسے مضبوطی سے تھامنے کا ہمیں حکم ملا ہے۔ چُنانچہ ایک حدیث شریف ہے کہ آقائے مُعظّم، تاجدارِ عرب وعجم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ مکرّم ہے کہ ’’میں تم میں دو چیزیں چھوڑتا ہوں جب تک تم انہیں نہ چھوڑو گے ہرگز گمراہ نہ ہوگے، ایک کتابُ اللہ عزّ وجل اور ایک میری آل۔ اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا کہ

اپنی اولاد کو تین خصلتیں سکھاؤ:

۱۔ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت

۲۔ اہلِ بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی محبت اور

۳۔ قرآنِ پاک کی قرأت

غرض یہ کہ اہلِ بیتِ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے فضائل بے شمار ہیں۔ امیر المؤمنین حضرتِ سیّدُ نا مولا علی مشکل کشا رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''جو میری عترت (اہلِ بیت) وانصار اور عرب کا حق نہ پہچانے وہ تین حال سے خالی نہیں، یا تو منافق ہے یا حرامی یا حیضی بچہ۔

س۵۷ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کا کیا مرتبہ ہے؟

ج قرآنِ مجید سے یہ ثابت ہے کہ نبی کریم، صاحبِ تسنیم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدّس بیبیاں رضی اللہ تعالیٰ عنہن مرتبہ میں سب سے زیادہ ہیں اور ان کا اجر سب سے بڑھ کر ہے۔ دُنیا جہان کی عورتوں میں کوئی ان کی ہمسر اور ہم مرتبہ نہیں۔ اگر کسی کو ایک نیکی پر دس گنا ثواب ملے تو انہیں بیس گُنا، کیونکہ ان کے عمل میں دو جہتیں ہیں، ایک اللہ عزّ وجل کی بندگی اور اطاعت اور دوسرے نبیِ پاک، صاحبِ لَولاک صلی اللہ علیہ وسلم کی رِضا جوئی واطاعت، لہٰذا انہیں اوروں سے دُگنا ثواب ملے گا۔

اُم المؤمنین حضرتِ سیّدُ نا عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا پر ایک بار خوف وخشیت کا غلبہ تھا، آپ گریہ وزاری فرما رہی تھیں، حضرتِ سیّدُ نا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے عرض کیا، یا اُم المؤمنین رضی اللہ عنہا! کیا آپ یہ گمان رکھتی ہیں کہ اللہ عزّ وجل نے جہنم کی ایک چنگاری کو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا جوڑ ابنایا، اُم المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا فرجت عنی فرج اللہ عنک ''تم نے میرا غم دُور کیا اللہ عزّ وجل تمہارا غم دُور کرے، جب اللہ عزّ وجل نے اپنے حبیبِ اکرم، نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پسند نہ فرمایا تو خود حبیبِ پاک، صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کا نورِ پاک معاذ اللہ عزّ وجل مُحال کفر میں رکھے یا حبیبِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا جسمِ مبارک عیاذاً باللہ عزّ وجل خونِ کفار سے بنانے کو پسند فرمائے، یہ کیونکر متوقع ہو۔

فتاویٰ رضویہ کی مذکورہ عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ سرکارِ نامدار، شفیعِ روزِ شمار، جنابِ احمدِ مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن قطعی جنّتی ہیں، انہیں آگ قطعی نہ چھوئے گی۔

س۵۸ پنجتن پاک کن حضرات کو کہا جاتا ہے؟

ج پنجتن پاک سے مُراد حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم، حضرتِ سیّدنا مولائے کائنات مولیٰ علی، حضرتِ سیّدنا بی بی فاطمہ زہراء، حضرتِ سیّدنا امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم ہیں۔

س ۵۹ حضرتِ سیدّتنا بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے فضائل کیا ہیں؟

ج حضور سلطانِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ، صاحبِ معطّر پسینہ، باعثِ نزولِ سکینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ باقرینہ ہے کہ میں نے اپنی بیٹی کا نام **فاطِمہ** اس لئے رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اور اس کے ساتھ محبت رکھنے والوں کو دوزخ سے خلاصی عطا فرمائی۔ ایک اور حدیثِ پاک میں ہے کہ ان کا نام **فاطِمہ** اس لئے ہوا کہ اللہ عزّ وجل نے ان پر اور ان کی تمام اَولاد کو دوزخ پر حرام فرمایا ہے۔ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ **فاطِمہ** میرا جُز ہے، جو انہیں ناگوار، وہ مجھے ناگوار، اور جو انہیں پسند وہ مجھے پسند۔ اسی طرح ایک اور حدیثِ پاک میں ہے کہ رَحمت والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اے فاطمہ! تمہارے غضب سے غضبِ الٰہی عزّ وجل ہوتا ہے اور تمہاری رِضا سے اللہ عزّ وجل راضی اور فرمایا، مجھے اپنے اہلِ بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سب سے زیادہ پیاری فاطمہ ہے۔ایک مقام پر فرمایا ''اے فاطمہ! کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم ایمان والی عورتوں کی سردار ہو۔''

س ۶۰ حضرتِ سیدّنا امام حسن وحضرتِ سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے کیا فضائل ہیں؟

ج حضور آقائے دو جہان، رَحمتِ عالمیان، سرورِ کون ومکان صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامینِ عظمت نشان ہیں کہ،

حسن وحُسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما دُنیا میں میرے دو پھول ہیں۔

جس نے ان دونوں (حسن وحُسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے محبت کی، اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان سے عداوت کی اُس نے مجھ سے عداوت کی۔

حسن وحُسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما جنّتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔

جس شخص نے مجھ سے محبت کی اور ان دونوں کے والد اور والِدہ (حضرتِ سیدّنا مولائے کائنات مولیٰ علی، حضرتِ سیدتنا بی بی فاطمہ زہرہ رضی اللہ عنہا) سے محبت رکھی وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔

بے اَدب گستاخ فِرقے کو سنادے اے حسن
یوں کہا کرتے ہیں سُنّی داستانِ اہلِ بیت

اَلْغَرَض اہلِ بیتِ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہم اہلِ سنّت وجماعت کے پیشوا ہیں۔ جو ان سے محبت نہ رکھے گا وہ بارگاہِ الٰہی عزّ وجل سے مرُدود وملعون ہے۔ حضراتِ حَسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما یقیناً اعلیٰ دَرَجہ کے شہیدوں میں سے ہیں، ان میں سے کسی کی شہادت کا انکار کرنے والا گمراہ بددِین ہے۔

معجزے اور کرامتیں

س ۶۱ معجزہ کسے کہتے ہیں؟

ج وہ عجیب وغریب کام جو عادتاً ناممکن ہوں، اگر نُبُوَّت کا دعویٰ کرنے والے سے اس کی تائید میں ظاہر ہوں تو اُن کو معجزہ کہتے ہیں جیسے حضرتِ سیّدُ نا موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا سانپ بن جانا، حضرتِ سیّدُ نا عیسیٰ علیہ السلام کا مُردوں کو جلا دینا (زندہ کرنا) وغیرہ اور شہنشاہِ ابرار، شفیعِ روزِ شمار، دوعالم کے مالک ومختار، باذنِ پروردگار غیبوں پر خبردار، جنابِ احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے تو بے شمار ہیں۔ان میں سے معراج شریف بہت مشہور معجزہ ہے۔جو کہ خود کئی معجزات کا مجموعہ ہے۔

س ۶۲ کوئی نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرکے معجزہ دِکھا سکتا ہے یا نہیں؟

ج معجزہ دراصل نبی کے دعویٔ نبوت میں سچے ہونے کی ایک دلیل ہے، جس کے ذَرِیعے منکروں کی گردنیں جھک جاتی ہیں اور وہ سب عاجز رہتے ہیں۔معجزات دیکھ کر آدمی کا دِل نبی کی سچائی کا یقین کرلیتا ہے اور عقل والے ایمان لے آتے ہیں۔تو جو شخص نبی نہ ہو، وہ کوئی معجزہ اپنے دَعوے کے مطابق ظاہر نہیں کرسکتا ورنہ سچے جھوٹے میں فرق نہ رہے گا۔

س ۶۳ کرامت کسے کہتے ہیں اور اولیاء اللہ علیہم الرحمۃ سے کس قِسم کی کرامتیں ظاہر ہوتی ہیں؟

ج اولیاء اللہ علیہم الرحمۃ سے جو بات خلافِ عادت صادر ہو اُسے کرامت کہتے ہیں، مثلاً آن کی آن میں مشرق سے مغرب پہنچ جانا، ہوا میں اُڑنا، مُردہ زِندہ کرنا، مادَرزاد اَندھے اور کوڑھی کو اچھا کردینا وغیرہ۔لیکن قرآنِ مجید کی مثل کوئی سورت لے آنا، کسی وَلی سے ہرگز ممکن نہیں۔اولیاء اللہ علیہم الرحمۃ کی کرامتیں دَرحقیقت اُن انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزے ہیں جن کے وہ اُمّتی ہیں۔

س ۶۴ جس وَلی سے کرامت ظاہر نہ ہو وہ ولی ہے یا نہیں؟

ج اولیاء اللہ علیہم الرحمۃ سے کرامات اکثر ظاہر ہوتی ہیں۔ یہ نفوسِ قدسیہ علیہم الرحمۃ تو اپنی وِلایت اور کرامت کو چھپاتے ہیں۔ ہاں! جب حکمِ الٰہی عزوجل پاتے ہیں تو کرامت ظاہر کرتے ہیں اور اگر کرامت ظاہر نہ ہو تو اس کا یہ مطلب نہیں وہ کہ شخص ولی یا بُزرگ نہیں۔اولیاء اللہ علیہم الرحمۃ کی یہ کرامتیں ان کی وفات کے بعد بھی ظاہر ہوتی ہیں جسے ہر آنکھ والا دیکھتا اور مانتا ہے۔

اولیاءُ اللہ علیہم الرحمۃ

س ۶۵ وَلی کسے کہتے ہیں اور وِلایت کیسے حاصل ہوتی ہے؟

ج اللہ تعالیٰ کے وہ خاص ایمان والے مسلمان بندے جو اللہ و رسول عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں اپنی خواہشات کو فنا کردیتے ہیں اور ہمیشہ خدا اور رسول عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وفرمانبرداری میں مصروف رہتے ہیں، اولیاءُ اللہ کہلاتے ہیں۔ وِلایت یعنی اللہ عزوجل کا مقرب اور مقبول بندہ ہونا، محض اللہ عزوجل کا عطیہ ہے جو کہ مولیٰ کریم عزوجل اپنے برگزیدہ بندوں کو اپنے فضل وکرم سے عطا فرماتا ہے۔ ہاں! عبادَت و رِیاضت بھی کبھی کبھی اس کا ذَرِیعہ بن جاتی ہے۔ بعضوں کو ابتداء بھی وِلایت مل جاتی ہے۔

س ۶۶ کیا بے علم آدمی بھی وَلی بن سکتا ہے؟

ج نہیں، وِلایت بے علم کو نہیں ملتی۔ وَلی کے لئے علم ضروری ہے، خواہ ظاہرًا حاصل کرے یا اس مرتبہ پر پہنچنے سے پہلے ہی اللہ عزوجل اُس کا سینہ کھول دے اور وہ عالم ہوجائے۔ علم کے بغیر آدمی ولی نہیں ہوسکتا۔

س ۶۷ اگر کوئی شخص شریعت پر عمل نہ کرے تو کیا وہ ولی بن سکتا ہے؟

ج جب تک عقل سلامت ہے کوئی ولی کیسے ہی بڑے مرتبے کا ہو، اَحکامِ شریعت کی پابندی سے ہرگز آزاد نہیں ہوسکتا اور جو اپنے آپ کو شریعت سے آزاد سمجھے وہ ہرگز وَلی نہیں ہوسکتا۔ جو اس کے خلاف عقیدہ رکھے (شریعت سے آزاد شخص کو ولی سمجھے) وہ گمراہ ہے۔ ہاں! اگر آدمی مجذوب ہوجائے اور اس کی عقل زائل ہوجائے تو اس سے شریعت کا قلم اُٹھ جاتا ہے، مگر یہ بھی خوب سمجھ لیجئے کہ جو ایسا ہوگا وہ شریعت کا مقابلہ کبھی نہ کرے گا۔

س ۶۸ اولیاءُ اللہ علیہم الرحمۃ کی خصوصیات کیا ہیں؟

ج اولیاءُ اللہ علیہم الرحمۃ حضور آقائے دوجہان، رَحمتِ عالمیان، سرورِ کون ومکان صلی اللہ علیہ وسلم کے سچّے جانشین ہوتے ہیں۔ اللہ عزوجل نے انہیں بڑی طاقتیں عطا فرمائی ہیں۔ ان سے عجیب وغریب کرامتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ ان کی بَرَکت سے اللہ عزوجل مخلوق کی حاجتیں پوری فرماتا ہے۔ ان کی دُعاؤں سے خلقِ خدا عزوجل فائدہ اُٹھاتی ہے۔ ان کی محبت دِین ودُنیا کی سعادَت اور خدائے احکام الحاکمین عزوجل کی رِضا کا سبب ہے۔ ان کے مزارات پر حاضری، مسلمان کے لئے سعادت اور باعثِ بَرَکت ہے۔ ان کے عُرس میں شرکت کرنے سے بَرَکتیں حاصل ہوتی ہیں۔

س ۶۹ اولیاء اللہ علیہم الرحمۃ سے مدد مانگنا جائز ہے یا ناجائز؟

ج اولیاء اللہ علیہم الرحمۃ سے مدد مانگنا بلاشبہ جائز ہے۔ اسے اِسْتِمداد اور اِسْتِعانت کہتے ہیں۔ یہ مدد مانگنے والے کی مدد فرماتے ہیں، چاہے وہ کسی جائز لفظ کے ساتھ مدد مانگے۔ ان کو دُور و نزدیک سے پکارنا سلف صالحین علیہم الرحمۃ کا طریقہ ہے۔

س ۷۰ اولیاء اللہ علیہم الرحمۃ کی نذر و نیاز جائز ہے یا نہیں؟

ج اولیاء اللہ علیہم الرحمۃ کو جو ایصال ثواب کیا جاتا ہے اُسے براہِ اَدَب نذر و نیاز کہتے ہیں، جیسے کہ بادشاہوں کو نذریں کی جاتی ہیں اور ایصالِ ثواب کرنا یعنی خیرات کر کے تلاوتِ قرآن شریف یا ذِکرِ الٰہی عزوجل یا دُرود شریف وغیرہ پڑھ کر اس کا ثواب دوسروں کو بخش دینا یقیناً جائز بلکہ مستحب ہے۔ صحیح احادیث سے یہ اُمور ثابت ہیں۔ اسی لئے گزشتہ زمانے سے یہ فاتحہ خوانی اور ایصال ثواب کرنا مسلمانوں میں رائج ہیں اور ان میں خصوصاً گیارھویں شریف کی فاتحہ تو نہایت عظیم اور بابَرَکت ہے۔ گیارھویں شریف شہنشاہِ بغداد، غوثِ صمدانی، محبوبِ سبحانی، شہبازِ لامکانی، قطبِ ربّانی، قندیلِ نورانی، پیرِ لاثانی، پیرِ پیراں، مِیرِ میراں، حضور سیّدُنا غوثِ پاک شیخ ابو محمد عبد القادِر جیلانی رضی اللہ عنہ کی نیاز کو کہتے ہیں۔

س ۷۱ جو لوگ اولیاء اللہ علیہم الرحمۃ کی نذر و نیاز سے روکتے ہیں، وہ کیسے ہیں؟

ج نذر و نیاز کا طریقہ احادیث سے ثابت ہے تو جو اس سے منع کرے وہ ضرور گمراہ ہے کہ وہ احادیثِ مبارکہ کا مقابلہ کرتا ہے۔

س ۷۲ اولیاء اللہ علیہم الرحمۃ کے مزارات پر چادر چڑھانا کیسا ہے؟

ج بُزرگانِ دِین، اولیاء صالحین علیہم الرحمۃ کے مزاراتِ طیّبہ پر غلاف یعنی چادر ڈالنا جائز ہے اور اس سے مقصود یہ ہو کہ صاحبِ مزار کی وَقعت عوام کی نظروں میں پیدا ہو اور وہ بھی اُن کا اَدَب کریں اور اُن سے بَرَکتیں حاصل کریں۔

تقدیرِ الٰہی عزوجل کا بیان

س ۷۳ تقدیر سے کیا مُراد ہے؟

ج عالَم میں جو کچھ بُرا یا بھلا ہوتا ہے اور بندے جو کچھ نیکی یا بدی کے کام کرتے ہیں، وہ سب اللہ عزوجل کے علمِ اَزَلی کے مطابق ہوتا ہے ہر بھلائی بُرائی اس نے اپنے علمِ اَزَلی کے مطابق مقدّر فرمادی ہے، یعنی جیسا ہونے والا تھا اور جو جیسا کرنے والا تھا اللہ عزوجل نے اسے اپنے علم سے جانا اور وہی لکھ دیا، تو وہ سب کچھ اللہ عزوجل کے علم میں ہے اور اس کے پاس لکھا ہوا محفوظ ہے، اسی کا نام تقدیر ہے۔

س ۷۴ کیا تقدیر کے موافق کام کرنے پر آدمی مجبور ہوتا ہے؟

ج اللہ عزوجل نے بندوں کو پیدا فرمایا، انہیں کان، آنکھ، ہاتھ، پاؤں، زبان وغیرہ اَعضاء عطا فرمائے، انہیں استعمال کرنے کے طریقے اِلہام فرمائے، پھر اعلیٰ دَرَجے کے شریف جوہر (عقل) سے ممتاز فرمایا، جس نے تمام حیوانات پر اِنسان کا مرتبہ بڑھا دیا۔ پھر لاکھوں باتیں ایسی ہیں جن کا عقل میں آنا بہت زِیادہ مشکل تھا، لہٰذا انبیاء کرام علیہم السلام کو بھیج کر، کتابیں اُتار کر ذرا ذرا سی بات جتادی، کسی کو عذر کی کوئی جگہ باقی نہ چھوڑی۔ تو جس طرح آدمی اپنے آپ نہیں بن سکتا تھا، نہ اپنے لئے کان، ہاتھ، پاؤں، زبان وغیرہ بنا سکتا تھا، اسی طرح اپنے لئے طاقت، قوّت، اِرادہ، اختیار بھی نہیں بنا سکتا۔ سب کچھ اسی خالق و مالک عزوجل نے دیا اور اسی نے بنایا۔ ہاں! انسان کو ایک قِسم کا اختیار بھی دیا کہ اگر ایک کام کرنا چاہے تو کرے اور چاہے تو نہ کرے، تو اِس ارادہ و اختیار کے پیدا ہونے سے آدمی صاحبِ اِرادہ اِختیار ہو گیا۔ محض مجبور و ناچار نہ رہا۔ آدمی اور پتھر کی حرکت میں یہی تو فرق ہے کہ پتھر ارادہ و اختیار نہیں رکھتا جبکہ آدمی میں اللہ عزوجل نے یہ صفت پیدا کی ہے، تو یہ کیسی الٹی مَت ہے کہ جس صفت کی وجہ سے انسان کو پتھر سے ممتاز کیا گیا، اُسی کی (یعنی ارادہ و اختیار کی) پیدائش کو اپنے مجبور ہو جانے کا سبب سمجھے اور دیگر جمادات کی طرح اپنے آپ کو بے حس و حرکت اور مجبور جانے۔

س ۷۵ آدمی جب مختار ہے، مجبور نہیں تو اعمال کی باز پُرس کس بنا پر ہوگی؟

ج یہ ارادہ و اختیار جس کا انسان میں پایا جانا روشن اور بالکل واضح ہے، قطعاً یقیناً اللہ جل جلالہٗ ہی کا پیدا کیا ہوا ہے، اسی نے ہم میں ارادہ و اختیار کی قوت پیدا فرمائی، جس کی وجہ سے ہم صاحبِ اختیار ہوئے۔ چونکہ یہ اِرادہ و اختیار ہماری اپنی ذات سے نہیں، یعنی ہم ''مختار کردہ'' ہوئے، ''خود مختار'' نہ ہوئے کہ شترِ بے مہار بنے پھریں اور بندے کی یہ شان بھی نہیں کہ خود مختار ہو سکے، بس! یہی ارادہ اور یہی اختیار جو ہر شخص اپنے نفس کو دیکھ رہا ہے، عقل کے ساتھ اس کا پایا جانا یہی دُنیا میں شریعت کے اَحکام کا مدار

ہے اور اسی بنا پر آخرت میں جزا و سزا اور ثواب و عذاب اور اعمال کی پُرسش و حساب ہے، جزا و سزا کے لیے جتنا اختیار ہونا چاہئے وہ بندے کو حاصل ہے۔ الغرض! اللہ عزوجل نے آدمی کو پتھر اور دیگر بے حس چیزوں کی طرح بے حس و حرکت پیدا نہیں فرمایا، بلکہ اس کو کچھ اختیار بھی دیا ہے اور اسی کے ساتھ عقل بھی دی ہے کہ بھلے بُرے اور نفع و نقصان کو پہچان سکے اور ہر قسم کے سامان اور اَسباب بھی مُہیا فرمادیئے ہیں کہ جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو اُسی قسم کے سامان مہیا ہوجاتے ہیں اور اسی وجہ سے اس سے پوچھ گچھ ہوگی۔ اپنے آپ کو بالکل مجبور سمجھنا یا بالکل مختار سمجھنا دونوں ہی گمراہی ہیں۔

س ۷۶ کسی اَمر کی تدبیر کرنا تقدیر کے خلاف تو نہیں؟

ج جی نہیں، کسی اَمر کی تدبیر کرنا تقدیر کے خلاف نہیں ہے کیوں کہ دُنیا عالَمِ اسباب ہے۔ اللہ عزوجل نے اپنی حکمت سے ایک چیز کو دوسری چیز کے لئے سبب بنادیا ہے، پھر ان ہی اَسباب کو کام میں لانا اور انہیں سبب فعل کا ذریعہ بنانا تدبیر ہے اور یہ تدبیر کرنا تقدیر کے خلاف نہیں بلکہ موافق ہے۔ ذرا سوچئے! کہ انبیاء کرام علیہم السلام سے زیادہ تقدیرِ الٰہی عزوجل پر کس کا ایمان ہوگا، پھر بھی وہ ہمیشہ تدبیر فرماتے رہے، جس پر قرآن بھی گواہ ہے، مثلاً حضرتِ سیّدنا داوٗد علیہ السلام کا زِرہیں بنانا، حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا دس برس تک اُجرت پر حضرت سیدنا شعیب علیہ السلام کی بکریاں چرانا وغیرہ واقعات قرآنِ کریم میں مذکور ہیں تو تقدیر کو بھول کر، تدبیر پر پھولنا کُفّار کی خصلت ہے اور اسی طرح تدبیر کرنے کو فضول سمجھنا گمراہی اور پاگل پن ہے۔

س ۷۷ تقدیر کا لکھا بدل سکتا ہے یا نہیں؟

ج قضا (تقدیر) کی تین قسمیں ہیں۔

۱﴾ **مبرم حیقیقی**: جو علمِ الٰہی میں کسی شے پر معلق نہیں۔ اس کی تبدیلی ناممکن ہے اکابر محبوبانِ خدا اگر اتفاقاً اس بارے میں کچھ عرض کرتے ہیں تو انہیں اس خیال سے واپس فرمادیا جاتا ہے۔ ملائکہ قوم لوط پر عذاب لے کر آئے سیّدنا ابراہیم خلیل اللہ علیٰ نبینا کریم وعلیہ افضل الصلوۃ والتسلیم اس میں جھگڑے تو اُنہیں ارشاد ہوا ”اے ابراہیم اس خیال میں نہ پڑو بے شک ان پر وہ عذاب آنے والا ہے جو پھرنے والا نہیں۔“

۲﴾ **معلق محض**: وہ ہے کہ صحفِ ملائکہ میں کسی شے پر اُس کا معلق ہونا ظاہر فرمادیا گیا ہے۔ اس تک اکثر اولیاء کی رسائی ہوتی ہے کہ ان کی دُعا سے ٹل جاتی ہے اور،

۳﴾ **معلق شبیہ بہ مبرم**: وہ ہے کہ صحف ملائکہ میں اُس کی تعلیق مذکور نہیں اور علمِ الٰہی میں تعلیق ہے۔ اس تک خواص اکابر کی رسائی ہوتی ہے حضور سیّدنا غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ اسی کو فرماتے ہیں کہ میں قضائے مبرم کو رَد کردیتا ہوں اور اسی کی نسبت حدیث میں ارشاد ہوا کہ بیشک دُعا قضائے مبرم کو ٹال دیتی ہے۔

س ۷۸ کوئی گناہ کرنے کے بعد یہ کہنا کہ یہ میری تقدیر میں لکھا تھا، کیسا ہے؟

ج بُرا کام کر کے تقدیر کی طرف نسبت کرنا اور مَشِیَّتِ الٰہی عزوجل کا حوالہ دینا بہت بُری بات ہے، بلکہ حکم تو یہ ہے کہ جو اچھا کام کرے اسے اللہ عزوجل کی جانب سے کہے اور جو بُرائی سرزد ہو، اُسے اپنی شامتِ نفس تصوّر کرے۔

س ۷۹ تقدیری اُمور میں بحث کرنا کیسا ہے؟

ج تقدیر ایک گہرے سمُندر کی مانند ہے جس کی گہرائی تک کسی کی رسائی نہیں۔ یہ ایک تاریک راستہ ہے جس سے گزرنے کی کوئی راہ نہیں۔ یہ اللہ عزوجل کا ایک راز ہے جس پر انسانی عقل کو دسترس نہیں، لہٰذا تقدیری اُمور میں ہرگز بحث نہیں کرنی چاہئے۔

عالَمِ برزخ

س ۸۰ عالَمِ برزخ کسے کہتے ہیں؟

ج ومن ورآئهم برزخ الىٰ يوم يبعثون (پ۱۸، سورة المؤمنون، آیت ۱۰۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان کے آگے ایک آڑ ہے اس دِن تک جس میں اُٹھائے جائیں گے۔

دُنیا وآخرت کے درمیان ایک اور عالم ہے جسے بَرزخ کہتے ہیں۔ مرنے کے بعد اور قِیامت سے پہلے تمام انسان وجنّات کو اپنے اپنے مرتبے کے مطابق اس میں رہنا ہے۔ یہ عالم اس دُنیا سے بہت بڑا ہے۔ دُنیا کے ساتھ برزخ کو وہی نسبت ہے جو ماں کے پیٹ کے ساتھ دُنیا کو ہے۔ برزخ میں کسی کو آرام ہے تو کسی کو تکلیف۔

س ۸۱ مرنے کے بعد جسم وروح سے تعلق رہتا ہے یا نہیں؟

ج جی ہاں! روح کا تعلّق مرنے کے بعد بھی بدن انسانی کے ساتھ باقی رہتا ہے اگرچہ روح بدن سے جدا ہوگئی مگر بدن پر جو گزرے گی، روح ضرور اس سے آگاہ ومتاثر ہوگی۔ جس طرح اس دُنیا کی زندگی میں ہوتی ہے بلکہ اس سے بھی زائد۔ دُنیا میں ٹھنڈا پانی، سرد ہوا، نرم فرش، لذیذ کھانا یہ سب باتیں جسم پر وارِد ہوتے ہیں، مگر اس کی کلفت واَذِیّت روح پاتی ہے۔ روح کے لئے اپنی راحت واَلم کے الگ خاص اسباب ہیں جن سے سُرور یا غم پیدا ہوتا ہے، یوں ہی یہ سب حالتیں برزخ میں ہیں۔

س ۸۲ بَرزَخ میں میّت پر کیا گزرتی ہے؟

ج برزخ میں میّت کے ساتھ چند معاملات پیش آتے ہیں، جو یہ ہیں:

۱﴾ جب مُردہ کو قبر میں دَفن کرتے ہیں تو اس وَقت قَبر اس کو دباتی ہے۔ اگر وہ مسلمان ہے تو اس کا دبانا ایسا ہوتا ہے جیسے ماں پیار میں اپنے بچّے کو دباتی ہے اور اگر کافر ہے تو اس کو اس زور سے دباتی ہے کہ دونوں جانب کی پسلیاں ایک دوسرے میں پیوست ہو جاتی ہیں۔

۲﴾ جب دَفن کرنے والے دفن کر کے واپس جاتے ہیں تو مُردہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے، اس وَقت اس کے پاس ہیبت ناک صورتوں والے دو فرِشتے منکر و نکیر اپنے دانتوں سے زمین چیرتے ہوئے آتے ہیں اور نہایت سختی کے ساتھ کرخت آواز میں اس سے سوال کرتے ہیں کہ تیرا ربّ کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ اور ان کے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تُو کیا کہتا تھا؟

۳﴾ مُردہ اگر منافق ہے تو سب سوالوں کے جواب میں کہے گا، (ہائے) افسوس! مجھے تو کچھ معلوم نہیں، میں لوگوں کو جو کہتے سنتا تھا وہی خود بھی کہتا تھا۔

۴﴾ مُردہ مسلمان ہے تو جواب دے گا کہ میرا ربّ اللہ عزّ وجل ہے، میرا دِین اسلام ہے اور وہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

۵﴾ مسلمان میّت کی قبر کشادہ کر دی جائے گی اور اس کے لئے جنّت کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جائے گا جس سے جنّت کی خوشبو آتی رہے گی، جب کہ کافر و منافق کے لئے آگ کا بچھونا بچھا کر آگ کا لباس پہنا دیا جائے گا اور اس کی قبر میں جہنم کی کھڑکی کھول دی جائے گی اور اس پر عذاب دینے کے لئے فِرِشتے مسلط کر دیئے جائیں گے نیز سانپ اور بچھو اسے عذاب پہنچاتے رہیں گے۔ جبکہ بعض مسلمانوں کو ان کے گناہوں کے مطابق عذاب بھی ہوگا، پھر اُن کے پیرانِ عظام یا اولیاءِ کرام علیہم الرحمۃ محض اللہ عزّ وجل کی رَحمت سے ان کی شفاعت فرمائیں گے (بعض کے نزدیک) ایسے مسلمان سے جُمعہ کی رات آتے ہی عذابِ قبر اُٹھا دیا جاتا ہے۔

۶﴾ مسلمان کے اعمالِ حَسَنہ اچھی صورتوں میں آکر قبر میں ان کا دِل لگائیں گے اور کافر و منافق کے بُرے اعمال کتے، بھیڑیئے یا کسی اور بُری شکل میں آکر اسے عذاب پہنچائیں گے۔

۷﴾ مسلمانوں کی روحیں خواہ قبر پر ہوں یا چاہِ زَم زَم شریف میں ہوں یا زمین و آسمان کے درمیان یا آسمانوں پر یا آسمان سے بلند یا عرش کے نیچے قندیلوں میں یا اعلیٰ عِلِّیِّیْن میں ہوں، ان کے لئے راہیں کشادہ کر دی جاتی ہیں، یعنی جہاں چاہتی ہیں آتی جاتی ہیں آپس میں ملتی ہیں اور ایک دوسرے سے اپنے عزیزوں کا حال پوچھتی ہیں۔ جو کوئی قبر پر آئے اسے دیکھتی ہیں، پہچانتی ہیں اور اس کی بات سنتی ہیں۔

۸﴾ کافروں کی خبیث روحیں مرگھٹ وغیرہ میں قید رہتی ہیں، انہیں کہیں آنے جانے کا اِختیار نہیں ہوگا مگر وہ بھی خواہ کہیں ہوں قبر یا مرگھٹ پر گزرنے والوں کو دیکھتی، سنتی اور پہچانتی ہیں۔

۹﴾ مُردہ سلام کا جواب دیتا ہے اور کلام بھی کرتا ہے، اس کے کلام کو عام انسان وجنّات کے سوا تمام حیوانات وغیرہ سنتے بھی ہیں،

س ۸۳ عذاب وثواب صِرف جسم پر ہوتا ہے یا روح پر بھی؟

ج عذاب وثواب روح اور جسم دونوں پر ہوتا ہے، اس کی مثال حدیث شریف میں یوں بیان کی گئی کہ ''ایک لُنجا کسی باغ میں پڑا تھا اور میوے دیکھ رہا تھا، مگر ان تک جا نہ سکتا تھا، اتفاقاً ایک اندھے کا اُدھر سے گزر ہوا کہ باغ میں جا سکتا تھا مگر اُسے میوے نظر نہ آتے تھے۔ لُنجے نے اندھے سے کہا تُو مجھے میووں کے پاس باغ میں لے چل، وہاں جا کر ہم اور تم دونوں میوے کھائیں۔ اندھا اسے اپنی گردن پر سوار کر کے باغ میں لے گیا لُنجے نے میوے توڑے اور دونوں نے کھائے۔'' اس صورت میں مجرم کون ہوگا؟ یقیناً دونوں ہی مجرم ہیں جسم اندھے اور روح لُنجے کی مانند ہے۔

س ۸۴ جو جسم قبر میں گل سڑ جاتا ہے اسے کیسے عذاب ہوگا؟

ج ریڑھ کی ہڈی میں کچھ ایسے اَجزاء ہوتے ہیں کہ نہ کسی خُوردبین سے نظر آسکتے ہیں، نہ اُنہیں آگ جلاتی ہے اور نہ ہی وہ گلتے ہیں، وہی تُخمِ جسم ہیں۔ ان اجزاء کو ''عجب الذنب'' کہتے ہیں، جسم اگرچہ گل سڑ جائے۔ عذابِ قبر کا انکار کرنے والا گمراہ ہے۔

س ۸۵ اگر مُردے کو دَفن نہ کیا جائے تو پھر اس سے سوالات کہاں ہونگے؟

ج اگر مُردے کو دَفن نہ کیا جائے تو جہاں پڑا رہ گیا یا پھینک دیا گیا اس سے وہیں سوالات ہونگے اور وہیں عذاب یا ثواب ہوگا، حتّٰی کہ جسے شیر کھا گیا تو شیر کے پیٹ میں سوال جواب، عذاب وثواب وہیں ہوگا۔

س ۸۶ وہ کون لوگ ہیں جن کے جسم قبر میں سلامت رہیں گے؟

ج انبیاءِ کرام علیہم السلام، اولیاءِ کرام علیہم الرحمۃ، علمائے دِین وشہداء، باعمل حفاظ قرآن اور وہ جو منصب محبت پر فائز ہیں اور وہ جس نے کبھی اللہ عزّوجل کی نافرمانی نہ کی اور وہ جو کثرت سے دُرود شریف پڑھتا رہے، ان کے بدن کو مٹی نہیں کھا سکتی اور جو شخص انبیاءِ کرام علیہم السلام کی شان میں یہ خبیث کلمہ کہے کہ ''وہ مر کر مٹی میں مل گئے'' معاذَاللہ۔ اس نے ان کی توہین کی، ایسا شخص گمراہ بد دِین خبیث ہے۔

س ۸۷ زندوں کا خیرات کرنا مُردوں کو فائدہ پہنچاتا ہے یا نہیں؟

ج نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، تلاوتِ قرآن، صَدَقہ، ذِکْر، زیارتِ قبور، خیرات غرض ہر قسم کی عبادت اور ہر نیک عَمل، خواہ فرض ہو یا نفل، سب کا ثواب مُردوں کو پہنچایا جا سکتا ہے۔ اُن سب کو ثواب پہنچتا ہے اور پہنچانے والے کے ثواب میں بھی کوئی کمی نہ ہوگی بلکہ اللہ عزّ وجل کی رَحْمت سے اُمّید ہے کہ سب کو پورا پورا ملے گا، یہ نہیں کہ یہ ثواب تھوڑا تھوڑا کر کے سب میں تقسیم کیا جائے گا اور اس پہنچانے والے کیلئے ان سب کے مجموعے کے برابر ملے۔ مثلاً کوئی نیک کام کیا، جس کے ثواب میں کم از کم دس نیکیاں ملیں، اب اس نے دَس مُردوں کو ایصال کر دیا تو ہر ایک کو دَس ملیں گیا اور ایصال کرنے والے کو ایک سو دَس۔ وعلیٰ ھٰذا القیاس حدیث شریف میں ہے کہ "جو شخص گیارہ بار قُلْ ھُوَ اللّٰہُ شریف (سورۂ اخلاص) پڑھ کر اس کا ثواب مُردوں کو پہنچائے گا تو مُردوں کی گنتی کے برابر اسے ثواب ملے گا" اگر نابالغ نے اپنی کسی نیکی کا ثواب مُردے کو پہنچایا تو ضرور پہنچے گا۔ اِن شاءَ اللہ یہاں کوئی یہ نہ سمجھے کہ سارا ثواب تو دوسروں کو دے دیا اپنے پاس کیا رہ گیا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ ثواب پہنچانے والے نے بالفرض فجر کی نماز پڑھی اور اس کا ثواب کسی کو ایصال کر دیا تو اب چونکہ اس سے فرض ساقط ہو چکا، لہٰذا وہ دوبارہ نہ لوٹے گا (یعنی وہ فجر کی نماز دوبارہ نہیں پڑھی جائے گی) جب کہ ثواب ساقط نہیں ہوتا، بلکہ نامۂ اعمال میں باقی رہتا ہے۔ لہٰذا فاتحہ خوانی کرنا جو کہ آج کل مسلمانوں میں رائج ہے بالکل جائز ہے بلکہ بہت مستحسن ہے۔

س ۸۸ ایصالِ ثواب کا طریقہ کیا ہے؟

ج ایصالِ ثواب کو تعظیماً نذر و نیاز، یا فاتحہ بھی کہتے ہیں، اس میں سورۂ فاتحہ پڑھی جاتی ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ اور آیۃُ الکرسی ایک ایک بار، پھر تین یا سات یا گیارہ بار سورۂ اخلاص اور اوّل آخر تین تین یا زائد بار دُرود شریف پڑھے۔ اس کے بعد ہاتھ اُٹھا کر عرض کرے کہ یا الٰہی عزّ وجل! میرے اس پڑھنے پر (اگر کھانا، کپڑا وغیرہ بھی ہو تو ان کا نام بھی شامل کرے اور کہے کہ میرے اس پڑھنے اور ان چیزوں کے دینے پر) جو ثواب مجھے عطا ہو، اُسے میری طرف سے فُلاں ولی اللہ مثلاً سرکارِ بغداد حضور غوثِ پاک رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں نذر پہنچا اور اُن کے آباؤ اَجداد اور مشائخِ عظام و اولاد و مُریدین اور مُحبّین اور میرے ماں باپ اور فُلاں فُلاں اور سیّدُنا آدم علیہ السلام سے روزِ قیامت تک جتنے مسلمان گزرے یا موجود ہیں یا قیامت تک ہوں گے، سب کو اس کا ثواب پہنچا۔

علاماتِ قِیامت کا بیان

س ۸۹ علاماتِ قِیامت سے کیا مُراد ہے اور وہ کیا ہیں؟

ج قِیامت سے پہلے چند نشانیاں ظاہر ہوں گی، انہیں علاماتِ قِیامت یا آثارِ قِیامت کہتے ہیں۔ علاماتِ قِیامت کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ وہ نشانیاں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وِلادتِ مبارکہ سے لے کر اب تک واقع ہو چکی ہیں اور حضرتِ سیّدُنا امام مہدی رضی اللہ عنہ کے ظہور تک وقوع میں آتی رہیں گی۔ انہیں علامات صغریٰ کہتے ہیں۔

۲۔ وہ نشانیاں جو حضرتِ سیدُنا امام مہدی رضی اللہ عنہ کے ظہور کے بعد صُور پھونکنے تک واقع ہوں گی۔ یہ علامات یکے بعد دیگرے، پے دَرپے اس طرح ظاہر ہوں گی جیسے سلکِ مَرْوَارِید سے موتی گرتے ہیں۔ ان کے ختم ہوتے ہی قِیامت برپا ہوگی۔ انہیں علاماتِ کبریٰ بھی کہتے ہیں۔

س ۹۰ علاماتِ صغریٰ کیا کیا ہیں؟

ج علاماتِ صغریٰ بہت سی ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں۔

۱۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دُنیا سے پردہ فرمانا۔

۲۔ تمام صحابۂ کرام علیہم الرضوان کا دُنیا سے پردہ فرمانا۔

۳۔ تین خسف کا واقع ہونا یعنی آدمی زمین میں دھنس جائیں گے ایک مشرق میں دوسرا مغرب میں اور تیسرا جزیرہ عرب میں۔

۴۔ علم اُٹھ جائیں گے یعنی علماء اُٹھالیے جائیں گے اور لوگ جاہلوں کو اپنا امام و پیشوا بنائیں گے، وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

۵۔ زِنا، شراب نوشی و بدکاری اور بے حیائی کی زیادتی ہوگی۔

۶۔ مرد کم ہوں گے اور عورَتیں زِیادہ ہوں گی، یہاں تک کہ ایک مرد کی سرپرستی میں پچاس عورَتیں ہوں گی۔

۷۔ بڑے دَجّال کے علاوہ تیس دَجّال اور ہوں گے، وہ سب نُبوّت کا جھوٹا دعویٰ کریں گے۔

۸۔ مال کی کثرت ہوگی، زمین اپنے خزانے اُگل دے گی۔

۹۔ دِین پر قائم رہنا ایسا دشوار ہوگا جیسے مُٹھی میں انگارہ لینا۔

۱۰۔ وَقت میں بَرَکت نہ ہوگی، یعنی جلدی جلدی گزرے گا۔

۱۱﴾ زکوٰۃ دینے کو لوگ تاوان سمجھیں گے۔

۱۲﴾ علمِ دین پڑھیں گے مگر دِین کی خاطر نہیں بلکہ دُنیا کمانے کیلئے۔

۱۳﴾ عورتیں مردانی وَضع اختیار کریں گی اور مرد زَنانی وضع۔

۱۴﴾ گانے باجے کی کثرت ہوگی۔

۱۵﴾ ملاقات کے وَقت سلام کے بجائے لوگ گالی گلوچ سے پیش آئیں گے۔

۱۶﴾ مسجد کے اندر شور وغُل اور دُنیا کی باتیں ہوں گی۔

۱۷﴾ لوگ نماز کی شرائط وارکان کا لحاظ کئے بغیر نماز پڑھیں گے، یہاں تک کہ پچاس میں سے ایک نماز بھی قبول نہ ہوگی۔

س ۳۳ قیامت کی علاماتِ کبریٰ کیا کیا ہیں؟

ج علاماتِ کبریٰ یہ ہیں:

۱﴾ دَجّال کا ظاہر ہونا۔

۲﴾ حضرتِ سیِّدُنا عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نُزول فرمانا۔

۳﴾ حضرتِ سیِّدُنا امام مہدی رضی اللہ عنہ کا ظاہر ہونا۔

۴﴾ یاجوج وماجوج کا نکلنا۔

۵﴾ دُھویں کا پیدا ہونا۔

۶﴾ دَابَّۃُ الارض کا نکلنا۔

۱﴾ سورج کا مغرب سے نکلنا۔

۱﴾ حضرتِ سیِّدُنا عیسیٰ علیہ السلام کا دُنیا سے پردہ فرمانا وغیرہ۔

س ۹۲ دَجّال کون ہے اور یہ کب اور کیسے ظاہر ہوگا؟

ج دَجّال قومِ یہود کا ایک مَرد ہے، جو اِس وَقت بحکمِ الٰہی عزَّ وجلَّ دریائے طبرستان کے جزائر میں قید ہے۔ یہ آزاد ہو کر ایک پہاڑ پر آئے گا، وہاں بیٹھ کر آواز لگائے گا، دوسری آواز پر وہ لوگ جمع ہو جائیں گے جنہیں بدبخت ہونا ہے، پھر یہ ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ ملکِ خدا عزَّ وجلَّ میں فُتور پیدا کرنے کیلئے شام وعراق کے درمیان سے نکلے گا۔ اس کی ایک آنکھ اور ایک اَبرو بالکل نہ ہوگی، اسی وجہ سے اسے مسیح کانا کہتے ہیں۔ اس کے ساتھ یہود کی فوجیں ہوں گی، وہ ایک بڑے گدھے پر سوار ہوگا اور اس کی پیشانی پر ''ک اف ر'' یعنی کافر لکھا ہوگا، جسے ہر مسلمان پڑھے گا البتہ کافِر کو نظر نہ آئے گا۔

اس کا فتنہ بہت شدید ہوگا، چالیس دِن رہے گا جن میں سے پہلا دِن سال بھر کے برابر ہوگا، دوسرا ایک مہینہ بھر کے برابر ہوگا، تیسرا ایک ہفتے کے برابر اور بقیہ عام دِنوں جیسے ہوں گے۔ وہ بہت تیزی سے ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچے گا۔ جیسے بادَل، جسے ہوا اُڑاتی ہو، وہ خدائی کا دعویٰ کرے گا۔ اس کے ساتھ ایک باغ اور ایک آگ ہوگی جن کا نام جنّت و دوزخ رکھے گا، مگر وہ جو دیکھنے میں جنت معلوم ہوگی حقیقۃً وہ آگ ہوگی اور جو جہنم دکھائی دے گا وہ مقامِ راحت ہوگی۔

جو اُس پر ایمان لے آئیں گے اُن کیلئے بادل کو حکم دے گا، تو وہ برسنے لگے گا اور زمین کو حکم دے گا تو کھیتی اُگ آئے گی، جو اُسے نہ مانیں گے ان کے پاس سے چلا جائے گا تو وہ قحط میں مُبتلا ہو جائیں گے اور تہی دَست رہ جائیں گے۔ ویرانے میں جائے گا تو وہاں کے دفینے شہد کی مکھیوں کی طرح اس کے ہمراہ ہولیں گے۔ الغرض! اِس قسم کے بہت سے شعبدے دِکھائے گا۔ حقیقت میں یہ سب جادو ہوگا، اس لئے اس کے وہاں سے جاتے ہی لوگوں کے پاس کچھ نہ رہے گا۔ ایسے وَقت میں مسلمان ذِکرِ خدا عزّ وجل کریں گے جس سے ان کی بھوک و پیاس ختم ہو جائے گی۔ چالیس دِن میں تمام زمین کا گشت کرے گا مگر مکّۃ معظّمہ و مدینہ مُنوّرہ میں جب بھی داخل ہونا چاہے گا فِرشتے اس کا مُنہ پھیر دیں گے۔ پھر جب وہ ساری دُنیا میں گھوم پھر کر ملکِ شام پہنچے گا تو اس وَقت حضرتِ سیِّدُنا عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے۔

س ۹۳ حضرتِ سیِّدُنا عیسیٰ علیہ السلام کب اور کہاں نُزول فرمائیں گے؟

ج جب دَجّال کا فتنہ اپنی انتہا کو پہنچ چکے گا اور یہ ملعون تمام دُنیا میں پھر کر ملکِ شام میں پہنچے گا جہاں تمام اہلِ عرب سمٹ کر جمع ہو چکے ہوں گے یہ خبیث ان سب کا محاصرہ کرلے گا۔ ان میں بائیس ہزار جنگجو مرد اور ایک لاکھ عورتیں ہونگی۔ اسی حالت میں قلعہ بند مسلمانوں کو اچانک غیب سے آواز آئے گی کہ گھبراؤ نہیں فریاد رَس آ پہنچا۔ اس وَقت حضرتِ سیِّدُنا عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے دو فِرشتوں کے پروں پر ہاتھ رکھے زَرد رنگ کا جوڑا زیب تن کئے ہوئے، نہایت نورانی صورت میں دِمشق کی جامع مسجِد کے شرقی منارے پر دینِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے حاکم اور امامِ عادل و مجدِدِ ملّت ہو کر نزول فرمائیں گے۔ وہ صبح کا وَقت ہوگا، نمازِ فجر کیلئے اِقامت ہو چکی ہوگی، حضرتِ سیِّدُنا امام مہدی رضی اللہ عنہ آپ علیہ السلام سے امامت کی درخواست کریں گے، حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام حضرتِ سیدنا امام مہدی رضی اللہ عنہ کی پشت پر ہاتھ رکھ کر فرمائیں گے، آگے بڑھو نماز پڑھاؤ کہ تکبیر تمہارے ہی لئے ہوئی ہے۔ حضور تاجدارِ عرب وعجم، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ مکرم ہے، ''تمہارا حال کیسا ہوگا جب تم میں ابنِ مریم علیہ السلام نزول فرمائیں گے اور تمہارا امام تم ہی میں سے ہوگا۔'' یعنی تمہاری اس وَقت کی خوشی اور فخر بیان سے باہَر ہے کہ رُوح اللہ علیہ السلام نبی و رسول ہونے کے باوُجود تم پر اُتریں، تم میں رہیں، تمہارے معین و یاوَر بنیں اور تمہارے امام کے پیچھے نماز پڑھیں۔

س ۹۴ حضرتِ سیّدُنا امام مہدی رضی اللہ عنہ کون ہیں؟

ج حضرتِ سیّدُنا امام مہدی رضی اللہ عنہ بارہ اماموں میں سب سے آخری اور خلیفۃُ اللہ عزّ وجلّ ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کا اسمِ گرامی ''محمد'' والد صاحب کا نام ''عبداللّٰہ'' اور والدہ صاحبہ کا نام ''آمنہ'' ہوگا۔ آپ رضی اللہ عنہ نسبتاً سیّد حَسَنی، حضرت سیّدتنا بی بی فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کی اولاد سے ہونگے اور مادری رشتوں میں حضرتِ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے بھی آپ کا کچھ تعلّق ہوگا۔ چالیس سال کی عمر میں آپ رضی اللہ عنہ کا ظہور ہوگا، آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت سات یا آٹھ یا نو سال ہوگی۔ اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کا وِصال ہوجائے گا۔ حضرت سیّدُنا عیسٰی علیہ السلام آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائیں گے۔ چُنانچہ رِوایات میں ہے کہ جب تمام علاماتِ صغریٰ واقع ہوچکیں گی، تو اس وَقت نصاریٰ عیسائیوں کا غلبہ ہوگا، رُوم وشام اور تمام ممالکِ اسلام، حَرمین شریفین کے علاوہ سب مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل جائیں گے۔ تمام زمین فتنہ وفساد سے بھر جائے گی، اس وقت اَبدال بلکہ تمام اولیاءُ اللہ علیہم الرحمۃ سب جگہ سے سمٹ کر حَرمین شریفین کو ہجرت کر جائیں گے اور ساری زمین کفرستان ہوجائے گی رَمضان شریف کا مہینہ ہوگا۔ اَبدال طواف میں مصروف ہونگے اور حضرتِ سیّدُنا امام مہدی رضی اللہ عنہ بھی جن کی عمر مبارَک اس وقت چالیس سال ہوگی، وہاں ہونگے۔ اولیاءُ اللہ علیہم الرحمۃ انہیں پہچان کر درخواستِ بیعت کریں گے، آپ رضی اللہ عنہ انکار فرمائیں گے، دفعۃً غیب سے ایک آواز آئے گی، ھٰذا خلیفۃُ اللّٰہ المھدی فاسمعوا لہٗ واَطِیْعوہ ''یہ اللہ عزّ وجلّ کا خلیفہ مہدی ہے، اس کی بات سنو اور اس کا حکم مانو۔'' اب تمام اولیاءِ کرام علیہم الرحمۃ اور اہلِ اسلام آپ رضی اللہ عنہ کے دَستِ مبارَک پر بیعت کریں گے۔ آپ رضی اللہ عنہ وہاں سے سب کو اپنے ہمراہ لے کر ملکِ شام تشریف لے جائیں گے۔

س ۹۵ یاجوج ماجوج کون ہیں؟

ج یاجوج ماجوج، یافث بن نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے فسادی گروہ ہیں، ان کی تعداد بہت زِیادہ ہے، وہ زمین میں فساد کرتے تھے یہ ایامِ ربیع میں نکلتے تھے کھیتیاں اور سبزیاں سب کچھ کھا جاتے تھے، حضرتِ سیّدُنا سکندر ذوالقرنین رضی اللہ عنہ جو مؤمنِ صالح اور اللہ عزّ وجلّ کے مقبول بندے اور تمام دُنیا پر حکمران تھے، لوگوں نے ان سے یاجوج وماجوج کی شکایت کی، چُنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے ان کی درخواست پر بنیاد کھدوائی۔ جب پانی تک پہنچ گئی تو اس میں پگھلائے ہوئے تانبے سے پتھر جمائے گئے اور لوہے کے تختے اوپر نیچے چُن کران کے درمیان لکڑی اور کوئلہ بھروادیا اور آگ دے دی، اسی طرح یہ دیوار پہاڑ کی بلندی تک اونچی کردی گئی اور اوپر سے پگھلا ہوا تانبہ دیوار میں پلادیا گیا یہ سب مل کر ایک انتہائی سخت جسم ہوگیا۔ اس کی چوڑائی ساٹھ گز ہے اور لمبائی ڈیڑھ سو فرسنگ۔ شہنشاہِ ابرار، شفیعِ روزِ شمار، دوعالم کے مالک ومختار، باذنِ پروردگار غیبوں پر خبردار، جنابِ احمدِ مختار صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ والا تبار ہے کہ یاجوج ماجوج روزانہ اس دِیوار کو توڑتے ہیں اور دِن بھر محنت کرتے ہیں، جب اس کے توڑنے

کے قریب ہوتے ہیں تو ان میں سے کوئی کہتا ہے کہ اب چلو! باقی کل توڑیں گے۔ دوسرے روز جب آتے ہیں تو وہ دِیوار بحکمِ الٰہی عزوجل پہلے سے زیادہ مضبوط ہوچکی ہوتی ہے۔ پھر جب ان کے خُروج کا وَقت آئے گا تو ان میں سے ایک کہنے والا کہے گا اب چلو! باقی کل توڑیں گے اِن شاءَ اللہ عزوجل چُنانچہ ان شاءَ اللہ عزوجل کہنے کا فائدہ یہ ہوگا کہ اس دِن کی محنت رائیگاں نہیں جائے گی اور اگلے روز انہیں دیوار اتنی ہی ٹوٹی ہوئی ملے گی جتنی گزشتہ روز توڑ گئے تھے، اب وہ باہَر نکل آئیں گے۔

س ۹٦ یاجوج ماجوج کا خروج کب ہوگا؟

ج قتلِ دَجّال کے بعد جب لوگ امن وامان کی زندگی بسر کر رہے ہوں تو اس وَقت حضرتِ سیِّدُنا عیسیٰ علیہ السلام کو حکمِ الٰہی عزوجل ہوگا کہ مسلمانوں کو کوہِ طور پر لے جائیں، اس لئے کہ اب کچھ ایسے لوگ ظاہر کئے جائیں گے جن سے لڑنے کی کسی کو طاقت نہیں۔ چُنانچہ آپ علیہ السلام لوگوں کو لے کر قلعۂ طور پر تشریف لے جائیں گے، اس کے بعد یاجوج ماجوج ظاہر ہونگے، ان کی تعداد اتنی ہوگی کہ ان کی پہلی جماعت جب بحیرۂ طبریہ پر (جس کا طول دس میل ہوگا) سے گزرے گی تو اس کا سارا پانی پی کر اس طرح سُکھادے گی کہ جب دوسری جماعت وہاں آئے گی تو کہے گی کہ یہاں کبھی پانی تھا ہی نہیں۔ غرض یہ لوگ ہر طرف پھیل کر فتنہ وفساد اور قتل وغارت برپا کریں گے۔ پھر جب دُنیا میں قتل وغارت کرچکیں گے تو کہیں گے کہ زمین والوں کو تو قتل کرلیا، آؤ! اب آسمان والوں کو بھی قتل کردیں۔ یہ کہہ کر اپنے تیر آسمان کی طرف پھینکیں گے۔ خدا عزوجل کی قدرت سے اُن کے تیر اُوپر سے خون آلود گریں گے۔ یہ سمجھیں گے کہ آسمان والے بھی ہلاک ہوگئے۔ اِدھر یہ اپنی حرکتوں میں مشغول ہونگے اور وہاں پہاڑ پر حضرتِ سیِّدُنا عیسیٰ علیہ السلام اپنے ساتھیوں کے ساتھ محصور ہونگے۔ محصورین میں قحط کا عالم یہ ہوگا کہ ان کے نزدیک گائے کے سَر کی وہ وُقعت ہوگی جو آج سو اشرفیوں کی نہیں۔ اس وَقت حضرتِ سیِّدُنا عیسیٰ علیہ السلام اپنے حواریوں کے ساتھ اس مصیبت سے چھٹکارے کی دُعا فرمائیں گے، اس پر اللہ عزوجل یاجوج ماجوج کی گردنوں میں ایک قِسم کے کیڑے پیدا کردے گا جس کے سبب ایک ہی رات میں وہ سب ہلاک ہوجائیں گے۔

س ۹۷ یاجوج ماجوج کے ہلاک ہونے کے بعد کیا ہوگا؟

ج ان کے مرنے کے بعد جب حضرتِ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے اصحاب پہاڑ سے اُتریں گے، تو دیکھیں گے کہ تمام زمین ان کی لاشوں اور بدبو سے بھری پڑی ہے۔ حتّٰی کہ ایک بالشت زمین بھی خالی نہ ہوگی، آپ علیہ السلام اپنے ساتھیوں کے ساتھ پھر دُعا فرمائیں گے۔ اللہ عزوجل ایک سخت آندھی اور ایک خاص قِسم کے پرندے بھیجے گا۔ وہ ان کی لاشوں کو جہاں اللہ عزوجل چاہے گا پھینک آئیں گے اور ان کے تیر و ترکش کو مسلمان سات برس تک جلائیں گے، پھر اس کے بعد بارش ہوگی جس سے زمین بالکل ہموار ہوجائے گی اور زمین کو حکم ہوگا کہ اپنی بَرَکتیں اُگل دے تو یہ حالت ہوگی کہ انار اتنے بڑے بڑے پیدا ہونگے کہ ایک انار سے ایک جماعت کا پیٹ بھرے گا اور اس کے چھلکے کے سائے میں دَس آدمی بیٹھیں گے اور دُودھ میں یہ بَرَکت ہوگی کہ ایک اونٹنی کا دُودھ جماعت کو کافی ہوگا اور ایک گائے کا دُودھ قبیلے بھر کو اور ایک بکری کا خاندان بھر کو کفایت کرے گا۔

س ۹۸ حضرتِ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کب تک دُنیا میں قِیام فرمائیں گے؟

ج حضرتِ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام چالیس سال تک زمین میں امامتِ دِین وحکومتِ عدل فرمائیں گے۔ اس میں سات سال دَجّال کی ہلاکت کے بعد کے ہیں۔ ان ہی میں آپ علیہ السلام نکاح فرمائیں گے، آپ علیہ السلام کی اولاد بھی ہوگی۔ حضور تاجدارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ، صاحبِ معطّر پسینہ، باعثِ نزولِ سکینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزارِ اقدس پر حاضر ہوکر سلام عرض کریں گے۔ قبرِ انور سے سلام کا جواب آئے گا۔ پھر رَوحا کے راستہ سے حج یا عمرہ ادا فرمائیں گے۔ اس کے بعد آپ علیہ السلام وِصال فرماجائیں گے، مسلمان ان کی تجہیز کریں گے نہلائیں گے، خوشبو لگائیں گے کفن دیں گے، نماز پڑھیں گے اور ہمارے پیارے آقا ومولیٰ، حضور سیدُ الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلوئے مبارک میں، گنبدِ خضرا کے سائے میں آپ علیہ السلام دَفن کئے جائیں گے۔

س ۹۹ دُھواں کب ظاہر ہوگا اور اس کا اثر کیا ہوگا؟

ج حضرتِ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد قبیلۂ قحطان میں سے ایک شخص جَہجاہ نام کے آپ علیہ السلام کے خلیفہ ہونگے، جو کہ یمن کے رہنے والے ہونگے، ان کے بعد چند بادشاہ اور ہونگے جن کے عہد میں پھر سے کفر وجہالت کا دَور دَورہ ہوجائے گا۔ اسی اَثناء میں ایک مکان مغرب میں اور ایک مشرق میں جہاں منکرینِ تقدیر رہتے ہونگے زمین میں دھنس جائیگا۔ اس کے بعد آسمان سے دُھواں نمودار ہوگا جس سے آسمان سے زمین تک اندھیرا ہوجائے گا، یہ اندھیرا چالیس روز تک رہے گا، اس سے مسلمان زُکام میں مبتلا ہوجائیں گے جب کہ کافروں اور منافقوں پر بے ہوشی طاری ہوجائے گی، بعض ایک دِن کے بعد، بعض دو دِن کے بعد اور بعض تین دِن کے بعد ہوش میں آئیں گے، پھر مغرب سے آفتاب طلوع ہوگا۔

س ۱۰۰ سورج مغرب سے کیسے طلوع ہوگا؟

ج روزانہ آفتاب بارگاہِ الٰہی عزّ وجل میں سجدہ کرکے اذنِ طلوع چاہتا ہے، جب اجازت ملتی ہے تب طلوع ہوتا ہے۔ قربِ قیامت میں جب آفتاب حسبِ معمول طلوع کی اجازت چاہے گا، تو اجازت نہ ملے گی اور حکم ہوگا کہ واپس جا، وہ واپس ہوجائے گا اور اس کے بعد ماہِ ذی الحجہ میں یومِ نَحر کے بعد رات اس قدر لمبی ہوجائے گی کہ بچّے چلا اُٹھیں گے۔ مسافر تنگدل اور مویشی چراگاہ کے لئے بے قرار ہوجائینگے۔ یہاں تک کہ لوگ بے چینی کی وجہ سے نالہ وزاری کریں گے اور توبہ توبہ پکاریں گے، آخر تین چار رات کی مقدار روزانہ ہونے کے بعد آفتاب مغرب سے اضطراب کی حالت میں چاند گرہن کی مانند تھوڑی روشنی کے ساتھ نکلے گا اور نصف آسمان تک آکر لوٹ جائے گا اور جانبِ مغرب غروب ہوگا اس کے بعد پھر مشرق سے طلوع ہوا کرے گا۔ اس نشانی کے ظاہر ہوتے ہی توبہ کا دروازہ بند ہوجائے گا۔ کافر اپنے کافر سے یا گناہ گار اپنے گناہوں سے توبہ کرنا بھی چاہے گا تو توبہ قبول نہ ہوگی اور اس وَقت کسی کا اسلام لانا قابلِ قبول نہ ہوگا۔

س ۱۰۱ دَابَّۃُ الْاَرض کیا ہے اور یہ کب نکلے گا؟

ج دابّۃ الارض عجیب شکل کا ایک جانور ہوگا جو کوہِ صَفا سے برآمد ہوکر تمام شہروں میں بہت جلد پھرے گا اور ایسی تیزی سے دَورہ کرے گا کہ کوئی بھاگنے والا اس سے نہ بچ سکے گا۔ فصاحت کے ساتھ کلام کرے گا اور بزبانِ فصیح کہے گا، ھٰذا مؤمن وھٰذا کافِر ''یہ مؤمن ہے اور یہ کافر ہے۔'' اس کے ایک ہاتھ میں حضرتِ سیّدُنا موسیٰ علیہ السلام کا عصاء اور دوسرے میں حضرتِ سیّدُنا سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی ہوگی۔ عصاء سے ہر مسلمان کی پیشانی پر ایک نورانی خط بنائے گا، جس سے سیاہ چہرہ نورانی ہوجائے گا اور انگوٹھی سے ہر کافر کی پیشانی پر سیاہ مہر لگائے گا، جس سے اس کا چہرہ بے رونق ہوجائے گا۔ اس وَقت تمام مسلمان وکافر اعلانیہ ظاہر ہونگے۔ یہ علامت کبھی بھی نہ بدلے گی۔ جو کافر ہے ہرگز ایمان نہ لائے گا اور جو مسلمان ہے ہمیشہ ایمان پر قائم رہے گا۔ آفتاب کے مغرب سے طلوع ہونے کے دوسرے روز لوگ اسی واقعہ کا چرچا کرنے میں مشغول ہونگے کہ اچانک کوہِ صفا زلزلے سے پھٹ جائے گا اور یہ جانور نکلے گا۔ پہلے یمن میں پھر نجد میں ظاہر ہوکر غائب ہوجائے گا اور تیسری بار مکّہ معظّمہ میں ظاہر ہوگا۔

س ۱۰۲ اس کے بعد پھر کیا ہوگا؟

ج جب قِیامت قائم ہونے میں صِرف چالیس سال رہ جائیں گے، ایک خوشبودار ٹھنڈی ہوا چلے گی جو لوگوں کے بغلوں کے نیچے سے نکلے گی۔ جس کا اثر یہ ہوگا کہ مسلمان کی روح قبض ہوجائے گی یہاں تک کہ کوئی اہلِ ایمان اہلِ خیر نہ ہوگا اور کافر ہی کافر رہ جائیں گے، کفّارِ حبشہ کا غلبہ ہوگا اور ان کی سلطنت ہوگی حکام کی ظلم اور رِعایا کی ایک دوسرے پر دَست دَرازی رفتہ رفتہ بڑھ جائے گی، بُت پرستی عام ہوگی اور قحط اور وَبا کا ظہور ہوگا۔ اس وقت ملکِ شام میں کچھ اَمن ہوگا، دیگر ممالک کے لوگ

اہل وعیال سمیت ملکِ شام کو روانہ ہونگے۔ اسی اثناء میں ایک بڑی آگ جنوب سے نمودار ہوگی۔ وہ ان کا تعاقب کرے گی یہاں تک کہ وہ شام میں پہنچ جائیں گے۔ پھر وہ آگ غائب ہوجائے گی۔ یہ چالیس سال کا زمانہ ایسا گزرے گا کہ اس میں کسی کے اَولاد نہ ہوگی۔ یعنی چالیس سال سے کم عمر کا کوئی نہ ہوگا اور دُنیا میں کافر ہی کافر ہونگے۔ اللہ عزّ وجل کہنے والا کوئی نہ ہوگا کہ اچانک جُمعہ کے روز جو کہ یومِ عاشورہ بھی ہوگا (یعنی دس محرم الحرام) اور لوگ اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہونگے کہ صبح کے وَقت اللہ تعالیٰ حضرتِ سیّدُنا اسرافیل علیہ السلام کو صور پھونکنے کا حکم دے گا اور کافروں پر قیامت قائم ہوگی۔

حشر و نشر کا بیان

س ۱۰۳ حشر ونشر مَعاذ کسے کہتے ہیں؟

ج حشر، نشر، معاد، یوم بعث، یومِ نشور، ساعت، سب قیامت کے نام ہیں۔ جس طرح دُنیا میں ہر چیز انفرادی طریقہ سے فنا ہوئی اور مٹتی رہتی ہے ایسے ہی دُنیا کی بھی ایک عمر ہے جو اللہ عزّ وجل کے علم میں مقرر ہے، اس کے پورا ہونے کے بعد ایک دِن ایسا آئے گا کہ تمام کائنات فنا ہوجائے گی اسی کو قیامت کہتے ہیں۔ اس وَقت اُس ایک اللہ عزّ وجل کے سوا دوسرا کوئی نہ ہوگا اور وہ تو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

س ۱۰۴ اس عقیدے پر ایمان لانا کس حد تک ضروری ہے؟

ج حشر ونشر پر ایمان لانا اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ایک اہم عقیدہ ہے۔ اس پر ایمان لائے بغیر آدمی ہرگز مسلمان نہیں ہوسکتا۔ یہ عقیدہ اس قدر ضروری ہے کہ اس عقیدے کے بغیر انسان گناہوں سے پوری طرح نہ بچ سکتا ہے، نہ عبادت میں مَشقّت اُٹھاسکتا ہے، نہ جان و مال قربان کرسکتا ہے۔ دُنیاوی سزا کا خوف یا بدنامی کا ڈر اسی وقت تک آدمی کو جرم سے باز رکھ سکتا ہے جب تک کہ اس کے ظاہر ہوجانے کا خوف ہو اور جب کسی کو یہ یقین ہوجاتا ہے کہ میرا یہ جُرم کوئی نہیں جان سکتا تو بلا تکلّف بڑے سے بڑے جُرم کا مرتکب ہوجاتا ہے۔ صِرف یہ عقیدہ آدمی کو اِرتکابِ جُرم سے روکتا ہے کہ ہمارے تمام نیک و بد اَعمال کی سزا و جزا کا ایک دِن مقرر ہے، اسی دِن کا نام قیامت ہے اور اس دِن کا مالک اللہ تعالیٰ ہے، دُنیا کے اکثر بڑے بڑے عقل مند اختلافِ مذہب کے باوُجود اس بات پر متفق ہیں کہ اس زندگی کے بعد کوئی دوسری زندگی بھی آنے والی ہے، اسی موت تک معاملہ ختم نہیں ہوجاتا۔ اُس دوسری زندگی میں ہماری سعادت وشقاوَت کا مَدار ہماری اس زندگی کے اَعمال واَفعال پر ہے۔

یعنی جیسی کرنی ویسی بھرنی

س ۱۰۵ حشر صِرف روح کا ہوگا یا روح و جسم دونوں کا؟

ج حشر صِرف روح کا نہیں بلکہ رُوح و جسم دونوں کا ہے، جو یہ کہے کہ صِرف روحیں اُٹھیں گی، جسم زندہ نہ ہوں گے وہ قیامت کا منکر ہے اور ایسا کہنے والا کافر ہے۔ جسم کے اَجزاء اگرچہ مرنے کے بعد بکھر گئے ہوں یا مختلف جانور کھا گئے ہوں، مگر اللہ تعالیٰ ان سب اَجزاء کو جمع فرما کر پہلی صورت پر لائے گا، پھر اُنہیں ان اجزاء پر ترکیب دے گا جو کہ تخمِ جسم ہیں اور محفوظ ہیں اور ہر روح کو اسی جسم سابق میں بھیجے گا جس کے ساتھ وہ متعلق تھی۔

س ۱۰۶ کائنات کس طرح فنا کی جائے گی؟

ج جب قِیامت کی نشانیاں پوری ہولیں گی اور مسلمانوں کے بغلوں کے نیچے سے وہ خوشبودار ہَوا گزر جائے گی جس سے تمام مسلمانوں کی وفات ہو جائے گی۔ تب دُنیا میں کافر ہی کافر ہوں گے اور اللہ عزّ وجل کہنے والا کوئی نہ ہوگا اور لوگ اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہوں گے کہ اچانک حضرتِ سیّدُنا اسرافیل علیہ السلام کو صُور پھونکنے کا حکم ہوگا۔ چُنانچہ آپ علیہ السلام صور پھونکنا شروع کریں گے، شروع شروع میں اس کی آواز بہت باریک ہوگی پھر رفتہ رفتہ بلند ہوتی چلی جائے گی، لوگ کان لگا کر اُسے سنیں گے اور بیہوش ہوجائیں گے۔ اس بیہوشی کا اثر یہ ہوگا کہ ملائکہ اور زمین والوں میں سے اس وَقت جو لوگ زندہ ہوں گے، یعنی جن پر موت نہ آئی ہوگی وہ بھی اس سے مر جائیں گے اور جن پر موت وَارد ہو چکی پھر اللہ تعالیٰ نے اُنہیں حیات عطا فرمائی اور وہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں، جیسا کہ انبیاءِ کرام علیہم السلام و شہداء اُن حضرات پر اس نفخہ سے بے ہوشی کی سی کیفیت طاری ہوگی۔ جب کہ وہ لوگ جو قبروں میں مرے پڑے ہیں اُنہیں اس نفخہ کا شعور بھی نہ ہوگا۔ زمین و آسمان میں ہلچل پڑ جائے گی۔ زمین اپنے تمام بوجھ اور خزانے باہر نکال دے گی، پہاڑ ہل ہل کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور دُھنی ہوئی روئی یا اُون کے گالے کی طرح اُڑنے لگیں گے۔ آسمان کے تمام ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گر پڑیں گے اور ایک دوسرے سے ٹکرا کر ریزہ ریزہ ہو کر فنا ہو جائیں گے۔ اس طرح ہر چیز فنا ہو جائے گی۔ یہاں تک کہ صور اور حضرتِ سیّدُنا اسرافیل علیہ السلام اور تمام ملائکہ بھی فنا ہو جائیں گے، اُس وقت اس واحدِ حقیقی عزّ وجل کے سوا کوئی نہ ہوگا۔ وہ فرمائے گا، آج کس کی بادشاہت ہے، کہاں ہیں جبّارین، کہاں ہیں متکبّرین! مگر ہے کون جو جواب دے۔ پھر خود ہی فرمائے گا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ "صِرف اللہ واحدِ قہار عزّ وجل کی سلطنت ہے۔"

س۱۰۷ سب سے پہلے کسے دوبارہ زِندہ کیا جائے گا؟

ج اللہ عزّوجل جب چاہے گا سب سے پہلے حضرتِ سیّدُنا اسرافیل علیہ السلام کو زندہ فرمائے گا اور صُور کو پیدا کر کے دوبارہ پھونکنے کا حکم دے گا۔ صور پھونکتے ہی تمام اوّلین و آخرین، ملائکہ، اِنس و جنّ وحیوانات موجود ہو جائیں گے، اوّل حاملانِ عرش پھر حضرتِ سیّدُنا جبرائیل پھر حضرتِ سیّدُنا میکائیل اور پھر حضرت سیدنا عزرائیل علیہم السلام اُٹھیں گے۔ پھر از سرِ نو، زمین، آسمان، چاند، سورج موجود ہوں گے، پھر ایک بارش برسے گی جس سے سبزہ کی مثل زمین کا ہر ذِی روح جسم کے ساتھ زندہ ہوگا۔ سب سے پہلے حضور سرورِ عالم، نورِ مجسّم، شہنشاہِ معظم، ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبرِ اَنور سے یوں تشریف لائیں گے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں دستِ اَنور میں حضرت سیّدُنا صِدّیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ ہوگا اور بائیں دستِ انور میں حضرت سیّدُنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا ہاتھ۔ پھر مکّہ معظّمہ و مدینۂ طیبہ کے مقابر میں جتنے مسلمان دَفن ہیں سب کو اپنے ہمراہ لے کر میدانِ حشر میں تشریف لے جائیں گے۔

س۱۰۸ محشر میں لوگوں کی حالت کیا ہوگی؟

ج قیامت کے روز جب لوگ اپنی اپنی قبروں سے ننگے بدن، ننگے پاؤں، ناختنہ شدہ اُٹھیں گے تو محشر کے اُس عجیب منظر کو حیرت زدہ ہو کر ہر طرف نگاہیں اُٹھا اُٹھا کر دیکھیں گے، مؤمنوں کی قبروں پر اللہ عزّوجل کی رَحمت سے کچھ سواریاں حاضر کی جائیں گی۔ ان میں بعض تنہا سوار ہوں گے اور کسی سواری پر دو، کسی پر تین، کسی پر چار، کسی پر دَس ہونگے۔ جبکہ کافر مُنہ کے بل چلتا ہوا میدانِ حشر کو جائے گا۔ یہ میدانِ حشر ملکِ شام کی زمین پر قائم ہوگا۔ زمین ایسی ہموار ہوگی کہ اِس کنارہ پر رائی کا دانہ گر جائے تو دوسرے کنارے سے دِکھائی دے۔ یہ زمین دُنیا کی مٹی والی زمین نہ ہوگی بلکہ تانبے کی ہوگی۔ اسے اللہ عزّوجل قیامت کے دِن کیلئے پیدا فرمائے گا۔ اس دِن آفتاب ایک میل کے فاصلے پر ہوگا اور اس کا مُنہ اس زمین کی طرف ہوگا، تپش اور گرمی کا کیا پوچھنا، اللہ عزّوجل پناہ میں رکھے (آمین) بھیجے کھولتے ہوں گے اور اس کثرت سے پسینہ نکلے گا کہ ستّر گز زمین میں جذب ہو جائے گا پھر جو پسینہ زمین نہ پی سکے گی وہ اوپر چڑھے گا، کسی کے ٹخنوں تک ہوگا، کسی کے گھٹنوں تک، کسی کے کمر، کسی کے سینہ، کسی کے گلے تک اور کافر کے تو مُنہ تک چڑھ کر لگام کی طرح جکڑ لے گا جس میں وہ ڈبکیاں کھائے گا، اس گرمی کی حالت میں پیاس کے باعث زبانیں سوکھ کر کانٹا ہو جائیں گے۔ دِل اُبل کر گلے تک آ جائیں گے اور ہر مُبتَلا اپنے گناہوں کی مقدار کے برابر تکلیف میں مبتلا کیا جائے گا اور ان مصیبتوں کے باوُجود کوئی کسی کا پُرسانِ حال نہ ہوگا، پھر حساب و کتاب شروع ہوگا، سب کے اعمال نامے سامنے رکھ دیئے جائیں گے، انبیاءِ کرام علیہم السلام اور دوسرے گواہ دربار میں حاضر ہوں گے اور ہر شخص کے اعمال کا نہایت انصاف سے ٹھیک ٹھیک فیصلہ سنایا جائے گا۔ کسی پر کسی طرح کی زیادتی نہ ہوگی، ان تمام مرحلوں کے بعد اب اسے ہمیشگی کے گھر میں جانا ہے۔

کسی کو آرام کا گھر ملے گا جس کی آسائش کی کوئی انتہا نہیں، اس کو **جَنّت** کہتے ہیں، یا تکلیف کے گھر جانا پڑے گا جس کی تکلیف کی کوئی حد نہیں اسے **جَہنّم** کہتے ہیں۔

س ۱۰۹ حشر ونشر، ثواب وعذاب وغیرہ کے کچھ اور بھی معنیٰ لئے جاسکتے ہیں؟

ج قیامت وبَعْث وحساب وحشر وثواب وجنّت و دوزخ سب کے وہی معنیٰ ہیں جو مسلمانوں میں مشہور ہیں۔ جو شخص ان چیزوں کو تو حق کہے مگر ان کے نئے معنیٰ گھڑے مثلاً کہے کہ جنت صِرف ایک اعلیٰ دَرَجہ کی رَاحت کا نام ہے یا یہ کہے کہ روحانی اَذِیّت کے اعلیٰ دَرَجہ پر محسوس ہونے کا نام دوزخ ہے، یا ثواب کے معنیٰ اپنی نیکیوں کو دیکھ کر خوش ہونا اور عذاب کے معنیٰ اپنے بُرے اعمال کو دیکھ کر غمگین ہونا بتائے یا کہے کہ حشر فقط روحوں کا ہوگا۔ وہ حقیقتاً ان چیزوں کا منکر ہے اور ایسا شخص قطعاً دائرۂ اسلام سے خارج ہے، یونہی فِرِشتوں کے وُجود کا انکار کرنا یا یہ کہنا کہ فِرِشتہ نیکی کی قوّت کو کہتے ہیں یا جنّوں کے وُجود کا انکار کرنا یا بدی کی قوّت کا نام جن یا شیطان رکھنا کُفر ہے۔ غرض حشر ونشر، ثواب وعذاب، جنّت و دوزخ وغیرہا کے متعلّق جو عقیدے مسلمانوں میں مشہور ہیں اور ان کے جو معنیٰ اہلِ اسلام میں مُراد لئے جاتے ہیں یہی معنیٰ قرآنِ پاک واحادیثِ شریفہ میں صاف روشن الفاظ میں بیان کئے گئے ہیں اور یہ اُمور اِسی طور پر **تواتُر** کے ساتھ منقول ہوتے ہوئے ہم کو پہنچے ہیں، تو جو شخص ان لفظوں کا تو اِقرار کرے لیکن یوں کہے کہ ان کے ایسے معنیٰ مراد ہیں جو اِن کے ظاہر الفاظ سے سمجھ میں نہیں آتے ایسا شخص یقیناً دائرۂ اسلام سے خارج، ضروریاتِ دِین کا منکر اور کافر ومرتد ہے۔

آخِرت کے واقعات

س ۱۱۰ اعمال نامے سے کیا مُراد ہے؟

ج اللہ عزّ وجل نے انسان کے اعمال کی نگہداشت کیلئے کچھ فرِشتے مقرر فرمائے ہیں جن کو کِراماً کاتبین کہتے ہیں، وہ ہر انسان کی نیکیاں اور بدیاں لکھتے رہتے ہیں، ہر آدمی کے ساتھ دو فرشتے ہوتے ہیں، ایک دائیں ایک بائیں۔ داہنی طرف کا فرشتہ نیکیاں لکھتا ہے اور بائیں طرف کا بدیاں۔ اسی صحیفے یا نوِشتے کو اعمال نامہ کہا جاتا ہے۔ اسے یوں سمجھ لو کہ ہمارے اچھے بُرے تمام کاموں کے مکمل ریکارڈ کا نام اَعمال نامہ ہے۔ قِیامت کے دِن ہر شخص کا نامہ اعمال اسے دیا جائے گا۔ نیک لوگوں کے داہنے ہاتھ میں اور بدوں کے بائیں ہاتھ میں اور کافر کا سینہ توڑ کر اس کا بایاں ہاتھ اس کی پشت سے نکال کر پیٹھ کے پیچھے دیا جائے گا۔ اس میں ساری زندگی کے اعمال درج ہونگے۔ ہر آدمی اس وَقت یقین کرے گا کہ اس کا ہر اچھا اور بُرا عمل اس میں موجود ہے۔ اس میں اپنے گناہوں کی فہرست پڑھ کر مجرم خوف کھائیں گے کہ دیکھئے آج کیسی سزا ملتی ہے اور کافر کا تو خوف کے مارے بُرا حال ہوگا۔ پھر میزان پر لوگوں کے اچھے اور بُرے اعمال تولے جائیں گے۔

س ۱۱۱ میزان کیا ہے؟ اور اس پر اَعمال کیسے تولے جائیں گے؟

ج میزان ترازو کو کہتے ہیں اور اعمال کا وَزن کرنے کیلئے قِیامت میں جو میزان نصب کی جائے گی اس کا کچھ اجمالی مفہوم جو شریعت نے بیان فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ وَزن ایسی میزان سے کیا جائے گا جس میں کفتین (یعنی پلّے) اور لسان (یعنی چوٹی) وغیرہ موجود ہیں اور اس کا ہر پلّہ اتنی وسعت رکھے گا جیسی مشرق و مغرب کے درمیان وُسعت ہے اور رہ گئی یہ بات کہ وہ میزان کس نوعیت کی ہوگی؟ اور اس سے وزن معلوم کرنے کے کیا طریقہ ہوگا؟ یہ ہماری عقل وادراک سے باہَر ہے، اسی لئے ان کے جاننے کی ہمیں تکلیف نہیں دی گئی بلکہ یہ عقیدہ تعلیم فرمایا گیا کہ میزان حق ہے اور قِیامت کے دِن سب لوگوں کے اعمال کا وَزن دیکھا جائے گا۔ جن کے نیک اَعمال وزنی ہونگے وہ کامیاب ہیں اور جن کے اعمال کا وزن ہلکا ہوگا وہ خسارے میں رہیں گے۔ بعض علماءِ کرام یہ بھی فرماتے ہیں ہر شخص کے عمل، وزن کے موافق لکھے جاتے ہیں۔ ایک ہی کام ہے، اگر اِخلاص ومُحبت اور حکمِ شرعی کے موافق کیا اور مَحل کیا تو اس کا وزن بڑھ گیا اور اگر صِرف دکھاوے کی وجہ سے کیا، یا موافقِ حکم اور بر محل نہ کیا تو وَزن گھٹ گیا۔ اگرچہ دیکھنے میں کتنا ہی بڑا عمل ہو مگر اس میں ایمان و اِخلاص نہ ہو تو وہ اللہ عزّ وجل کے یہاں کچھ وزن نہیں رکھتا۔ آخِرت میں وہی صحیفے یا نوِشتے تولے جائیں گے جن میں اَعمال کا اندراج کیا جاتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہاں اَعمالِ حَسَنہ کسی نورانی شکل وجسم میں تبدیل کردیے جائیں اور بُرے اعمال کسی بُری شکل وجسم میں اور پھر ان اجسام کا وزن کیا جائے گا۔

س ۱۱۲ حساب کتاب کی نوعیت کیا ہوگی؟

ج اعمال کے حساب کی نوعیتیں مختلف ہونگی، کسی سے تو اس طرح حساب لیا جائے گا کہ خُفیۃً اس سے پوچھا جائے گا کہ تُو نے یہ کیا اور یہ کیا؟ وہ عرض کرے گا ہاں اے میرے ربّ عزّ وجل، یہاں تک کہ تمام گناہوں کا اِقرار کرلے گا اور اپنے دِل میں سمجھے گا کہ کہ اب گئے مگر وہ کریم پروَرْدگار عزّ وجل کرم فرمائے گا کہ ہم نے دُنیا میں بھی تیرے عیب چھپائے اور اب ہم تجھے بخشتے ہیں اور کسی سے سختی کے ساتھ ایک ایک بات کی بازپُرس ہوگی، وہ ہلاک ہوا، اور کسی کو نعمتیں یاد دِلا دِلا کر پوچھا جائے گا کہ تیرا کیا خیال تھا کہ ہم سے ملنا ہے؟ وہ عرض کرے گا کہ نہیں...... فرمائے گا تو جیسے تُو نے ہمیں یاد نہ کیا لہٰذا ہم بھی تجھے عذاب میں چھوڑتے ہیں۔ بعض کافر ایسے بھی ہوں گے کہ جب نعمتیں یاد دِلا کر فرمائے گا کہ تُو نے کیا کیا؟ تو وہ بولیں گے کہ ہم مسلمان تھے اور نماز، روزہ، صَدَقہ وخیرات اور دوسرے نیک کام کرتے تھے، ارشاد ہوگا...... تُو ٹھہر جا! تجھ پر گواہ پیش کئے جائیں گے، پھر اس کے مُنہ پر مُہر کردی جائے گی اور اَعضاء کو حکم ہوگا کہ بولو! اس وَقت اس کے ہاتھ، پاؤں، گوشت پوست ہڈیاں سب اس کے خلاف گواہی دیں گی کہ یہ تو ایسا تھا ایسا تھا، وغیرہ، چُنانچہ وہ جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ کسی مسلمان پر اس کے اَعمال پیش کئے جائیں گے تاکہ وہ اپنے اچھے اور بُرے اعمال کو پہچان لے، پھر اچھے کاموں پر ثواب دیا جائے گا اور بُرے کاموں سے دَرگذر فرمایا جائے گا، یعنی نہ بات بات پر گرِفت ہوگی نہ یہ کہا جائے گا کہ ایسا کیوں کیا؟ نہ عذر پوچھا جائے گا کہ اور نہ اس پر حُجت قائم کی جائے گی۔ اس اُمّت میں وہ شخص بھی ہوگا جس کے ننانوے دفتر گناہوں کے ہوں گے اس سے پوچھا جائے گا کہ تیرے پاس کوئی عذر (انکار) ہے۔ وہ عرض کرے گا کہ نہیں، پھر ایک پرچہ جس میں اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ ہوگا نکالا جائے گا اور حکم ہوگا کہ جا اسے تُلوا، پھر ایک پلڑے پر گناہوں کے سارے دفتر رکھے جائیں گے اور ایک میں وہ پرچہ۔ چُنانچہ وہ پرچہ اُن تمام دفتروں سے بھاری ہوجائے گا۔ ہمارے حضورِ نبیِّ رَحمت، آقائے اُمّت، محبوبِ ربُّ العزّت عزّ وجل وصلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت سے بہت سے کو بلا حساب جنّت میں داخِل فرمائے جائیں گے، تہجد گزار بھی بلا حساب جنّت میں جائیں گے۔ بالجملہ اُس کریم پروَردگار عزّ وجل کی رَحمت کی کوئی انتہا نہیں جس پر رَحم فرمائے تو تھوڑی چیز بھی بہت کثیر ہے۔

رَحمتِ حق بَہا، نہ می جوید رَحمتِ حق بہانہ، می جوید

یعنی اللہ عزّ وجل کی رَحمت قیمت طلب نہیں کرتی بلکہ اللہ کی رَحمت تو بہانہ تلاش کرتی ہے۔

س ۱۱۳ اہلِ محشر کی کتنی قسمیں ہونگی؟

ج قیامت کے وقوع کے بعد کُل آدمی کی تین قسمیں کردی جائیں گے:

۱۔ دوزخی ۲۔ عام جنّتی اور ۳۔ خواص مقربین، جو کہ جنّت کے نہایت اعلیٰ درجات پر فائز ہوں گے۔

دوزخی جنہیں قرآنِ کریم نے ''اَصحابُ الشِّمال'' فرمایا ہے، جو میثاق کے وقت حضرتِ سیّدُ نا آدم علیہ السلام کے بائیں پہلو سے نکالے گئے تھے، وہ عرش کی بائیں جانب کھڑے کیے جائیں گے، اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، فرِشتے بائیں طرف سے ان کو پکڑیں گے۔ ان کی نحوست اور بدبختی کا کیا ٹھکانا، اور عام جنّتی جنہیں قرآنِ مجید میں ''اِصحابُ الیَمِین'' فرمایا گیا ہے اور جن کو میثاق کے وَقت حضرتِ سیّدُ نا آدم علیہ السلام کے دائیں پہلو سے نکالا گیا تھا، وہ عرشِ عظیم کے دائیں طرف ہوں گے۔ ان کا اعمال نامہ بھی داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا اور فرِشتے بھی ان کو داہنی طرف سے لیں گے۔ اس روز ان کی خوبی و بَرَکت کا کیا کہنا، نہایت شان وشوکت کے ساتھ ایک دوسرے کو دیکھ کر مسرور و دِلشاد ہوں گے۔ شبِ معراج حضورنبی پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ہی دونوں گرہوں کی نسبت ملاحظہ فرمایا تھا کہ حضرتِ سیّدُ نا آدم علیہ السلام اپنی داہنی طرف دیکھ کر ہنستے ہیں اور بائیں طرف دیکھ کر روتے ہیں اور خواص مقربین جنہیں قرآنِ کریم میں ''سابقون'' فرمایا گیا وہ حق تعالیٰ عزوجل کی رَحمتوں اور مراتبِ قُرب ووَجاہت میں سب سے آگے ہیں۔ حدیث شریف میں وارِد ہے کہ اہلِ محشر کی ایک سوبیس صفیں ہونگی جن میں چالیس پہلی اُمتوں کی اور اَسّی اِس اُمّتِ مرحومہ کی۔ حساب کتاب سے فراغت کے بعد سب کو پُلِ صِراط سے گزرنے کا حکم ہوگا۔

س ۱۱۴ صِراط کیا ہے؟

ج یہ ایک پُل ہے کہ جہنم کی پُشت پر نصب کیا جائے گا، بال سے زِیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہوگا، ہر نیک و بد، مؤمن وکافر کا اس پر سے گزر ہوگا، کیونکہ جنّت میں جانے کا یہی راستہ ہے، نیک لوگ سلامت رہیں گے اور اپنے اپنے اعمال کے موافق وہاں سے صحیح سلامت گزر جائیں گے۔ جب ان کا گزر دوزخ پر ہوگا تو دوزخ سے صدا اُٹھے گی کہ اے مؤمن! جلدی گزر جا کہ تیرے نور نے میری لَپٹ سَرد کردی۔ پُل صراط کے دونوں جانب بڑے بڑے آنکڑے لٹکتے ہوں گے، جس شخص کے بارے میں حکم ہوگا اُسے پکڑلیں گے مگر بعض تو زخمی ہوکر نجات پاجائیں گے اور بعض کو یہ آنکڑے جہنم میں گرادیں گے۔ سب سے پہلے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سے گزر فرمائیں گے، پھر دیگر انبیاء ومرسلین علیہم السلام، پھر یہ اُمت پھر اور اُمتیں گزریں گی۔

س ۱۱۵ پُلِ صراط سے مخلوق کا گُزر کس طرح ہوگا؟

ج مختلف اَعمال کے مطابق پُل صراط پر لوگ بھی مختلف طرح سے گزریں گے۔ بعض تو ایسے تیزی کے ساتھ گزریں گے جیسے بجلی کا کوندا کہ ابھی چمکا اور ابھی غائب ہوگیا اور بعض تیز ہوا کی طرح، کوئی ایسے جیسے پرند اُڑتا ہے اور بعض جیسے گھوڑا دوڑتا ہے اور بعض ایسے جیسے آدمی دوڑتا ہے۔ یہاں تک کہ بعض سرین پر گھسٹتے ہوئے اور کوئی چیونٹی کی چال چلتے ہوئے پار کر جائیں گے۔

س ۱۱۶ حوضِ کوثر کیا ہے؟

ج حشر کے دِن اُس پریشانی کے عالَم میں اللہ عزوجل کی بڑی رَحمت، حوضِ کوثر ہے جو ہمارے پیارے نبی حضور سرورِ عالم، نورِ مجسم، شہنشاہِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم کو مَرحمت ہوا ہے، اس حوض کی مسافت ایک مہینہ کی راہ ہے، اس میں جنّت سے دو پَرنالے ہر وَقت گرتے ہیں ایک سونے کا دوسرا چاندی کا، اس کے کناروں پر موتی کے قُبّے ہیں، اس کی مٹی نہایت خوشبودار مُشک کی ہے، اس کا پانی دُودھ سے زِیادہ سفید، شہد سے زِیادہ میٹھا اور مُشک سے زیادہ پاکیزہ ہے۔ اس پر برتن ستاروں کی تعداد سے بھی زِیادہ ہیں، جو اس کا پانی پئے گا کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ حضور سلطانِ مکّہ و مدینہ، راحتِ قلب و سینہ، صاحبِ معطّر پسینہ، فیضِ گنجینہ، باعثِ نزولِ سکینہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے اپنی اُمّت کو سیراب فرمائیں گے۔ اللہ عزوجل ہمیں بھی نصیب فرمائے۔

آمین بِجاہ سیّدالمرسلین صلی اللہ علیہ و سلم

س ۱۱۷ ان تمام مرحلوں کے بعد آدمی کہاں جائیں گے؟

ج مسلمان جنّت میں اور کافر دوزخ میں جائیں گے۔ اہلِ ایمان کے ثَواب اور انعامات کیلئے اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ بنائی ہے جس میں تمام قِسم کے جسمانی و رُوحانی لذّتوں کے وہ سامان مہیّا فرمائے ہیں جو بڑے بڑے بادشاہوں کے خیال میں بھی نہیں آسکتے، اسی کا نام جنّت ہے اور گناہگاروں کے عذاب و سزا کے لئے بھی ایک دَرد ناک جگہ بنائی ہے جس کا نام جہنم یا دوزخ ہے۔ اس میں تمام قِسم کے تکلیف دینے والے عذابات مہیا کئے گئے ہیں، جن کے تصوّر ہی سے رَونگٹے کھڑے ہوتے ہیں اور حواس گُم ہوجاتے ہیں البتہ وہ سب گناہگار جن کا خاتمہ ایمان پر ہوا تھا اپنے اپنے عمل کے مطابق نیز انبیاء و ملائکہ علیہم السلام اور صالحین علیہم الرحمۃ کی شفاعت سے جہنم سے نکالے جائیں گے، صِرف کافر باقی رہ جائیں گے، اُس وَقت جہنم کا مُنہ بند کردیا جائے گا، جنّتیوں کے چہرے سفید و تَر و تازہ ہونگے، جب کہ دوزخیوں کے سیاہ بے رونق، جنّت و دوزخ کو بنے ہوئے ہزارہا سال ہوئے اور وہ اب بھی موجود ہیں۔

س ۱۱۸ اَعْرَاف کسے کہتے ہیں؟

ج جنّت اور دوزخ کے درمیان ایک پردہ کی دیوار ہے۔ یہ دیوار جنّت کی نعمتوں کو دوزخ تک اور دوزخ کی تکلیفوں کو جنت تک پہنچنے سے روکنے والی ہوگی۔ اسی درمیانی دیوار کی بلندی پر جو مقام ہے اس کو اعراف کہتے ہیں اور اکثر پہلے اور پیچھے آنے والوں علیہم الرحمۃ سے یہ بات منقول ہے کہ اہلِ اعراف وہ لوگ ہوں گے جن کی نیکیاں اور بدیاں برابر ہوں گی۔ جب یہ لوگ اہلِ جنّت کی طرف دیکھیں گے تو انہیں سلام کریں گے، یہ سلام کرنا اصل میں بطورِ مبارک باد ہوگا اور چونکہ ابھی خود جنّت میں داخل نہ ہوسکے لہٰذا اس کی طمع و آرزو کریں گے اور آخر کار یہ لوگ بھی جنّت میں چلے جائیں گے۔

س ۱۱۹ قِیامت کے روز سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت کی شناخت کیسے ہوگی؟

ج جس وَقت میدانِ محشر سے پُل صِراط پر جائیں گے، وہاں اندھیرا ہوگا تب ان کے ایمان اور اَعمالِ صالحہ کی روشنی ان کا ساتھ دے گی اور ایمان واطاعت کا نور اُسی قدر زیادہ ہوگا جتنا عمل زیادہ ہوگا اور ایمان مضبوط ہوگا۔ یہی نُور جنّت کی طرف اُن کی رہنمائی کرے گا اور اس اُمّت کی روشنی سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صَدْقے سے دوسری اُمّتوں کی روشنیوں سے زیادہ صاف اور تیز ہوگی۔ پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم خود اِرشاد فرماتے ہیں کہ قِیامت کے دِن میری اُمت اس حال میں بُلائی جائے گی کہ اُن کے مُنہ اور ہاتھ پاؤں آثارِ وضو سے چمکتے ہونگے، تو جس سے ہوسکے چمک زِیادہ کرے۔

س ۱۲۰ دخولِ جنّت ودوزخ کے بعد کیا ہوگا؟

ج جب سب جنّتی جنّت میں داخل ہولیں گے اور جہنم میں صِرف وہی رہ جائیں گے جن کو ہمیشہ کیلئے اس میں رہنا ہے تو اس وَقت جنت ودوزخ کے درمیان موت کو مینڈھے کی شکل میں لاکر کھڑا کریں گے۔ پھر ایک منادی (ندا دینے والا) جنّت والوں کو پکارے گا، وہ ڈرتے ہوئے جھانکیں گے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمیں یہاں سے نکلنے کا حکم ہو۔ پھر جہنمیوں کو پکارا جائے گا وہ خوش ہوتے ہوئے جھانکیں گے کہ شاید اس مصیبت سے رِہائی ہوجائے، پھر اُن سب سے پوچھے گا کہ اس مینڈھے کو پہچانتے ہو؟ سب کہیں گے کہ ہاں! یہ موت ہے، پھر وہ مینڈھا ذَبح کردیا جائے گا (گویا موت کو بھی موت آجائے گی) اور فرمائے گا اہلِ جنّت! ہمیشگی ہے اب مرنا نہیں اور اے اہلِ نار! ہمیشگی ہے اب موت نہیں۔ اس وَقت اہلِ جنّت کیلئے خوشی پر خوشی ہے اور اسی طرح دوزخیوں کے لئے غم بالائے غم۔

نسأل اللّٰہ العفو والعافیَۃ فِی الدّین والدّنیا والاٰخرۃ

ترجمہ: ہم اللہ عزوجل سے دِین ودُنیا اور آخرت میں عَفو وعافیت کا سوال کرتے ہیں۔ (آمین)

س ۱۲۱ آخرت میں اللہ عزوجل کا دیدار کیسے ہوگا؟

ج اللہ عزوجل کا دیدار جو آخرت میں ہر سُنّی مسلمان کو ہوگا وہ بلا کیف ہوگا، یعنی دیکھیں گے لیکن یہ نہیں کہہ سکتے کہ کیسے دیکھیں گے۔ کیونکہ جس چیز کو دیکھتے ہیں اس سے فاصلہ مسافت کا ضرور ہوتا ہے، نزدیک یا دُور، نیز وہ شے دیکھنے والے سے کسی سَمت میں ہوتی ہے یعنی اوپر یا نیچے، دائیں یا بائیں، آگے یا پیچھے اور اللہ عزوجل کا دیدار ان سب باتوں سے پاک ہوگا پھر رہا یہ سوال کیونکر ہوگا؟ یہی تو کہا جاتا ہے کہ اس ''کیونکر'' کو یہاں دخل نہیں، اِن شاءَ اللہ تعالیٰ جب دیکھیں گے اس وَقت بتا دیں گے۔ کیونکہ وَقتِ دیدار، نگاہ کسی بھی چیز کا احاطہ کرلیتی ہے (یعنی گھیرلیتی ہے) اور اللہ عزوجل کا احاطہ کرنا، محال اور ناممکن ہے۔ اس لئے کہ احاطہ اُسی شے کا ہوسکتا ہے جس کی کوئی مخصوص حد ہو یا مخصوص جِہت (سَمت) ہو اور اللہ عزوجل کیلئے حَد وجہت متعیّن نہیں ہوسکتے، یہی اہلِ سنّت کا مذہب ہے۔ جب کہ معتزلہ، اہلِ سنت کے عقیدے کے خلاف اللہ عزوجل کیلئے حدود وجہت ثابت مانتے ہیں لہٰذا اس وجہ سے گمراہ ہوئے۔ غرض آخرت میں اللہ عزوجل کا دیدار ہونا قرآن وحدیث واجماعِ صحابہ علیہم الرضوان کے دلائلِ کثیرہ سے ثابت ہے، کیونکہ اگر دیدارِ الٰہی عزوجل ناممکن ہوتا تو حضرتِ سیّدنا موسیٰ علیہ السلام دیدار کا سوال نہ کرتے۔ اس کے علاوہ اَحادیثِ کریمہ سے ثابت ہے کہ ربِّ ذِیشان عزوجل جنّت کے باغوں میں سے ایک باغ میں تجلّی فرمائے گا۔ اُن جنّتیوں کے لئے نُور کے، موتی کے، یاقوت کے، زَبَرجد اور سونے چاندی کے منبر بچھائے جائیں گے، خدا عزوجل کا دیدار ایسا صاف ہوگا جیسے سورج اور چودھویں رات کے چاند کو ہر ایک اپنی اپنی جگہ سے دیکھتا ہے کہ ایک کا دیکھنا دوسرے کے دیکھنے کیلئے رُکاوٹ نہیں ہوتا۔ اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے زِیادہ معزّز وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی وجہِ کریم کا ہر صبح وشام دیدار پائے گا۔ سب سے پہلے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیدارِ الٰہی عزوجل ہوگا۔ دیدارِ الٰہی عزوجل ایسی عظیم نعمت ہے کہ اس کے برابر کوئی نعمت نہیں، جسے ایک بار دیدار میسّر ہوگا وہ ہمیشہ ہمیشہ اس کی لذّت میں مستغرق رہے گا، کبھی نہ بھولے گا۔

شفاعت کا بیان

س ۱۲۲ شفاعت کسے کہتے ہیں اور اہلِ سنّت کا شفاعت کے بارے میں کیا عقیدہ ہے؟

ج شفاعت کے معنیٰ ہیں کوئی شخص اپنے بڑے کی بارگاہ میں اپنے چھوٹے کیلئے سفارش کرے۔ دھمکی یا دباؤ سے بات منوانے کو شفاعت نہیں کہتے اور نہ ہی شفاعت ڈر کر یا دَب کر مانی جاتی ہے۔ اتنی بات تو عام لوگ بھی جانتے ہیں کہ دَب کر بات ماننا قبولِ سفارش نہیں بلکہ بزدلی ومجبوری اور ناچاری ہے۔

اہلِ سُنّت کا عقیدہ

خاصّانِ خداعزّ وجل کی شفاعت حق ہے، اس پر اِجماع ہے اور بکثرت آیاتِ قرآن اس کی گواہ ہیں اور اس بارے میں بہت زِیادہ اَحادیثِ کریمہ بھی وارِد ہیں۔ کتبِ دِینیہ اس سے مالا مال ہیں۔ اس عقیدے کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ جل جلالہٗ خالق و مالک و شہنشاہِ حقیقی ہے۔ اس کو کسی سے کسی قِسم کا نہ تو لالچ ہے اور نہ ہی ڈر، وہ تمام عالَم سے غنی ہے اور سب اُس کے محتاج ہیں۔ اسی نے اپنی قدرتِ کاملہ وحکمتِ بالغہ سے اپنے بندوں میں سے اپنے محبوبوں کو چُن لیا اور اپنے تمام محبوبوں کا سردار، مَدَنی تاجدار، شفیعِ روزِ شمار، جنابِ احمدِ مختار صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا۔ وہ بکمالِ بے نیازی اپنے کرم سے اپنے محبوبانِ کرام کی ناز برداری فرماتا ہے۔ اس نے اپنے محبوبوں کی عظمت وجلالت اور شانِ محبوبیت دیگر بندوں پر ظاہر فرمانے، ان کی شان وشوکت ووَجاہت دِکھانے کیلئے اُن کو اپنے بندوں کا شفیع بنایا، اُسی نے اپنے محبوب، دانائے غیوب، مُنزّہ عن العیوب صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت کے اَولیاءِ کرام علیہم الرحمۃ کو یہ مرتبہ بخشا کہ اگر وہ اللہ تبارَک وتعالیٰ پر کسی بات کی قَسم کھالیں تو ربِّ کریم جل جلالہٗ ان کی قَسم کو سچّا کردے۔ (حدیث شریف)

اُسی نے ہمارے مالک وآقا، حضرتِ سیّدُنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا خلیفۂ اعظم اور حبیبِ مکرّم بنایا اور اِرشاد فرمایا کہ،

وَلسوف یُعطِیک ربّک فَترضٰی (الضحیٰ، آیت ۵، پارہ عَمّ)

ترجمہ : اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا ربّ تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہوجاؤ گے۔

اور اس ارشادِ الٰہی عزّ وجل پر محبوبِ ربِّ اکبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ناز اُٹھانے والے ربِّ بے نیاز عزّ وجل کی بارگاہِ کریم میں عرض کی کہ جب تو میں ہرگز راضی نہ ہوں گا اگر میرا ایک اُمّتی بھی دوزخ میں رہ گیا۔

اللہ اکبر جل جلالہٗ! کیا شانِ محبوبیت ہے اور قرآنِ پاک نے کس اہتمام کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا اِثبات فرمایا۔ ربِّ کریم عزّ وجل نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے کیسے عظیم وَعدے فرمائے ہیں اور اپنی شانِ کرم سے انہیں راضی رکھنے کا ذِمّہ بھی لیا ہے اور حبیبِ داوَر، شافعِ محشر صلی اللہ علیہ وسلم نے کس شانِ ناز سے فرمایا کہ جب یہ کرم ہے تو ہم اپنا ایک اُمّتی بھی دوزخ میں نہ چھوڑیں گے۔ فَصلّی اللّٰہ تعالیٰ وَسلم وبارَک علیه والہٖ وَ اصحابہٖ ابداً ابداً

س ۱۲۳ وہ کون لوگ ہیں جن کی شفاعت قبول ہوگی؟

ج قرآنِ کریم نے شفاعت کے ثبوت کو دو اُصولوں میں منحصر رکھا ہے۔ اوّل قبل اَز شفاعت اذنِ الٰہی عزّ وجل، یعنی کسی کی شفاعت کرنے سے پہلے اجازتِ الٰہی عزّ وجل حاصل ہونا۔ دوئم شفیع کا نہایت صادِق ورَاست باز اور پوری، معقول اور ٹھیک بات کہنے والا ہونا۔ احادیثِ کریمہ اور کتبِ عقائد میں منقول ہے کہ انبیاءِ کرام علیہم السلام واَولیاء وعلماء وشہداء وفقرا علیہم الرحمۃ کی شفاعت

مولیٰ عزوجل اپنے کرم سے قبول فرمائے گا، بلکہ حفاظ، حجاج اور ہر وہ شخص جس کو کوئی منصبِ دینی عنایت ہوا، اپنے اپنے متعلقین کی شفاعت کریں گے، بلکہ نابالغ بچے جو مرگئے ہیں اپنے ماں باپ کی شفاعت کریں گے۔ یہاں تک کہ علماء کے پاس آکر کچھ لوگ عرض کریں گے کہ ہم نے آپ کو فلاں وَقت وُضو کیلئے پانی بھر دیا تھا، کوئی کہے گا کہ میں نے آپ کو استنجا کیلئے ڈھیلا دیا تھا، اس پر وہ لوگ ان کی شفاعت کریں گے، بلکہ حدیث شریف میں تو یہاں تک ہے کہ مؤمن جب آتشِ دوزخ سے خلاصی پائیں گے تو اپنے اُن بھائیوں کی رِہائی کے لئے جو نارِ دوزخ میں ہوں گے، اللہ عزوجل کی بارگاہ میں شفاعت وسوال میں مبالغہ کریں گے اور اللہ عزوجل سے اِجازت پاکر مسلمانوں کی کثیر تعداد کو پہچان پہچان کر دوزخ سے نکالیں گے۔

س ۱۲۴ شفاعت کا طالب کون کون ہوگا؟

ج احادیثِ مبارکہ سے ثابت ہے کہ ہر مؤمن طلب گارِ شفاعت ہوگا اور تمام مؤمنینِ اوّلین وآخرین کے دِل میں یہ بات اِلہام کی جائے گی کہ وہ شفاعت طلب کریں۔ شارحینِ حدیث نے اس بات کی وضاحت فرمائی ہے کہ طالبِ شفاعت وُہی لوگ ہونگے جو دُنیا میں اپنی حاجات کیلئے اَنبیاءِ کرام علیہم السلام سے توسُّل کیا کرتے ہیں، ان ہی کے دِل میں یہ بات قُدرتاً پیدا ہوگی کہ جب دُنیا میں اَنبیاءِ کرام علیہم السلام حاجب بَرآری کا وَسیلہ تھے تو یہاں بھی ان ہی کے ذَریعہ سے حاجت روائی ہوگی۔

س ۱۲۵ بارگاہِ الٰہی عزوجل میں سب سے پہلے کون شفاعت کرے گا؟

ج حضورِ پُرنور، شافعِ یومُ النشور صلی اللہ علیہ وسلم خود ارشاد فرماتے ہیں، **انا اوّل شافِع و اوّل مُشفع** "میں ہی سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور میری شفاعت سب سے پہلے قبول ہوگی۔" حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب تک بابِ شفاعت نہ کھولیں گے کسی کو مجالِ شفاعت نہ ہوگی، بلکہ حقیقۃً جتنے شفاعت کرنے والے ہیں سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دَربارِ گہربار میں شفاعت لائیں گے اور اللہ عزوجل کی بارگاہ میں مخلوقات میں صِرف حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شفیع ہیں۔

س ۱۲۶ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا آغاز کیسے ہوگا؟

ج قِیامت والے دِن لوگ قِیامت کی سختیوں میں مبتلا ہوں گے اور دَربدَر پناہ کی طلب میں بھٹکتے پھرتے ہوں گے، کبھی حضرتِ سیّدُنا آدم علیہ السلام کے پاس تو کبھی حضرتِ سیّدُنا نوح علیہ السلام کے پاس، کبھی حضرت سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کے پاس تو کبھی حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور ان سختیوں سے بچنے کیلئے شفاعت کرنے کیلئے عرض کریں گے۔ اس وَقت تمام انبیاءِ کرام علیہم السلام یہی کہیں گے **اِذْھبوا اِلیٰ غیری** "یعنی میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ۔" پھر حضرتِ سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے تم اُن کے پاس جاؤ جن کے ہاتھ پر فتح (کھولنا) رکھی گئی ہے، جو آج بے خوف اور تمام اولادِ آدم کے سردار ہیں، وہ خاتم النبیین ہیں، آج تمہاری شفاعت فرمائیں گے، تم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ۔

یہ لوگ پھرتے پھراتے، ٹھوکریں کھاتے، دُہائی دیتے بارگاہِ بے کس پناہ، شافعِ روزِ جزا صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوکر پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے فضائل بیان کریں گے، پھر جب شفاعت کیلئے عرض کریں گے تو رَحمت والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم جواب میں ارشاد فرمائیں گے، اَنَا لَھَا انا لھا انا صَاحِبکُم "میں اس کام کیلئے ہوں، میں اس کام کیلئے ہوں، میں ہی ہوں جسے تم تمام جگہ ڈھونڈ آئے۔" یہ فرما کر بارگاہِ ربُّ العزّت عزّ وجل میں سجدہ کریں گے، ارشاد ہوگا، "اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! اپنا سَر اُٹھاؤ اور کہو، تمہاری بات سُنی جائے گی اور مانگو، جو کچھ مانگو گے ملے گا اور شفاعت کرو تمہاری شفاعت مقبول ہے۔" اللہ اللہ (عزّ وجل)! یہ ہے کرمِ الٰہی عزّ وجل کی ناز برداری اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ محبوبی کہ حبیب کا سَر سجدۂ نیاز میں ہے اور ابھی حَرفِ شفاعت زبانِ اقدس پر نہیں آیا کہ رَحمتِ حق نے سبقت کی اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی دِلداری و رِضا جوئی فرمائی، "اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! اپنا سر اُٹھاؤ اور کہو، تمہاری بات سُنی جائے گی اور مانگو، جو کچھ مانگو گے دیا جائے گا اور شفاعت کرو تمہاری شفاعت مقبول ہے۔" پھر اس کے بعد شفاعت کا سلسلہ شروع ہوگا حتّٰی کہ جس کے دِل میں رائی کے دانے سے بھی کم ایمان ہوگا اس کیلئے بھی شفاعت فرما کر اُسے جہنم سے نکالیں گے۔ پھر تمام انبیاءِ کرام علیہم السلام اپنی اپنی اُمّت کی شفاعت فرمائیں گے۔

س ۱۲۷ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کتنی طرح کی ہوگی؟

ج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کئی طرح کی ہوگی مثلاً (۱) شفاعتِ کبریٰ (۲) بہتوں کو بلا حساب جنّت میں داخل فرمائیں گے، جن میں چار اَرب نوّے کروڑ کی تعداد معلوم ہے، اس سے بہت زائد اور بھی ہیں جو اللہ و رسول عزّ وجل و صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں ہیں (۳) بہت سے وہ ہونگے جو مستحقِ جہنم ہو چکے ہونگے ان کو جہنم سے بچالیں گے (۴) بعضوں کی شفاعت فرما کر جہنم سے نکالیں گے (۵) بعضوں کے دَرَجات بلند فرمائیں گے (۶) بعض کا عذاب کم کروائیں گے (۷) جن کی نیکیاں اور گناہ برابر ہونگے اُنہیں بھی داخلِ جنّت فرمائیں گے۔

س ۱۲۸ شفاعتِ کبریٰ کیا ہے؟

ج حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ شفاعت جو تمام مخلوقِ مؤمن، کافر، فرمانبردار، نافرمان، موافق، مخالف، دوست اور دُشمن سب کیلئے ہوگی، وہ قیامت کی سختیاں اور حساب کا انتظار انتہائی جاں گزا ہوگا جس کی وجہ سے لوگ تمنّا کریں گے کہ کاش ہم جہنم میں پھینک دیے جائیں اور اس انتظار سے نجات پاتے، تو اس وَقت کُفّار کو بھی اس بلا سے چھٹکارا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت ملے گا، جس پر تمام مؤمنین و کافرین حضورِ نبیِ رَحمت، آقائے اُمت، محبوبِ ربّ العزّت عزّ وجل و صلی اللہ علیہ وسلم کی حمد کریں گے، اسی کا نام "مَقَامِ مَحْمُود" ہے اور یہ مرتبۂ شفاعتِ کبریٰ صِرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا ہے۔

س ۱۲۹ وہ شخص کیسا ہے جو شفاعت کا انکار کرے؟

ج چونکہ بے شمار آیات و احادیث اور اِجماعِ اُمّت سے شفاعت ثابت ہے، لہٰذا اس کا انکار وہی کرے گا جو گمراہ ہے۔ حالانکہ مسئلۂ شفاعت تو کافروں اور یہود و نصاریٰ میں بھی تسلیم کیا جاتا تھا لیکن یہ لوگ یہ سمجھتے تھے کہ شفیع کو ایسا ذاتی اقتدار و اختیار حاصل ہے کہ جسے چاہے اسے اللہ کے عذاب سے چھڑا سکتا ہے۔ بلکہ کفار بُت پرست تو یہ سمجھتے تھے کہ یہ بُت بارگاہِ الٰہی عزوجل میں ہمارے شفیع ہیں۔ قرآنِ عظیم میں جس شفاعت کی نفی کی گئی ہے وہ یہی ہے کیونکہ شفاعت مقرّبین کر سکتے ہیں جب کہ یہ بُت تو خود عذابِ الٰہی عزوجل گرِفتار ہونگے یا یہ کہہ دینا کہ کوئی کسی کا وکیل و سفارشی نہیں، قرآن و حدیث کی صریح مخالفت ہے، بلکہ خدا اور سول عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان باندھنا اور نئی شریعت گھڑنا ہے۔

تقلید کا بیان

س ۱۳۰ تقلید کسے کہتے ہیں؟

ج تقلید کے شرعی معنیٰ ہیں کسی کے قول و فعل کو اپنے لئے حُجت بنا کر دلیل شرعی پر نظر کئے بغیر مان لینا، یہ سمجھ کر کہ وہ اہلِ تحقیق سے ہے اور اس کی بات شرعاً محقّق اور قابلِ اعتماد ہے۔ جیسا کہ ہم مسائلِ شرعیہ میں امامِ اعظم ابو حنیفہ حضرتِ سیدُنا نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا قول و فعل اپنے لئے دلیل سمجھتے ہیں اور دلائلِ شرعیّہ میں خود نظر نہیں کرتے، خواہ وہ قرآن و حدیث یا اِجماعِ اُمّت کو دیکھ کر مسئلہ بیان فرمائیں یا اپنے قیاس سے حکم دیں۔ تقلید کرنا واجِب ہے اور تقلید کرنے والے کو مقلِّد کہتے ہیں جیسے ہم حضرتِ سیدُنا امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مُقَلِّد ہیں۔

س ۱۳۱ تقلید کن مسائل میں کی جاتی ہے؟

ج شرعی مسائل تین طرح کے ہوتے ہیں:

۱﴾ عقائد، جن کا سمجھ لینا اور قلب میں راسخ و محفوظ کر لینا ضروری ہے اور چونکہ یہ اُصولِ دین ہیں اس لئے ان میں کوئی ترمیم و تنسیخ، کمی وبیشی بھی نہیں۔

۲﴾ وہ اَحکام جو قرآن وحدیث سے صراحۃً ثابت ہیں، کسی مجتہد کے اِجتہاد یا قیاس کو ان کے ثبوت میں کوئی دخل نہیں مثلاً پنج وقتہ نماز اور روزۂ ماہِ رَمضان، حج، زکوٰۃ وغیرہ فرائض اور ایسے ہی دیگر اَحکام۔

۳﴾ وہ اَحکام جو قرآن وحدیث میں اِجتہاد سے حاصل کئے جائیں، ان میں سے اُصولِ عقائد میں کسی کی تقلید جائز نہیں، یونہی جو اَحکام قرآن وحدیث سے صراحۃً (وضاحت سے) ثابت ہیں ان میں بھی کسی کی تقلید جائز نہیں یعنی ہم جو اِن مسائل کو مانتے ہیں اور عمل کرتے ہیں تو وہ اس سے ہیں کہ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے بلکہ اس لیے مانتے ہیں کہ قرآن وحدیث میں ان کا صراحۃً ذِکر آیا ہے اور تیسری قِسم مسائل جو قرآن وحدیث واِجماعِ اُمّت سے اِجتہاد کر کے نکالے جائیں ان میں غیر مجتہد پر تقلید واجب ہے اور مجتہد کے لئے تقلید منع۔

س ۱۳۲ مجتہد کون ہوتا ہے؟

ج مجتہد وہ بالغ اور صحیح العقل مسلمان ہے جس میں اس قدر علمی لیاقت اور قابلیت ہو کہ قرآنی اِرشادات و کنایات کو سمجھ سکے اور کلام کے مقصد کو پہچان سکے۔ ناسخ ومنسوخ کا پورا علم رکھتا ہو، علمِ صَرف ونَحو وبلاغت وغیرہ میں اس کی پوری مہارت حاصل ہو، اَحکام کی تمام آیتوں اور احادیث پر نظر ہو، تمام مسائل جُزئیہ کو قرآن وحدیث سے اَخذ کر کے ہر ہر مسئلہ کا ماخذ اور اس کی دلیل کو اچھی طرح جانتا ہو کہ یہ مسئلہ اس آیت یا فُلاں حدیث سے ماخوذ ہے۔ اس کے علاوہ ذَکی اور خوش فہم بھی ہو۔

س ۱۳۳ فِقہ کسے کہتے ہیں اور فقیہ کون ہے؟

ج مسائلِ جزئیہ عَملیہ اور اَحکامِ شرعیہ جو قرآن وحدیث میں جابجا پھیلے ہوئے تھے، اَئمہ مجتہدین نے لوگوں کی آسانی کے لئے، جس موقع سے اور جس طرح مفہوم ہوتے تھے، ان کو اسی عنوان سے اخذ کیا۔ اسی طرح جو مسائل اِجماعِ اُمّت اور قیاس سے ثابت ہوئے ان سب کو لے کر ہر قسم کے مسائل کو جُدا جُدا بابوں اور فصلوں میں جمع کر کے اس مجموعہ کا نام فِقہ رکھ دیا تو ان مسائل پر عمل کرنا عین قرآن وحدیث اور اجماعِ اُمّت پر عمل کرنا ہے اور اس علمِ فِقہ میں مہارت رکھنے والے علماء کو فقیہ یا فقہاء کہا جاتا ہے۔

س ۱۳۴ مذہب کسے کہتے ہیں؟

ج دِین کے فروعی مسائل اور احکامِ جُزئیہ میں کسی مجتہد کا وہ آئین یا دستور العمل جو انہوں نے قرآن و حدیث اور اجماعِ اُمّت سے اَخَذ کیا، اُسے مَذْهَب کہتے ہیں۔ اس بات کو یوں سمجھیں کہ دِین، اصل ہے اور مذہب اس کی شاخ۔ حدیث شریف کے مطابق دُنیا و آخرت میں نَجات پانے والا مسلمانوں کا بڑا گروہ جسے سوادِ اعظم فرمایا، وہ اہلِ سنّت و جماعت کا ہے اور یہ ناجی (نَجات پانے والا) گروہ اہلِ سنّت و جماعت آج چار مذاہب حَنفی، مالکی، شافعی، حنبلی میں جمع ہوگیا ہے۔

بدعت اور گناہِ کبیرہ و صغیرہ

س ۱۳۵ بِدعَت کسے کہتے ہیں اور اس کی کتنی اقسام ہیں، ہر ایک کی وضاحت کریں؟

ج بدعت اُس نئی چیز کو کہتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دُنیا سے پردہ فرمانے کے بعد دِین میں نکلی ہو، پھر اس کو دو قسمیں ہیں، ایک بدعتِ ضلالت، جس کو بدعتِ سَیِّئہ بھی کہتے ہیں اور دوسری بدعتِ مَحمودہ، جس کو بدعتِ حَسَنہ بھی کہتے ہیں۔

بدعتِ سیِّئہ وہ نَو پیدا بات ہے جو کتاب اللہ عزّ وجل اور حدیثِ نبوی اور اِجماعِ اُمّت کے مخالف ہو یا یوں کہنا چاہئے کہ جو نَو پیدا بات کسی ایسی چیز کے تحت داخل ہو جس کی بُرائی شَرع سے ثابت ہے تو وہ بُری اور بدعتِ سیِّئہ ہے اور یہ کبھی مکروہ اور کبھی حرام ہوتی ہے اور وہ نَو پیدا بات یا نئی چیز جو کتاب اللہ عزّ وجل اور حدیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اجماعِ اُمّت کے مخالف نہ ہو وہ بدعتِ مَحمودہ یا بدعتِ حَسَنہ کہلاتی ہے۔ اس بات کو یوں سمجھیں کہ جو نئی بات کسی ایسی چیز کے تحت داخل ہو جس کی خوبی شرع سے ثابت ہے تو وہ اچھی بات ہے اور بدعتِ حسنہ ہے اور یہ بدعت کبھی مستحب، بلکہ سُنّت اور کبھی واجب تک ہوتی ہے۔

س ۱۳۶ صحابۂ کرام یا تابعین علیہم الرضوان کے بعد جو بات نئی پیدا ہو، کیا وہ بھی بدعتِ سیِّئہ ہے؟

ج کسی نَو پیدا بات کا بدعتِ سیِّئہ یا حَسَنہ ہونا کسی زمانہ پر موقوف نہیں ہے بلکہ قرآن و سُنّت اور اِجماعِ اُمّت کی موافقت یا مخالفت پر ہے۔ لہٰذا جس اَمر کی اَصل، شریعت سے ثابت ہو یعنی کتاب و سُنّت اور اجماع کے مخالف نہ ہو وہ ہرگز بدعتِ سیِّئہ نہیں، خواہ کسی بھی زمانے میں ہو، خود صحابۂ کرام، تابعین اور تبع تابعین علیہم الرضوان کے زمانے میں یہ بات رائج تھی کہ اپنے زمانے کی بعض نئی پیدا ہونے والی چیزوں کو منع کرتے اور بعض کو جائز رکھتے۔

چُنانچہ امیر المؤمنین حضرتِ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ تراویح کی نسبت فرماتے ہیں، نِعمــت البِدعةُ هٰذه ”یہ کیا ہی اچھی بدعت ہے۔“ حالانکہ تراویح سُنّتِ مؤکدہ ہے۔

اسی طرح حضرتِ سیدُنا عبداللہ بن مُغَفَّل رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے کو نماز میں بسم اللہ بآواز پڑھتے سُن کر فرمایا، یٰبُنی مُحدث ایاک وَالحدث "اے میرے بیٹے! یہ نُو پیدبات ہے، نئی باتوں سے بچ۔" تو معلوم ہوا کہ اُن کے نزدیک بھی کسی کام کا اپنے زمانے میں ہونے یا نہ ہونے پر مَدار نہ تھا بلکہ نفسِ فعل کو دیکھتے اگر اس میں کوئی شرعی خرابی نہ ہوتی تو اجازت دیتے ورنہ منع فرمادیتے اور اُنہیں بُرا کہتے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نیک بات پیدا کرنے کو سُنت نکالنے والا فرمایا۔ تو قِیامت تک نئی نئی باتیں پیدا کرنے کی اجازت عطا فرمائی اور یہ کہ جونئی (اچھی) بات نکالے گا، ثواب پائے گا اور قِیامت تک جتنے اس پر عمل کریں گے سب کا ثواب اُسے ملے گا، چاہے وہ عبادت ہو یا کوئی اَدَب کی بات یا کچھ اور ہو، مگر اِس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ کسی بھی زمانے کے جاہل جو بات چاہیں اپنی طرف سے نکال لیں اور وہ بدعتِ حَسَنہ ہوجائے۔ یہ معاملہ علمائے دِین اور پابندِ شرع مسلمانوں کے بارے میں ہے کہ یہ جو اَمر ایجاد کرلیں اور اُسے جائز و مستحب کہیں وہ بے شک جائز و مستحب ہے، اس نیک بات کا کرنے والا سُنّی ہی کہلائے گا بدعتی نہیں۔

س ۱۳۷ گناہ کسے کہتے ہیں اور وہ کتنی قِسم کے ہوتے ہیں؟ ان کی وضاحت کریں۔

ج خدا و رسول عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی یعنی اَحکامِ شَرِیعت پر عمل نہ کرنا گناہ اور مَعْصِیَت ہے۔ گناہ کرنے والا گناہ گار یا عاصی کہلاتا ہے۔ گناہ آدَمی کو خدا عزوجل سے دُور کرتا ہے اور اسے ثواب سے محروم اور عذاب کا مُستحق بناتا ہے۔ گناہ کی دو قسمیں ہیں: (۱) صغیرہ اور (۲) کبیرہ۔

صغیرہ وہ گناہ ہے جس کے کرنے پر شریعت میں کوئی وَعید نہیں آئی، یعنی اس کی کوئی خاص سزا بیان نہیں کی گئی ہے۔ آدَمی کوئی نیکی، عبادَت، صَدَقہ، اطاعتِ والدین وغیرہ کرتا ہے تو اس کی بَرَکت سے صغیرہ گناہ معاف ہوجاتا ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو بندہ وُضوءِ کامل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیتا ہے۔ غرض یہ گناہ بلا توبہ بھی معاف ہوجاتے ہیں، مگر شرط یہ ہے کہ اس پر اِصرار نہ ہو (یعنی جان بوجھ کر اسے کرتا نہ رہے) کہ گناہِ صغیرہ اِصرار سے گناہِ کبیرہ بن جاتے ہیں اور پھر توبہ کئے بغیر اس کی معافی نہیں ہوتی اور **کبیرہ** وہ گناہ ہیں جس پر وَعید آئی، یعنی وعدۂ عذاب دیا گیا۔ کبیرہ گناہوں سے آدَمی خالص توبہ و اِستغفار کئے بغیر پاک نہیں ہوتا۔

س ۱۳۸ گناہِ کبیرہ کون سے ہیں اور کیا گناہِ کبیرہ کرنے والا مسلمان رہتا ہے یا نہیں؟

ج قرآن و حدیث میں جن کبیرہ گناہوں کا ذِکر آیا ہے ان میں سے کچھ یہ ہیں: ناحق قتل کرنا، چوری کرنا، یتیم کا مال ناحق کھانا، ماں باپ کو ایذا دینا، سُود کھانا، شراب پینا، جھوٹی گواہی دینا، نماز نہ پڑھنا، رَمضان کا روزہ نہ رکھنا، زکوٰۃ نہ دینا، جھوٹی قسم کھانا، ناپ تول میں کمی بیشی کرنا، مسلمانوں سے ناحق لڑائی کرنا، رشوت لینا یا دینا، چُغلی کھانا، کسی مسلمان کی غیبت کرنا،

قرآن شریف پڑھ کر بھول جانا، علمائے دِین کی بے عزّتی کرنا، خداعزّ وجل کی مغفرت سے نا اُمید ہونا، خداعزّ وجل کے عذاب سے بے خوف ہونا، فضول خرچی کرنا، کھیل تماشہ میں اپنا پیسہ اور وَقت برباد کرنا، داڑھی مُنڈانا یا ایک مٹھی سے کم رکھنا، خودکشی کرنا وغیرہ۔
گناہِ کبیرہ کا مرتکب مسلمان ہے اور جنّت میں جائے گا، خواہ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے اُس کی مغفرت فرمادے یا حضورِ انور، شافعِ محشر صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے بعد اسے بخش دے یا اپنے کیے کی کچھ سزا پا کر بخشا جائے، بہر حال وہ جنّت میں جائے گا اور اس کے بعد کبھی جنت سے نہ نکلے گا۔

س ۱۳۹ گناہِ کبیرہ کی معافی کی صورت کیا ہے؟

ج گناہ کی دو صورتیں ہیں، ایک بندے کا وہ گناہ جو خالص اس کے اور اس کے پروَرْدگار عزّ وجل کے مُعامَلہ میں ہو، مثلاً بلا عذرِ شَرعی فرض نماز چھوڑنا، یا ماہِ رَمَضان کا روزہ ترک کرنا وغیرہ۔ اس قِسم کے گناہوں سے معافی کی صورت میں اتنا ہی کافی ہے کہ آدمی سچّے دِل سے توبہ کرے۔ یعنی جو گناہ کر چکا اس پر نادم وشرمندہ ہو، بارگاہِ الٰہی عزّ وجل میں گڑگڑا کر اُس کی معافی چاہے اور آئندہ کیلئے اس گناہ سے باز رہنے کا عَزم بِالجزم قطعی (پختہ ارادہ) کرلے۔ موٰلی تعالیٰ کریم ہے، اس کی رَحمت بہت وسیع ہے، اس کی رَحمت سے اُمید ہے کہ وہ معاف فرمادے اور دَرگُزر فرمائے۔ ہاں! اس صورت میں فرائض ووَاجبات کی قضاء لازم ہے۔ دوسری قِسم کے وہ گناہ ہیں جو بندوں کے باہمی (آپس کے) معاملات میں ہوں کہ آدمی کسی کے دِین آبرو، جان، مال، جسم یا صِرف قلب کو آزار وتکلیف پہنچائے، جیسے کسی کو گالی دی، مارا پیٹا، بُرا کہا، غیبت کی یا کسی کا مال چُرایا، چھینا، لُوٹا، یا رشوت، سُود، جوئے وغیرہ میں لیا۔ ان تمام صورتوں میں جب تک بندہ معاف نہ کرے اللہ عزّ وجل بھی معاف نہیں فرماتا۔ کیونکہ یہ معاملہ حقوق العباد (بندوں کے حقوق) کا ہے، اگرچہ اللہ تعالیٰ ہمارا، ہمارے جان ومال وحقوق سب کا مالک ہے، جسے چاہے ہمارے حقوق چھوڑ دے مگر اس کی عدالت کا قانون یہی ہے کہ اس نے ہمارے حقوق کا اختیار ہمارے ہاتھ میں رکھا ہے اور ہمارے معاف کئے بغیر معافی ملنے کی صورت نہ رکھی۔ لہٰذا اس قِسم کے گناہوں میں جن کا تعلّق بندوں سے ہے، توبہ قبول ہونے کیلئے اُس بندے سے معاف کرانا بھی ضروری ہے کہ جب تک صاحبِ حق معاف نہ کرے گا معافی نہ ملے گی۔

س ۱۴۰ توبہ کسے کہتے ہیں اور توبہ کس طرح کی جاتی ہے؟

ج توبہ کی اَصل، رُجُوع اِلی اللہ عزّ وجل ہے۔ یعنی خدا عزّ وجل کی فرمانبرداری واطاعت کی طرف پلٹنا۔ اس کے تین رُکن ہیں:

(۱) گناہ کا اعتراف (۲) گناہ پر ندامت (۳) گناہ سے باز رہنے کا قطعی ارادہ۔

اور اگر گناہ قابلِ تلافی ہو تو اس کی تلافی بھی لازم ہے مثلاً بے نمازی کی توبہ کیلئے پچھلی نمازوں کی قضاء پڑھنا ضروری ہے۔ مولیٰ تعالیٰ کریم ہے، اس کے کرم کے دروازے ہر وَقت اپنے بندوں کے لئے کھلے ہوئے ہیں۔ لہٰذا توبہ کرنے میں جس قدر ممکن ہو جلدی کرنی چاہئے۔ توبہ کرنے میں آج کل (یعنی ٹال مٹول) کرنا مسلمان کی شان نہیں۔ کیا خبر موت اسے مُہلت دے یا نہ دے، پَل کی خبر نہیں، کل کس نے دیکھی ہے اور بہتر یہ ہے کہ جب اپنے لئے دُعائے مغفِرت یا کوئی بھی دُعا کرے تو سب اہلِ اسلام کو اس میں شریک کرلے (یعنی ان کیلئے بھی دعا کرے) کیونکہ اگر یہ خود قابلِ عطا نہیں تو کسی بندے کے طفیل مراد کو پہنچ جائے۔ چُنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو تمام مسلمان مَردوں اور عورَتوں کے لئے اِستِغفار کرے گا، تو بنی آدم کے جتنے بچے پیدا ہوں، سب اس کے لئے استغفار کریں گے، یہاں تک کہ وفات پائے گا۔ اور اولیاءِ کرام وعلماءِ عظام علیہم الرحمۃ کی مجلسوں میں دُعائے مغفِرت کرنا بہت بہتر ہے، کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کے پاس بیٹھنے والا بد بخت اور محروم نہیں رہتا۔ یونہی اولیاءِ کرام علیہم الرحمۃ کے مزارات پر حاضر ہو کر یا ان کے وَسیلہ سے اِستغفار کرنا قبولیتِ دُعا کا باعث ہے کیونکہ ان کے قُرب وجِوار پر رَحمتیں نازل ہوتی ہیں، یہاں جو دُعائیں مانگی جاتی ہیں اللہ عزّ وجل قبول فرماتا ہے۔ بالخصوص حضورِ اقدس، نورِ مقدّس صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تو حاجت برآری کا ذَریعۂ اعلیٰ وارفع ہیں۔ جس پر یہ آیتِ کریمہ بالکل واضح وروشن دلیل ہے، **ولو انّھم اذ ظلموا انفسھُم جآءُ وک فاستغفروا اللّٰہ واستغفرلھم الرسول لو جدُوا اللّٰہ توّاباً رّحِیماً** (پارہ ۵، سورۃ النساء، رکوع ۶، آیت ۶۴) ترجمۂ کنزالایمان: ''اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظُلم کریں تو اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ عزّ وجل سے معافی چاہیں اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ عزّ وجل کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔'' حالانکہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ جسے چاہے، جس طرح چاہے، معاف فرما سکتا ہے۔ پھر بھی اپنے بندوں کو اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہونے کا حکم ارشاد فرما رہا ہے۔ چُنانچہ اسی آیتِ کریمہ کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے میرے آقائے نعمت، مجدّدِ دین وملّت، پروانۂ شمعِ رسالت، عاشقِ ماہِ نُبوّت، پیرِ طریقت، عالمِ شریعت، سیّدی و مُرشِدی اعلیٰحضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن اِرشاد فرماتے ہیں،

مجرم بلائے آئے ہیں جآءُ وک ہے گواہ پھر رَدّ ہو کب یہ شان کریموں کے دَر کی ہے
مانگیں گے مانگے جائیں گے مُنہ مانگی پائیں گے سرکار میں نہ لا ہے، نہ حاجت اگر کی ہے

حضرتِ آدم علیہ السلام اور صحابۂ کرام علیہم الرضوان کی سُنّت

قبرِ اَنور پر حاجت کے لئے جانا صحابۂ کرام علیہم الرضوان کے عمل سے بھی ثابت ہے اور حکمِ مذکور میں بھی داخل ہے اور مقبولانِ بارگاہ عزّوجل کے وَسیلہ سے دُعا کرنا یعنی بحقِّ فُلاں یا بجاہِ فلاں کہہ کر مانگنا جائز، بلکہ حضرتِ سیّدُنا آدم علیہ السلام کی سُنّت ہے کہ آپ علیہ السلام نے حضور سَرْوَرِ عالم، نورِ مجسم، شہنشاہِ معظّم صلی اللہ علیہ وسلم کے جاہ ومرتبت کے طفیل میں مغفِرت چاہی اور حق تعالیٰ عزّوجل نے ان کی مغفِرت فرمائی۔

طہارت کے مسائل

س ۱۴۱ طہارت کا کیا مطلب ہے اور اس کی کتنی قِسمیں ہیں؟

ج طہارت کا مطلب یہ ہے کہ نمازی کا بدن، اس کے کپڑے اور وہ جگہ جس پر نماز پڑھنی ہے نجاست سے پاک صاف ہو۔

طہارت کی دو قِسمیں ہیں، (۱) طہارتِ صغریٰ (۲) طہارتِ کُبریٰ۔

طہارتِ صغریٰ وُضو ہے اور طہارتِ کُبریٰ غُسل ہے۔ جن چیزوں سے صِرف وُضو لازم آتا ہے اُن کو حَدَثِ اَصغر کہتے ہیں اور جن سے غُسل فرض ہو اُن کو حَدَثِ اکبر کہا جاتا ہے۔

س ۱۴۲ نجاست کی کتنی قِسمیں ہیں اور ان کا حکم اور ان سے پاک ہونے کا طریقہ کیا ہے؟

ج نجاست کی دو قسمیں ہیں، (۱) حُکمِیّہ (۲) حَقِیقِیّہ

نجاستِ حُکمیّہ : وہ ہے جو نظر نہیں آتی، یعنی صِرف شریعت کے حکم سے اُسے ناپاکی کہتے ہیں جیسے بے وُضو ہونا، یا غُسل کی حاجت ہونا۔

پاک ہونے کا طریقہ : جہاں وُضو کرنا لازمی ہو وہاں وُضو کرنا اور جہاں غُسل کی حاجت ہو وہاں غُسل کرنا۔

نجاستِ حقیقیّہ : وہ ناپاک چیز ہے جو کپڑے یا بدن وغیرہ پر لگ جائے تو ظاہر طور پر معلوم ہو جاتی ہے جیسے پاخانہ، پیشاب وغیرہ، پھر نجاستِ حقیقیہ کی بھی دو قسمیں ہیں، (۱) غلیظہ (۲) خفیفہ

نجاستِ غلیظہ وہ جس کا حکم سخت ہے اور نجاستِ خفیفہ وہ جس کا حکم ہلکا ہے۔

پاک ہونے کا طریقہ : نجاستِ غلیظہ کا حکم یہ ہے کہ اگر کپڑے یا بدن میں ایک دِرہم سے زِیادہ لگ جائے تو اس کا پاک کرنا فرض ہے۔ بے پاک کیے نماز ہوگی ہی نہیں اور اگر دِرہم کے برابر ہے تو پاک کرنا واجِب ہے کہ بے پاک کیے نماز پڑھی تو مکروہِ تحریمی ہوئی یعنی ایسی نماز کا اِعادَہ واجب ہے اور اگر دِرہم سے کم ہے تو پاک کرنا سُنّت ہے کہ بے پاک کیے نماز پڑھی تو ہوگئی

مگر خلافِ سُنّت ہوئی، اس کا لوٹانا بہتر ہے۔ نجاستِ خفیفہ کا حکم یہ ہے کہ کپڑے کے حصّہ یا بدن کے جس عضو میں لگی ہے اگر اُس کی چوتھائی سے کم ہے تو معاف ہو جائے گی اور اگر پوری چوتھائی میں ہو تو اس کا دھونا واجب ہے اور اگر زِیادہ ہو تو اس کا پاک کرنا فرض ہے، بے دھوئے نماز ہوگی ہی نہیں۔

س ۱۴۳ اگر کسی پتلی چیز میں نجاست گِر جائے تو کیا حکم ہے؟

ج نجاست اگر کسی پتلی چیز مثلاً پانی یا سِرکہ میں گرے تو چاہے غلیظہ ہو یا خفیفہ، وہ چیز کُل ناپاک ہو جائے گی اگر چہ ایک قطرہ ہی گِرے۔ جب تک وہ پتلی چیز حدِ کثرت پر یعنی دَہ دردَہ نہ ہو۔

س ۱۴۴ کون کون سی چیزیں نجاستِ غلیظہ ہیں؟

ج انسان کا پیشاب، پاخانہ، بہتا خون، پیپ، مُنہ بھر قَے، دُکھتی آنکھ کا پانی، حرام چوپایوں کا پیشاب، پاخانہ، گھوڑے کی لید اور ہر حلال چوپایہ کا پاخانہ، مینگنی، مرغی اور بطّ کی بیٹ، ہر قسم کی شراب، سوّر کا گوشت اور ہڈّی اور بال، چھپکلی یا گرگٹ کا خون اور دَرندے چوپایوں کا تھوک، یہ سب چیزیں نجاستِ غلیظہ ہیں۔ اس کے علاوہ دُودھ پیتے لڑکے یا لڑکی کا پیشاب اور ان کی مُنہ بھر قَے بھی نجاستِ غلیظہ ہے اور یہ جو عام میں مشہور ہے کہ "دُودھ پیتے بچوں کا پیشاب پاک ہے" محض غلَط ہے۔

س ۱۴۵ نجاستِ خفیفہ کون کون سی چیزیں ہیں؟

ج حلال جانورں، گھوڑے کا پیشاب، حرام پرندوں کی بیٹ نجاستِ خفیفہ ہے حلال جانوروں کا پِتّا نجاستِ خفیفہ ہے۔

س ۱۴۶ بدن یا کپڑا نجِس ہو جائے تو پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

ج نجاست اگر پتلی ہو تو بدن یا کپڑا تین مرتبہ دھونے سے پاک ہو جائے گا، مگر کپڑے کو تینوں مرتبہ اپنی پوری قوّت سے اس طرح نچوڑنا ضروری ہے کہ اس سے مزید کوئی قطرہ نہ ٹپکے، پہلی اور دوسری بار نچوڑ کر ہاتھ بھی دھولے اور اگر نجاست دَلدَار ہو جیسے گوبر، خون، پاخانہ وغیرہ تو اس کو دُور کرنا ضروری ہے۔ گنتی کی کوئی شرط نہیں اگر چہ چار پانچ مرتبہ دھونا پڑے۔

وُضو کے مسائل

س ۱۴۷ بے وُضو نماز پڑھنا کیسا ہے، کیا شک سے بھی وُضو ٹوٹ جاتا ہے؟

ج بے وُضو نماز پڑھنا حرام وسخت گناہ ہے، بلکہ جو جان بوجھ کر بے وُضو نماز ادا کرے، اسے علماء کُفر لکھتے ہیں اور کیوں نہ ہو کہ اس بے وُضو یا بے غُسل نماز ادا کرنے والے نے عبادت کی بے اَدَبی اور توہین کی اور یہ کُفر ہے۔ حضور سرورِ عالم، نورِ مجسّم، شہنشاہِ معظّم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ مکرّم ہے کہ جنّت کی کُنجی نماز ہے اور نماز کی کُنجی طہارت۔ لیکن جو باوُضو تھا اب اسے شک ہوا کہ وُضو ہے یا ٹوٹ گیا تو اسے وُضو کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہاں! اگر یہ زندگی کا پہلا واقعہ ہے تو کر لینا بہتر ہے اور اگر وَسوسہ ہے تو اسے ہرگز نہ مانے کہ یہ شیطانِ لعین کا دھوکہ ہے۔

س ۱۴۸ اَعضائے وُضو کتنی مرتبہ دھوئے جاتے ہیں؟

ج حدیث شریف میں ہے جو ایک بار وُضو کرے (یعنی ہر عُضو کو ایک ایک بار دھوئے) تو یہ ضروری بات ہے (یعنی فرض ہے) اور جو دو دو بار کرتے تو اس کو دُونا (یعنی دُگنا) ثواب ہے اور جو تین تین بار دھوئے تو یہ میرا اور اگلے نبیوں علیہم السلام کا وُضو ہے (یعنی اُن کی سُنّت ہے)۔

س ۱۴۹ مِسواک کرنا کیسا ہے اور اس کا طریقہ کیا ہے؟

ج وُضو میں مِسواک کرنا سُنّتِ مؤکدہ ہے۔ ہمارے پیارے نبی سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ، صاحب معطر پسینہ، باعثِ نزولِ سکینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ باقرینہ ہے کہ جو نماز مسواک کر کے پڑھی جائے وہ اُس نماز سے ستّر گُنا اَفضل ہے جو بے مسواک کے پڑھی گئی۔ مسواک سے مُنہ کی صفائی اور اللہ عزّ وجل کی رِضا حاصل ہوتی ہے۔ مشائخِ کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ جو شخص مسواک کا عادی ہوگا مرتے وَقت اُسے کلِمہ پڑھنا نصیب ہوگا۔ پیلو یا نیم وغیرہ کی کڑوی لکڑی سے مسواک کرنا چاہئے اور داہنے ہاتھ سے کم سے کم تین مرتبہ دائیں بائیں، اُوپر نیچے کے دانتوں میں مِسواک کریں اور ہر مرتبہ مسواک کو دھوئیں۔ مسواک چھنگلی (یعنی چھوٹی اُنگلی) کے برابر موٹی اور زِیادہ سے زِیادہ ایک بالشت لمبی ہے۔ فارغ ہونے کے بعد مسواک دھو کر کھڑی رکھیں کہ رَیشہ اُوپر کی جانب ہو۔

س ۱۵۰ اگر تھوڑی تھوڑی قے کئی مرتبہ ہوئی تو کیا حکم ہے؟

ج اگر تھوڑی تھوڑی قے چند بار آئی کہ اس کا مجموعہ مُنہ بھر ہے تو اگر ایک ہی متلی سے ہے تو وُضو توڑ دے گی اور اگر وہ متلی ختم ہوگئی پھر نئے سرے سے دوسری متلی شروع ہوئی اور قے آئی کہ اگر دونوں مرتبہ کی جمع کی جائیں تو مُنہ بھر ہوجائے گی تو اس سے وُضو نہیں جاتا پھر بھی اگر ایک ہی نِشَست میں ہے تو دوبارہ وُضو کر لینا بہتر ہے۔

س ۱۵۱ اگر مُنہ سے خون نکلے تو وُضو ٹوٹے گا یا نہیں؟

ج اگر تھوک پر خون غالب ہے تو وُضو ٹوٹ جائے گا ورنہ نہیں۔ اسے اس طرح سمجھا جاسکتا ہے کہ اگر تھوک کا رنگ سُرخ ہوجائے تو خون غالب سمجھا جائے گا اور اگر زرد ہو تو خون غالب نہیں۔

س ۱۵۲ وہ کون سی نیند ہے جس سے وُضو نہیں ٹوٹتا؟

ج اس طرح سونا کہ دونوں سُرین خوب جمے ہوئے ہوں یا اس طرح سونا کہ جس میں غفلت نہ آئے، اس طرح سونے سے وُضو نہیں ٹوٹتا مثلاً کھڑے کھڑے سونا یا رُکوع کی حالت میں یا مَردوں کے سجدۂ مسنونہ کی شکل پر سونا۔

س ۱۵۳ کیا انبیاءِ کرام علیہم السلام کا وُضو سونے سے ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟

ج انبیاءِ کرام علیہم السلام کا سونا وُضو کو توڑنے والا نہیں۔ کیونکہ ان کی صِرف آنکھ سوتی ہیں دِل جاگتے ہیں۔ ہاں! نیند کے علاوہ دیگر وُضو توڑنے والی چیزوں سے ان کا وُضو جاتا رہتا ہے اور یہ اس لئے نہیں کہ وہ چیزیں نَجس ہیں بلکہ اس لئے کہ ان حضرات علیہم السلام کی شان بڑی عظمت والی ہے۔

س ۱۵۴ نماز میں ہنسی آجائے تو کیا حکم ہے؟

ج اتنی آواز سے ہنسی آئی ہو کہ اس کے آس پاس والے سُنیں (جسے قہقہہ کہتے ہیں) اور ہنسنے والا جاگ رہا تھا تو اگر رُکوع وسُجود والی نماز میں ایسا ہو تو وُضو بھی ٹوٹ جائے گا اور نماز بھی فاسد ہوجائے گی اور اگر نمازِ جنازہ میں یا سجدۂ تلاوت میں قہقہہ لگایا تو وُضو نہیں جائے گا، البتہ وہ نماز یا سجدہ فاسد ہے اور اگر اتنی آواز سے ہنسا کہ خود اس نے سُنا، پاس والوں نے نہ سُنا تو وضو نہیں جائے گا، البتہ نماز جاتی رہے گی اور اگر دورانِ نماز، یوں مُسکرایا کہ صِرف دانت نکلے اور آواز بالکل نہیں نکلی تو اس سے نہ نماز جائے گی اور نہ ہی وُضو ٹوٹے گا۔

س ۱۵۵ پھُنسی سے کپڑے پر دھبّہ پڑ جائے تو پاک ہے یا نہیں؟

ج خارش یا پھُڑیوں میں صِرف چپک ہو، بہنے والی رَطوبت یعنی خون، پیپ وغیرہ نہ ہو تو کپڑا اِس سے بار بار چھو کر اگرچہ کتنا ہی سَن جائے، پاک ہے مگر دھوڈالنا بہتر ہے۔

غُسل کے مسائل

س ۱۵۶ جُنب اور جنابت کسے کہتے ہیں؟

ج جس شخص پر نہانا فرض ہوا ُسے جُنب یا جُنبی کہتے ہیں اور جن اسباب کی وجہ سے نہانا فرض ہوتا ہے اُنہیں جنابت کہتے ہیں۔

س ۱۵۷ غُسل کتنی طرح کا ہوتا ہے اور جس پر غُسل فرض ہو اس پر کیا کیا چیزیں حرام ہیں؟

ج غُسل تین طرح کا ہوتا ہے: (۱) فرض (۲) سُنت (۳) مستحب

جس پر غسل فرض ہوا ُسے مسجد میں جانا، قرآنِ پاک چھونا، یا بے چھوئے دیکھ کر زَبانی پڑھنا، یا کسی آیت یا آیت کا تعویذ لکھنا، یا ایسے تعویذ چھونا جس میں آیت لکھی ہو، حرام ہے۔ ہاں! اگر قرآنِ عظیم جُزدان میں ہو تو جُزدان پر ہاتھ لگانے یا رُومال وغیرہ کسی علیحدہ پاک کپڑے سے پکڑنے میں حرج نہیں ں۔

س ۱۵۸ جُنب اگر غُسل کرنے میں دیر لگائے تو گناہ گار ہے یا نہیں؟

ج جس پر غُسل فرض ہو، اسے چاہئے کہ نہانے میں ہرگز تاخیر نہ کرے۔ حدیثِ پاک میں ہے کہ جس گھر میں تصویر، کتّا اور جُنُبی ہو اس میں رَحمت کے فِرِشتے نہیں آتے اور اگر جُنبی نے اتنی دیر کردی کہ نماز کا آخِرت وَقْت آگیا تو اب فوراً نہانا فرض ہے، اب تاخیر کرے گا تو گناہ گار ہوگا۔

س ۱۵۹ کون سے غُسل سُنّت اور کون سے مستحب ہیں؟

ج غسلِ سُنت پانچ ہیں: (۱) غسلِ جُمعہ (۲،۳) غسلِ عیدَین (۴) غسلِ حج (۵) غسلِ عُمرہ

غسلِ مستحب بہت سے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں: (۱) نیا کپڑا پہننے کیلئے (۲) گناہ سے توبہ کرنے کے لئے (۳) سفر سے واپسی آنے کے بعد (۴) شبِ بَراءَت میں (۵) مجالسِ خیر میں شرکت کے لئے (۶) خوب تاریکی یا سخت آندھی کے وَقْت (۷) مکّۂ معظمہ یا مدینۂ منوّرہ میں داخل ہونے کے لیے (۸) سورج یا چاند گرہن کی نماز کے لئے (۹) عَرفہ کی رات میں یعنی آٹھویں ذِی الحِجہ کا دِن گزر کر جو رات آتی ہے (اسے عرفہ کی رات کہتے ہیں) (۱۰) بدن پر نجاست لگی ہو اور یہ معلوم نہ ہو کہ کس جگہ ہے۔

س ۱۶۰ کیا بے وُضو آدمی قرآنِ پاک چھو سکتا ہے؟

ج بے وُضو کو قرآنِ پاک یا اس کی کسی آیت کو چھونا حرام ہے۔ ہاں! بے چھوئے زَبانی دیکھ کر پڑھے تو کوئی حَرَج نہیں اور اگر کسی برتن یا گلاس پر آیت یا سورت لکھی ہو تو بے وُضو اور جُنبی کو ان کا چھونا حرام ہے۔

س ۱۶۱ تو کیا بے وُضو اور جُنبی دُرود شریف یا دُعا بھی نہیں پڑھ سکتے ؟

ج جن پر وُضو یا غُسل فرض ہے اِنہیں دُرود شریف اور دُعائیں پڑھنے میں کوئی حرج نہیں البتہ بہتر یہ ہے کہ وُضو یا کلّی کر کے پڑھیں۔

س ۱۶۲ مسلمان میّت کو غُسل دینا فرض ہے یا سُنّت ؟

ج مَیّت کو غُسل دینا مسلمانوں پر فرضِ کفایہ ہے، یعنی اگر ایک نے نہلا دیا تو سب کی طرف سے فَرض ادا ہوگیا اور اگر کسی نے نہ نہلایا تو سب گناہ گار ہوئے۔

ناپاکی دور کرنے کا طریقہ

س ۱۶۳ ناپاک چیزوں کو پاک کرنے کے کتنے طریقے ہیں؟

ج ناپاک چیزوں کو پاک کرنے کے مُندرجہ ذیل مختلف طریقے ہیں:

۱ **دھونے سے۔** پانی اور ہر بہنے والی چیز، جس سے نَجاست دُور ہو جائے، دھو کر نَجس چیز کو پاک کر سکتے ہیں۔

۲ **پونچھنے سے ۔** لوہے کی چیز، جیسے چاقو وغیرہ جس پر زَنگ نہ ہو اور نہ ہی نقش ونگار ہوں، اگر نَجس ہو جائے تو اچھی طرح پونچھ ڈالنے سے پاک ہو جائے گی۔ نَجاست خواہ دَلدار ہو یا پتلی۔ اسی طرح ہر قِسم کی دھات کی چیزیں پونچھنے سے پاک ہو جاتی ہیں، البتہ نقوش والی یا زَنگ والی اَشیاء ہوں تو انہیں دھونا ضروری ہے۔

۳ **کھُرچنے یا رگڑنے سے۔** موزے یا جُوتے میں دَلدَار نَجاست لگی تو کھُرچنے اور رَگڑنے سے پاک ہو جائیں گی۔

۴ **خشک ہو جانے سے ۔** ناپاک زمین ہوا یا آگ سے سوکھ جائے اور نجاست کا اثر یعنی رنگ و بُو جاتا رہا تو پاک ہو جائے گی، اس پر نماز تو پڑھ سکتے ہیں مگر اس سے تیمّم کرنا جائز نہیں۔

۵ **پگھلنے سے۔** رَانگ، سیسہ پگھلانے سے پاک ہو جاتا ہے۔

۶ **آگ میں جلانے سے ۔** ناپاک مٹی سے برتن بنائے تو جب تک کچّے ہیں ناپاک ہیں اور آگ میں پکا لینے سے پاک ہو جائیں گے۔

۷ **ہیئت بدل جانے سے ۔** شراب سِرکہ ہو جائے تو اب پاک ہے یا نَجس جانور نمک کی کان میں گِر کر نمک ہو جائے تو وہ نمک پاک وحلال ہے۔

س ۱۶۴ جو چیز نچوڑنے کے قابل نہ ہو جیسے چٹائی، دَری، گدّا وغیرہ اس کو کس طرح پاک کریں؟

ج جو چیز نچوڑنے کے قابل نہ ہو جیسے چٹائی، دَری، گدّا، قالین، کمبل وغیرہ اس کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو دھو کر چھوڑ دیں، یہاں تک کہ پانی ٹپکنا بند ہو جائے، یونہی دو مرتبہ اور دھوئیں، پھر جب تیسری مرتبہ پانی ٹپکنا بند ہو گیا تو وہ چیز پاک ہو گئی۔ اسی طرح ایسا ریشمی کپڑا جو اپنی نازکی کے سبب نچوڑنے کے قابل نہیں اُسے بھی یونہی پاک کیا جائے گا۔

س ۱۶۵ تانبے، پیتل وغیرہ دھاتوں اور چینی کے برتنوں کو پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

ج تانبے، پیتل وغیرہ دھاتوں اور چینی کے برتنوں کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جن چیزوں میں نجاست جذب نہیں ہوتی انہیں فقط تین مرتبہ دھو لینا کافی ہے۔ اس کی بھی ضرورت نہیں کہ اسے اتنی دیر چھوڑ دیں کہ پانی ٹپکنا بند ہو جائے۔ ہاں! ناپاک برتن کو مٹی سے مانجھ لینا بہتر ہے۔

س ۱۶۶ کپڑے کا کوئی حصہ ناپاک ہو گیا اور یہ یاد نہیں کہ کہاں سے ناپاک ہے تو اسے کیسے پاک کیا جائے؟

ج اس صورت میں بہتر یہی ہے کہ پورا دھوئے، مثلاً معلوم ہے کہ کُرتے کی آستین نجس ہو گئی مگر یہ معلوم نہیں کہ کہاں سے، تو پوری آستین دھو لینا چاہئے اور اگر اندازے سے سوچ کر اس کا کوئی حصہ دھو لیا جب بھی کپڑا پاک ہو جائے گا۔

س ۱۶۷ تیل یا گھی وغیرہ ناپاک ہو جائیں تو کیسے پاک کریں؟

ج بہنے والی عام چیزیں مثلاً تیل، گھی وغیرہ کو پاک کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ ان میں اُتنا ہی پانی ڈال کر خوب ہلائیں، پھر اُوپر سے تیل یا گھی اُتار لیں اور پانی پھینک دیں، یہ عمل تین بار کریں وہ چیز پاک ہو جائے گی۔

اِستِنجاء کا بیان

س ۱۶۸ اِستنجاء کسے کہتے ہیں اور پیشاب و پاخانہ کے بعد استنجاء کا کیا طریقہ ہے؟

ج پاخانہ، پیشاب کرنے کے بعد بدن پر جو ناپاکی لگی رہتی ہے اسے پانی یا ڈھیلے وغیرہ سے پاک کرنے کو استنجاء کہتے ہیں۔ پیشاب کرنے کے بعد مٹی کے پاک ڈھیلے سے پیشاب کے مقام کو خشک کرلے اور پھر پانی سے دھو ڈالے اور پاخانے کے بعد مٹی کے تین یا پانچ ڈھیلوں سے پاخانے کے مقام کو صاف کرے پھر آہستہ آہستہ پانی ڈال کر اُنگلیوں کے پیٹ سے دھو ڈالے، یہاں تک کہ چکنائی جاتی رہے۔

س ۱۶۹ کیا ڈھیلوں سے استنجاء کر لینے کے بعد پانی سے طہارت کرنا ضروری ہے؟

ج اگر پاخانہ یا پیشاب کے مقام کے آس پاس کی جگہ نَجاست نہ لگی ہو تو پانی سے طہارت کرنا مستحب یعنی اچھی بات ہے اور اگر نجاست اِدھر اُدھر لگ گئی اور ایک دِرہم سے کم یا برابر لگی ہے تو پانی سے طہارت کر لینا سُنّت ہے اور اگر وہ جگہ دِرہم سے زِیادہ سَن جائے تو دھونا فرض ہے، مگر ڈھیلا لینا اب بھی سُنّت ہے۔

س ۱۷۰ استنجاء کن چیزوں سے جائز اور کن چیزوں سے مکروہ ہے؟

ج ڈھیلے، کنکر، پتھر اور پھٹے ہوئے کپڑے سے استنجاء کرنا بلا کراہت جائز ہے، بشرطیکہ یہ سب پاک ہوں۔ جبکہ ہڈی اور کھانے اور گوبر، لید، پکی اینٹ، ٹھیکری، کوئلہ اور جانور کے چارے سے اور ایسی چیز سے جس کی کچھ قیمت ہو اگرچہ ایک آدھ پیسہ ہی سہی، ان چیزوں سے استنجاء کرنا مکروہ ہے۔ کاغذ سے بھی استنجاء کرنا منع ہے۔

س ۱۷۱ کن مقامات میں پیشاب پاخانہ مکروہ ہے؟

ج کنویں یا حوض یا چشمے کے کنارے، مسجد اور عیدگاہ کے پہلو میں، قبرستان یا راستہ میں، پانی میں اگرچہ بہتا ہو، پھلدار دَرخت کے نیچے یا سایہ میں جہاں لوگ اُٹھتے بیٹھتے ہوں یا جس جگہ مویشی بندھتے ہوں یا اس کھیت میں جس میں زَراعت موجود ہے یا چوہے کے بل یا کسی اور سوراخ میں پیشاب پاخانہ مکروہ ہے۔ یونہی جس جگہ غُسل یا وُضو کیا جاتا ہو یا سخت زمین پر جس سے چھینٹیں اُڑ کر آئیں مکروہ اور منع ہے۔

س ۱۷۲ پیشاب پاخانہ کرتے وَقت کیا کیا باتیں مکروہ ہیں؟

ج کھڑے ہو کر یا لیٹ کر یا ننگے ہو کر پیشاب کرنا مکروہ ہے۔ اسی طرح ننگے سَر پیشاب پاخانہ کو جانا یا کلام کرنا بھی مکروہ ہے۔ یا قبلہ کی طرف مُنہ یا پیٹھ کرنا، یونہی چاند اور سورج کی طرف مُنہ یا پیٹھ کرنا، یا ہوا کے رُخ پیشاب کرنا ممنوع ہے، یا ایسی جگہ استنجاء کرنا کہ لوگوں کی نظریں آتے جاتے اس کی شرمگاہ پر پڑنے کا اِحتمال ہو یہ مکروہ ہے، اسی طرح دائیں ہاتھ سے اِستنجاء کرنا بھی مکروہ ہے۔

س ۱۷۳ استنجاء کرنے کے آداب کیا ہیں؟

ج جب تک بیٹھنے کے قریب نہ ہو کپڑا بدن سے نہ ہٹائے اور نہ حاجت سے زِیادہ بدن کھولے پھر دونوں پاؤں کشادہ کر کے بائیں پاؤں پر زور دے کر بیٹھے اور اپنی شرمگاہ کی طرف نظر نہ کرے اور نہ اُس نجاست کو دیکھے جو اس کے بدن سے نکلی ہے اور دیر تک نہ بیٹھے اور پیشاب میں نہ تھوکے، نہ ناک صاف کرے، نہ بار بار اِدھر اُدھر دیکھے، نہ بیکار بدن چھوئے، نہ آسمان کی طرف نگاہ کرے بلکہ شرم کے ساتھ سَر جھکائے رہے، جب فارغ ہو جائے تو ڈھیلوں سے صاف کر کے کھڑا ہو جائے اور

سیدھے کھڑے ہونے سے پہلے بدن چھپالے، پھر کسی دوسری جگہ بیٹھ کر طہارت کرلے وہ اس طرح کہ پہلے پیشاب کا مقام دھوئے پھر پاخانہ کا۔

پانی کا بیان

س ۱۷۴ کس پانی سے وُضواور غُسل جائز ہے؟

ج مینہ (بارش)، نَدّی، نالے، چشمے، سَمُندر، دَریا، نہر، کنوئیں، برف اور اَولے کے پانی سے وُضو جائز ہے اور جس پانی سے وُضو جائز ہے اس سے غُسل بھی جائز ہے۔

س ۱۷۵ بڑا تالاب یا حوض کسے کہتے ہیں؟

ج دس ہاتھ لمبا، دس ہاتھ چوڑا جو حوض یا تالاب ہو اُسے بڑا حوض کہتے ہیں۔ یونہی بیس ہاتھ لمبا پانچ ہاتھ چوڑا حوض بھی بڑا حوض ہے، غرضیکہ جس حوض کی پیمائش سو ہاتھ ہو تو وہ حوض یا تالاب بڑا ہے۔

س ۱۷۶ کس پانی سے وُضو یا غُسل کرنا جائز نہیں؟

ج کسی دَرخت یا پھل سے نچوڑے ہوئے پانی سے وُضو جائز نہیں جیسے کیلے کا پانی، گنے کا رَس۔ یونہی وہ پانی جس کا رنگ یا بُو یا مزہ کسی پاک چیز کے ملنے سے بدل گیا اور وہ گاڑھا بھی ہوگیا، یا پانی میں کوئی چیز مل گئی اور بول چال میں اسے اب پانی نہ کہیں، یا اس میں کوئی چیز ڈال کر پکائیں جس سے میل کاٹنا مقصود نہ ہو جیسے شوربا، چائے، گلاب یا عرق تو اس سے وُضو وغسل جائز نہیں۔ اس طرح وہ پانی جس میں زَعفران یا کوئی پُڑیا کا رنگ مل گیا اور اس پانی سے کپڑا رنگا جاسکتا ہے تو ایسے پانی سے بھی وضو جائز نہیں۔ اسی طرح ماءِ مستعمل سے بھی وضو وغسل نہیں کیا جاسکتا۔

س ۱۷۷ ماءِ مستعمل کسے کہتے ہیں اور مکروہ پانی کا کیا حکم ہے؟

ج جو پانی وضو یا غسل کرنے میں بدن سے گرا، یا وہ پانی جس میں کسی بے وُضو شخص کا ہاتھ یا اُنگلی یا پَورا یا بدن کا کوئی حصّہ جو وضو میں دھویا جاتا ہو بقصد یا بلا قصد دَہ در دَہ سے کم پانی میں بے دُھلا پڑ جائے ماءِ مستعمل کہلاتا ہے۔ یہ پانی پاک تو ہے مگر اس سے وضو اور غسل جائز نہیں۔

س ۱۷۸ کن جانوروں کا جوٹھا پانی ناپاک ہے؟

ج سؤر، کتّا، شیر، ہاتھی، گیدڑ اور دوسرے دَرندوں کا جوٹھا پانی ناپاک ہے۔ اسی طرح بلّی نے چوہا کھایا اور فوراً برتن میں مُنہ ڈال دیا، اگر اس میں پانی تھا تو یہ پانی ناپاک ہوگیا۔ اسی طرح شرابی آدمی نے شراب پی کر فوراً پانی پیا تو یہ پانی بھی نَجس ہوگیا۔

س ۱۷۹ کن جانوروں کا جُوٹھا پانی مکروہ ہے؟

ج اُڑنے والے شکاری جانور جیسے شِکرا، باز، چیل وغیرہ کا جوٹھا پانی مکروہ ہے۔ ایسے ہی گھر میں رہنے والے جانور جیسے سانپ، چھپکلی، چوہا وغیرہ کا جوٹھا پانی۔ اسی طرح غلیظ چیزیں کھانے والی گائے یا غلیظ چیزوں پر مُنہ مارنے والی مُرغی جو چھوٹی پھرتی ہے اس کا جوٹھا مکروہ ہے۔

س ۱۸۰ کس کس کا جُوٹھا پانی پاک ہے؟

ج آدمی کا جوٹھا اور اُن جانوروں کا جوٹھا پانی جن کا گوشت کھایا جاتا ہے، (چوپائے ہوں یا پرندے) پاک ہے۔ اسی طرح پانی میں رہنے والے جانوروں اور گھوڑے کا جوٹھا بھی پاک ہے۔

س ۱۸۱ گدھے اور خچر کا جوٹھا پانی پاک ہے یا ناپاک؟

ج گدھے اور خچر کا جوٹھا پانی مشکوک کہلاتا ہے، یعنی اس میں شک ہے کہ یہ پانی وضو یا غسل کے قابل ہے یا نہیں، لہٰذا اچھا پانی ہوتے ہوئے اس سے وضو و غسل جائز نہیں اور اگر اچھا پانی نہ ہو تو اسی سے وضو کر لے اور پھر تیمّم بھی کر لے ورنہ نماز نہیں ہوگی۔

س ۱۸۲ کس کس کا پسینہ اور لعاب پاک، ناپاک یا مکروہ ہے؟

ج جس کا جوٹھا ناپاک ہے اس کا پسینہ اور لعاب (تھوک) بھی ناپاک ہے اور جس کا جوٹھا پاک ہے اور کا پسینہ اور لعاب بھی پاک ہے اور جس کا جوٹھا مکروہ ہے اس کا پسینہ اور لعاب بھی مکروہ ہے اور گدھے اور خچر کا پسینہ اگر کپڑے پر لگ جائے تو کپڑا پاک ہے چاہے کتنا ہی زیادہ لگا ہو۔

س ۱۸۳ بڑے حوض یا تالاب کا پانی کب ناپاک ہو جاتا ہے؟

ج بڑے حوض یا تالاب کا پانی، بہتے پانی کے حکم میں ہے، نجاست پڑنے سے ناپاک نہیں ہوتا۔ ہاں! اگر نجاست سے پانی کا رَنگ یا مزہ یا بُو بدل جائے تو پھر یہ پانی بھی ناپاک ہو جاتا ہے۔

کنویں کا بیان

س ۱۸۴ کیا کنواں بھی ناپاک ہو جاتا ہے؟

ج جی ہاں! اگر نجاستِ غلیظہ یا خفیفہ یا کوئی ناپاک چیز کنویں میں گری یا آدمی یا بہتے ہوئے خون والا جانور کنویں میں گر کر مر جائے تو کنواں ناپاک ہو جاتا ہے۔

س ۱۸۵ اگر کنویں میں کوئی جانور گرا اور زندہ نکل آیا تو کنواں پاک رہے گا یا ناپاک ہو جائے گا؟

ج سؤر کے سوا اگر کوئی اور جانور کنویں میں گرا اور زندہ نکل آیا تو اس کی کئی صورتیں ہیں اور ہر صورت کا جُدا حکم ہے۔ مثلاً اس کے جسم پر نجاست لگی ہونا یقینی معلوم نہ ہو اور پانی میں اس کا مُنہ نہ بھی پڑا تو پانی پاک ہے مگر احتیاطاً بیس ڈول نکالنا بہتر ہے اور اگر یقین ہے کہ اس کے بدن پر نجاست تھی تو کنواں ناپاک ہو گیا، اس کا کُل پانی نکالا جائے اور اگر اس کا مُنہ پانی میں پڑا تو جو حکم اس کے لعاب اور جُوٹھے کا ہے وہی حکم پانی کا ہے۔

س ۱۸۶ کنواں پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

ج کنواں پاک کرنے کے مُندرجہ ذیل تین طریقے ہیں:

۱۔ کنویں میں اگر آدمی، بکری یا کتا یا کوئی دَمَوِی جانور (یعنی جس میں بہتا خون ہو) ان کے برابر ان سے بڑا گر کر مر جائے، یا مرغی، مرغا، بلّی، چوہا، چھپکلی یا کوئی اور جانور جس میں بہتا ہوا خون ہو، کنویں میں مر کر پھول جائے یا پھٹ جائے یا چھپکلی یا چوہے کی دُم کٹ کر کنویں میں گری، یا کنویں میں نجاست یا کوئی ناپاک چیز گر جائے تو اِن صورتوں میں کنویں کا کُل پانی نکالا جائے۔

۲۔ چوہا، چھچھوندر، چڑیا وغیرہ کوئی جانور کنویں میں گر کر مر گیا تو بیس ڈول پانی نکالنا ضروری ہے اور تیس ڈول نکالنا بہتر ہے۔

۳۔ کبوتر، مرغی، بلّی گر کر مر جائے تو چالیس سے ساٹھ ڈول تک نکالنا چاہئے۔

س ۱۸۷ اگر جوتا یا گیند کنویں میں گر جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟

ج اگر جوتا یا گیند پر نجاست لگی ہونا یقینی طور پر معلوم ہو تو کنواں ناپاک ہو گیا، کُل پانی نکالا جائے گا اور اگر کچھ پتہ نہ ہو تو بیس ڈول پانی نکال دیا جائے، کنواں پاک ہو جائے گا۔ محض نجس ہونے کا خیال معتبر نہیں۔

س ۱۸۸ پانی کا جانور کنویں میں مرجائے تو کیا حکم ہے؟

ج پانی کا جانور یعنی وہ جانور جو پانی میں پیدا ہوتا ہے اگر کنویں میں مرجائے یا مرا ہوا گر جائے تو پانی ناپاک نہ ہوگا اگرچہ پھولا پھٹا ہو مگر پھٹ کر اس کے اَجزاء پانی میں مل گئے تو اس کا پینا حرام ہے اور جس کی پیدائش پانی کی نہ ہو مگر پانی میں رہتا ہو جیسے بطّ، اس کے مرجانے سے پانی نجس ہوجائے گا۔

س ۱۸۹ کنواں کب پاک مانا جائے گا؟

ج ناپاک کنویں میں سے جتنا پانی نکالنے کا حکم ہے جب نکال لیا گیا تو کنواں پاک ہوگیا اور وہ رَسّی، ڈول جس سے پانی نکالا ہے یا کنویں کی دِیوار، سب پاک ہوگئیں، دھونے کی ضرورت نہیں۔

س ۱۹۰ اگر تھوڑا تھوڑا پانی کنویں سے نکالیں تو پاک ہوگا یا نہیں؟

ج کنویں سے جتنا پانی نکالنا ہے اس میں اِختیار ہے کہ ایک دَم سے اتنا نکالیں یا تھوڑا تھوڑا کر کے، دونوں صورتوں میں کنواں پاک ہوجائے گا۔ یہ جو حکم دیا گیا ہے کہ اتنا پانی نکالا جائے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ چیز جو اس میں گری ہے اس کو کنویں میں سے نکال لیں، پھر اتنا پانی نکالیں اگر وہ اسی میں پڑی رہی تو کتنا ہی نکال لیں بے کار ہے۔

س ۱۹۱ ڈول سے کتنا بڑا ڈول مُراد ہے؟

ج جس کنویں کا ڈول معین ہو تو اسی کا اعتبار ہے، اس کے چھوٹے بڑے ہونے کا کچھ اعتبار نہیں۔

س ۱۹۲ کنویں سے مَرا ہوا جانور نکلا اور معلوم نہیں کہ کب گرا تو اب کیا حکم ہے؟

ج اگر وَقت معلوم نہیں تو جس وَقت دیکھا گیا اسی وقت سے کنواں نَجس قرار پائے گا اس سے پہلے نہیں اور اس کے گرنے، مرنے کا وقت معلوم ہے تو اُسی وقت سے پانی نجس ہے، اس کے بعد اگر کسی نے اس سے وُضو یا غُسل کیا تو نہ وہ وضو ہوا نہ غُسل اور اس سے جتنی نمازیں پڑھیں وہ نمازیں بھی نہ ہوئیں۔

س ۱۹۳ جس کنویں میں پانی ٹوٹتا ہی نہیں وہ کس طرح پاک ہوگا؟

ج جو کنواں ایسا ہو کہ اس کا پانی ٹوٹتا ہی نہیں، چاہے کتنا ہی نکالیں اور اس کا کُل پانی نکالنا بھی ضروری ہو تو ایسی صورت میں حکم یہ ہے کہ پہلے یہ معلوم کرلیں کہ اس میں کتنا پانی ہے وہ سب نکال لیا جائے، نکالتے وقت جتنا زِیادہ ہوتا گیا اس کا کچھ لحاظ نہیں۔

اوقاتِ نماز کا بیان

س ۱۹۴ نماز کے لئے وَقت شرط ہونے کا کیا مطلب ہے؟

ج نماز کے لئے جو اوقات مقرر ہیں نماز اُن ہی محدود اوقات میں ادا کرنا فرض ہے۔ اگر اس سے پہلے پڑھ لی تو نماز ہوگی ہی نہیں اور اگر وَقت گزار کر پڑھے گا تو قضاء کہلائے گی اور یہ پڑھنے والا گناہگار ہوگا۔

س ۱۹۵ نماز کتنے وقت کی فرض ہے؟

ج ہر رات دِن میں ہر مسلمان، عاقل، بالغ مَرد و عورَت پر پانچ وقت کی نماز فرض ہے۔

(۱) فَجر (۲) ظُہر (۳) عَصر (۴) مَغرِب (۵) عِشَاء

س ۱۹۶ فجر کی نماز کا وقت کب سے کب تک رہتا ہے؟

ج فجر کی نماز کا وَقت صبحِ صادِق سے شروع ہوتا ہے اور سورج کی پہلی کِرن چمکنے (سورج نکلنے تک) رہتا ہے۔

س ۱۹۷ صبحِ صادِق سے کیا مُراد ہے اور فجر کا مستحب وقت کیا ہے؟

ج صبح صادق ایک روشنی ہے جو مشرق کی جانب آسمان کے کنارے میں دِکھائی دیتی ہے اور رَفتہ رفتہ بڑھتی جاتی ہے یہاں تک کہ تمام آسمان پر پھیل جاتی ہے اور زمین پر اُجالا ہوجاتا ہے، اسے صبح صادق کہتے ہیں اور فجر میں تاخیر کرنا مستحب ہے کہ جب خوب اُجالا ہو یعنی زمین روشن ہوجائے۔ ایسے وقت میں نماز شروع کرے کہ سُنّت کے موافق چالیس یا ساٹھ آیات پڑھ سکے۔ پھر سلام پھیرنے کے بعد بھی اتنا وقت باقی بچے کہ اگر نماز دوبارہ پڑھنی پڑے تو سنت کے مطابق پڑھی جاسکے۔

س ۱۹۸ نمازِ ظہر کا وقت کیا ہے اور اس کے مستحب وقت سے کیا مراد ہے؟

ج ظہر کی نماز کا وقت سورج ڈھلنے کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔ اس بات کو اس طرح سے سمجھیں کہ دوپہر کے وقت جوں جوں سورج بلند ہوتا جاتا ہے تو ہر شے کا سایہ بھی کم ہوتا جاتا ہے، پھر ایک وقت ایسا بھی آتا ہے جب یہ سایہ کم ہونا بند ہوجاتا ہے، اسے سایۂ اصلی کہتے ہیں۔ یہ کچھ دیر تک باقی رہتا ہے پھر جب یہ سایہ بڑھنا شروع ہوتا ہے، تب وقتِ ظہر شروع ہوجاتا ہے۔ پھر جب ہر شے کا سایہ، علاوہ سایۂ اصلی کے دُگنا ہوجائے تو ظہر کا وقت ختم ہوجاتا ہے۔ سردیوں میں ظہر جلدی پڑھنا اور گرمی کے دِنوں میں تاخیر کرنا مستحب ہے۔ یعنی جب گرمی کی شدّت کم ہوجائے، خواہ تنہا پڑھے یا جماعت کے ساتھ۔ ہاں گرمیوں میں ظہر کی جماعت اوّل وقت میں ہوتی ہے تو مستحب وقت کے لئے جماعت کو چھوڑنا جائز نہیں۔

س ۱۹۹ عصر کا وقت کب سے کب تک رہتا ہے اور اس کا مستحب وقت کیا ہے؟

ج سایۂ اصلی کے سوا جب ہر چیز کا سایہ دُگنا ہو جائے تو عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور غروبِ آفتاب تک رہتا ہے۔ عصر کی نماز میں ہمیشہ تاخیر کرنا مستحب ہے، مگر اتنی بھی تاخیر نہ کریں کہ سورج بہت اونچا اور زَرد ہو جائے اور اس پر بے تکلف نگاہ ٹھہرنے لگے۔ یہ وقت نماز ادا کرنے کیلئے مکروہ ہے یعنی اس وقت میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ سورج پر یہ زَرْدِی اس وقت آتی ہے جب غروب میں تقریباً بیس منٹ باقی رہتے ہیں۔

س ۲۰۰ مغرب کا وقت کب سے کب تک ہے اور اس کا مستحب وقت بھی بتائیں؟

ج وقتِ مغرب، غروبِ آفتاب سے لے کر غروبِ شَفَق تک ہے۔ امامِ اعظم حضرتِ سیِّدُنا ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک شَفَق اس سفیدی کا نام ہے جو مغرب میں سرخی ڈوبنے کے بعد صبحِ صادق کی طرح پھیلی رہتی ہے (جبکہ بادل نہ ہوں) مغرب ہمیشہ اوّل وقت میں پڑھنا بہتر ہے اور بلا عذر دیر سے پڑھنا مکروہ ہے، اَبْر والے دِن تاخیر کرنا مستحب ہے۔

س ۲۰۱ نمازِ عشاء کا وقت کیا ہے اور اس کا وقتِ مستحب کیا ہے؟

ج شَفَق کے غروب ہونے کے بعد عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور صبحِ صادِق سے پہلے تک رہتا ہے۔ عشاء میں تہائی رات تک دیر کرنا مستحب ہے، (تہائی رات سے یہ مُراد ہے کہ اگر بالفرض رات نو گھنٹے کی ہو تو اس کے ابتدائی تین گھنٹے تہائی رات کہلائیں گے۔ یہ یاد رہے کہ رات مغرب سے شروع ہوتی ہے) آدھی رات تک دیر کرنا مباح ہے اور اتنی دیر کرنا کہ رات ڈھل گئی، مکروہ ہے۔

س ۲۰۲ نمازِ وِتر کا وقت کون سا ہے؟

ج نمازِ عشاء و وِتر کا وقت ایک ہی ہے، مگر ان میں ترتیب فرض ہے کہ اگر عشاء سے پہلے وِتر کی نماز پڑھ لی تو ہوگی ہی نہیں اور جو شخص جاگنے پر یہ اعتماد رکھتا ہے کہ اگر عشاء کے فرض اور سنّتیں پڑھ کر سو جائے تو سحری کے وَقت اُٹھ جائے گا، اس کیلئے بہتر یہ ہے کہ وِتر رات کے آخری حصّے میں پڑھ لے ورنہ سونے سے پہلے پڑھ لے۔

س ۲۰۳ وہ کون سے اوقات ہیں جن میں کوئی نماز جائز ہی نہیں؟

ج وہ تین وَقت ہیں: (۱) طلوعِ آفتاب کے وقت (۲) غروبِ آفتاب کے وقت (۳) نصف النہارِ شرعی۔ ان تینوں وقتوں میں کوئی نماز جائز نہیں۔ نہ فرض نہ واجِب نہ نفل نہ ادا، نہ قضا، نہ سجدۂ تلاوت اور نہ ہی سجدۂ سہو۔ البتہ اگر اس روز عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی تو اگرچہ آفتاب ڈوبتا ہو، پڑھ لے۔ مگر اتنی تاخیر کرنا حرام ہے۔ حدیث میں اس کو منافق کی نماز فرمایا۔

س ۲۰۴ وہ کون سے اوقات ہیں جن میں نفل نماز جائز نہیں؟

ج ان بارہ وقتوں میں نوافل پڑھنا منع ہے: (۱) طلوعِ فجر سے طلوعِ آفتاب تک، دو رَکعت سُنّتِ فجر کے سوا کوئی نفل نماز جائز نہیں (۲) جب جماعت کے لئے اِقامت ہو (۳) نمازِ عصر کے بعد سے آفتاب زرد ہونے تک (۴) غروبِ آفتاب سے مغرب کے فرض تک (۵) جب امام اپنی جگہ سے خطبۂ جُمعہ کے لئے کھڑا ہو (۶) عین خطبے کے وقت (۷) نمازِ عیدَین سے پہلے (۸) نمازِ عیدین کے بعد جب کہ عیدگاہ یا مسجِد میں پڑھے، گھر میں پڑھنا مکروہ نہیں (۹) عَرَفات میں ظہر و عصر کے درمیان میں اور بعد میں بھی مکروہ ہے (۱۰) مزدلفہ میں مغرب و عشاء کے درمیان (۱۱) جب کہ فرض کا وقت تنگ ہو تو ہر نماز، یہاں تک کہ سُنّتِ فجر و ظہر بھی مکروہ ہے (۱۲) جس بات سے دِل بٹے اور اسے دفع کرسکتا ہو تو اسے دفع کیے بغیر ہر نماز مکروہ ہے، مثلاً زور کا پیشاب، پاخانہ لگتے وَقت۔

جماعت کا بیان

س ۲۰۵ پنج وقتہ فرض نمازوں میں جماعت سے نماز پڑھنے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

ج ہر مسلمان، عاقل، بالغ مَرد پر جسے مسجِد تک جانے میں مَشَقَّت نہ ہو جماعت سے نماز پڑھنا واجِب ہے، بلا عُذرِ شرعی ایک بار بھی چھوڑنے والا ایسا فاسق ہے، جس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی اور اس کو سخت سزا دی جائے گی۔ اگر پڑوسی ہو اور وہ نماز کی طرف نہ بلائے تو وہ بھی گناہگار ہوگا۔

س ۲۰۶ جُمعہ و عیدَین اور تراوِیح و وِتر میں جماعت کرنا کیسا ہے؟

ج جمعہ اور عیدین میں جماعت شرط ہے، جبکہ تراویح میں سُنّتِ کفایہ ہے کہ اگر محَلّے کے سب لوگوں نے ترک کی تو سب نے بُرا کے اور اگر کچھ لوگوں نے قائم کرلی تو باقیوں کے سَر سے جماعت ساقط ہوگئی اور رَمَضان کے وِتر میں جماعت قائم کرنا مستحب ہے اور سورج گہن میں سُنّت ہے۔

س ۲۰۷ عورَتوں پر نمازِ با جماعت واجِب ہے یا نہیں؟

ج عورتوں کو کسی نماز میں جماعت کی حاضری جائز نہیں، خواہ دِن کی نماز ہو یا رات کی، جُمعہ ہو یا عیدَین، خواہ وہ جوان ہوں یا بوڑھیاں۔

س ۲۰۸ وہ کیاوجوہات ہیں جن کی وجہ سے جماعت کی حاضری معاف ہے؟

ج سخت بارش اور شدید کیچڑ کا حائل ہونا، سخت سردی، سخت تاریکی، آندھی کا ہونا، مال یا کھانے کے ضائع ہونے کا اندیشہ، قرض خواہ کا خوف جبکہ آدمی تنگدست ہو، ظالم کا خوف، پاخانہ، پیشاب اور رِیاح کی شدید حاجت، جب کھانا حاضر ہو اور نفس کو اس کی خواہش بھی ہو، قافِلہ کے چلے جانے کا اندیشہ ہو، مریض کی تیمارداری کہ اس کو تکلیف ہوگی اور وہ گھبرائے گا، یہ سب ترکِ جماعت کے لیے عذر ہیں۔

س ۲۰۹ وہ لوگ کون ہیں جنہیں جماعت چھوڑنے کی اجازت ہے؟

ج ایسا مریض جسے مسجد تک جانے میں مَشقت ہو یا جس کا پاؤں کٹ گیا ہو یا جس پر فالج گرا ہو، یا اتنا بوڑھا کہ مسجد تک جانے سے عاجز ہو، یا نابینا اگرچہ اس کو ہاتھ پکڑ کر مسجد تک پہنچانے والا موجود ہو اور نابالغ کے ذِمّہ جماعت کی حاضری لازم نہیں۔

س ۲۱۰ جماعت سے نماز پڑھنے میں کیا کیا فائدے ہیں؟

ج حدیث شریف میں ہے کہ جماعت سے نماز پڑھنا تنہا نماز پڑھنے سے ستائیس دَرَجے بڑھ کر ہے۔ اسی طرح ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ جو اللہ عزوجل کیلئے چالیس دِن باجماعت نماز پڑھے اور تکبیرِ اولی پائے، اس کیلئے دو آزادِیاں لکھ دی جائیں گی ایک دوزخ سے اور ایک نِفاق سے، یعنی وہ شخص منافقت سے محفوظ رہے گا۔ ان عظیم الشان فائدوں کے علاوہ جماعت میں اور بھی بہت سی خوبیاں ہیں مثلاً مسلمانوں میں اِتحادو یک جہتی، ناواقفوں کا مسائلِ علمی سے واقف ہونا، ہمسایوں اور اہلِ محلّہ کی حالت سے آگاہ ہونا، عبادَت گزاروں کے فیض وبَرَکت اور ملاقات سے بہرہ وَر ہونا، ان کے طفیل اپنی نمازوں کا قبول ہونا، حاجت مندوں اور غریبوں کا حال معلوم ہونا، دوسروں کو دیکھ کر عبادَت کا ذَوق وشوق اور خدا عزوجل کی طرف رَغبت پیدا ہونا، دُنیا کی آلودگیوں اور بکھیڑوں سے اتنی دیر تک محفوظ رہنا وغیرہ۔

س ۲۱۱ جماعت میں کس طرح کھڑا ہونا چاہئے؟

ج مقتدی سیدھی صف بنا کر مل کر اِس طرح کھڑے ہوں کہ کندھے سے کندھا مَس ہو، دو آدمیوں کے درمیان کشادگی نہ رہ جائے کہ شیطان بیچ میں گھس جاتا ہے، سب کے کندھے، گردنیں اور پاؤں ایک سیدھ میں ہوں اور اگر مقتدی اکیلا ہو تو امام کے برابر دہنی جانب اِس طرح کھڑا ہو کہ اس کے پاؤں کی ایڑیاں امام کی ایڑیوں سے آگے نہ ہوں، بائیں طرف یا پیچھے کھڑا ہونا مکروہ ہے اور صفوں کی ترتیب یہ ہے کہ پہلے مَردوں کی صف ہو پھر بچّوں کی اور اگر بچّا تنہا ہو تو مَردوں کی صف میں داخل ہو جائے۔ امام کو چاہئے کہ مقتدیوں کے آگے وَسط میں کھڑا ہو۔ اگر دائیں یا بائیں جانب کھڑا ہوا تو خلافِ سُنّت کیا اور امام کے عین پیچھے وہ شخص کھڑا ہو جو جماعت میں سب سے افضل ہے۔

س ۲۱۲ پہلی صف میں جگہ ہوتے ہوئے پیچھے کھڑا ہونا کیسا ہے؟

ج پہلی صف میں جگہ ہوتے ہوئے مقتدی کو پچھلی صف میں کھڑا ہونا ترکِ واجب، حرام اور گناہ ہے اور اگر پچھلی صف بھر گئی ہو اور پہلی صف میں جگہ ہو تو اس کو چیر کر جائے اور خالی جگہ میں کھڑا ہو اس کے لیے حدیث شریف میں فرمایا کہ جو صف میں کشادگی دیکھ کر اسے بند کردے اس کی مغفرت ہو جائے گی مگر یہ حکم وہاں ہے جہاں فتنہ وفساد کا احتمال نہ ہو۔

س ۲۱۳ کون سی چیزیں ایسی ہیں کہ اگر امام نہ کرے تو مقتدی بھی نہ کرے؟

ج وہ پانچ چیزیں ہیں کہ امام چھوڑ دے تو مقتدی بھی نہ کرے اور امام کا ساتھ دے:

(۱) عیدَین کی تکبیریں (۲) قعدۂ اُولیٰ (۳) سجدۂ تلاوت (۴) سجدۂ سہو اور (۵) قنوت، جبکہ رُکوع فوت ہونے کا اندیشہ نہ ہو، ورنہ قنوت پڑھ کر رُکوع کرے اور اگر امام نے قعدۂ اولیٰ نہ کیا اور ابھی سیدھا کھڑا نہ ہوا ہو تو مقتدی بھی نہ اُٹھے بلکہ اسے بتائے تاکہ وہ واپس آئے اور اگر سیدھا کھڑا ہو گیا تو نہ بتائے کہ اب بتانے والے کی نماز جاتی رہے گی، بلکہ خود بھی کھڑا ہو جائے۔

س ۲۱۴ وہ کیا کیا چیزیں ہیں کہ اگر امام کرے تو مقتدی نہ کریں؟

ج (۱) نماز میں کوئی رُکن زائد ادا کرے، یعنی دو رُکوع یا دو سے زائد سجدے کرنا (۲) عیدَین کی سولہ تکبیرات سے زائد کہے (۳) نمازِ جنازہ میں پانچ تکبیریں کہے (۴) قعدۂ اخیرہ کے بعد پانچویں رَکعت کیلئے بھول کر کھڑا ہو جائے۔ پھر اس صورت میں اگر پانچویں کے سجدے سے پہلے لَوٹ آیا تو مقتدی اس کا ساتھ دے اور اس کے ساتھ سجدۂ سہو کرکے سلام پھیرے اور پانچویں رَکعت کا سجدہ کرلیا تو مقتدی تنہا سلام پھیر لے۔

س ۲۱۵ وہ کیا کیا چیزیں ہیں کہ اگر امام ترک کردے تو مقتدی بجالائے؟

ج وہ چیزیں مُندرجہ ذیل ہیں: (۱) تکبیرِ تحریمہ میں ہاتھ اُٹھانا (۲) ثناء پڑھنا، جبکہ امام فاتحہ میں ہو اور آہستہ پڑھتا ہو (۳) رُکوع اور (۴) سُجود کے وقت کی تکبیریں (۵) رکوع وسجود کی تسبیحات (۶) تسمیع یعنی سَمِعَ اللّٰہُ لِمَن حمِدہ کہنا (۷) تَشَہُّد پڑھنا (۸) سلام پھیرنا (۹) تکبیراتِ تشریق۔

س ۲۱٦ فرض نماز تنہا ادا کرتے ہوئے اگر جماعت قائم ہوجائے تو کیا کرنا چاہیے؟

ج اگر تنہا فرض نماز ابھی شروع ہی کی تھی یا فجر یا مغرب کی نماز ایک رَکعت پڑھ چکا تھا کہ اسی اَثناء میں جماعت شروع ہوگئی تو فوراً اپنی نماز توڑ کر جماعت میں شامل ہوجائے البتہ اگر دوسری رَکعت کا سجدہ کرلیا تو اب ان دو نمازوں یعنی فجر و مغرب میں توڑنے کی اجازت نہیں، نماز پوری کرلے اور چار رکعت والی نماز میں واجب ہے کہ پہلی والی کے ساتھ ایک اور ملا کر پڑھے اور پھر توڑ دے اور اگر دو پڑھ لی ہوں تو تشہّد پڑھ کر سلام پھیر دے کہ یہ دونوں رکعتیں نفل ہوجائیں، البتہ اگر تین پڑھ لی ہیں تو واجب ہے کہ نہ توڑے ورنہ گناہگار ہوگا بلکہ پوری کرکے نفل کی نیّت سے جماعت میں شامل ہوجائے تو جماعت کا ثواب پالے گا مگر عصر میں جماعت میں شامل نہیں ہوسکتا کہ عصر کے بعد نفل جائز نہیں۔

س ۲۱۷ سُنت و نفل پڑھتے وقت اگر جماعت شروع ہوجائے تو کیا حکم ہے؟

ج نفل شروع کرلئے تھے تو قطع نہ کرے بلکہ دو رَکعت پوری کرے اور اگر تیسری پڑھ رہا تھا تو چار پوری کرلے اور اگر جُمعہ اور ظہر کی سُنّتیں پڑھ رہا تھا کہ اسی دوران میں خطبہ یا جماعت شروع ہوگئی تو اب قطع نہ کرے بلکہ چار پوری کرلے۔

س ۲۱۸ حاجت کے وقت نماز توڑنے کا کیا طریقہ ہے؟

ج نماز توڑنا بغیر عذر ہو تو حرام ہے اور ضرورتاً نماز توڑنے کیلئے بیٹھنے کی حاجت نہیں، کھڑے کھڑے ایک طرف سلام پھیر کر توڑ دے۔

اِمامت کا بیان

س ۲۱۹ امامت کے کیا معنیٰ ہیں؟

ج اِمامت سردار کو کہتے ہیں اور امام قوم کے سردار اور پیشوا کو کہتے ہیں۔ اِمامتِ نماز کے معنیٰ ہیں ''مقتدی کی نماز کا امام کی نماز سے چند شرطوں کے ساتھ وابستہ ہونا'' جیسا کہ حدیثِ مبارکہ میں آیا ہے کہ امام ضامن ہوتا ہے، یعنی نماز میں اِمام کے سر پر ہی ذِمہ داری ہوتی ہے۔ مقتدیوں کی نماز کا صحیح و فاسد ہونا سب اسی کے سر ہے۔ لہٰذا کسی کو مولوی دیکھ کر امامت کیلئے آگے بڑھا دینا نادانی اور احکامِ شرع سے لاپرواہی ہے، شریعتِ مطہرہ نے امامت کیلئے کچھ شرطیں بھی رکھی ہیں جن کا ہر امام میں پایا جانا ضروری ہے۔

س ۲۲۰ شرائطِ امامت کیا ہیں؟

ج مَرد اگر معذور نہ ہو تو امام کیلئے چھ شرطیں ہیں۔

(۱) اسلام (۲) بلوغ (۳) عاقل ہونا (۴) مَرد ہونا (۵) اتنی قِراٗت جانتا ہو کہ جس سے نماز صحیح ہو جائے (۶) عذر سے محفوظ ہو یعنی اسے کوئی ایسا مرض نہ ہو جس کی وجہ سے اسے معذور کہا جائے۔

معذور کی تعریف : آگے، پیچھے سے رِیح خارج ہونے، زخم بہنے، دُکھتی آنکھ سے آنسو بہنے، کان، ناک، پستان سے پانی نکلنے، پھوڑے یا ناسُور سے رَطوبت بہنے اور دَست آنے سے وُضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اگر کسی کو اس طرح کا مرض مسلسل جاری ہے کہ شروع سے آخر تک نماز کا پورا ایک وَقت گزر گیا اور وُضو کے ساتھ نمازِ فرض ادا نہ کر سکا وہ معذور ہے۔

س ۲۲۱ کن لوگوں کے پیچھے نماز مکروہِ تنزیہی ہے۔

ج غلام، دہقانی (کسان یا دیہاتی)، اندھے، وَلَدُ الزِّنا، اَمْرد (وہ بالغ جس کی ابھی داڑھی مونچھ نہ آئی ہو)، کوڑی، فالج کی بیماری والے، بَرص والے، جس سے لوگ کراہت و نفرت کرتے ہوں اور سَفِیْہ (یعنی ایسا بیوقوف کہ خرید و فروخت میں اکثر دھوکے کھاتا ہو) اس قِسم کے لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہِ تنزیہی اور خلافِ اُولیٰ ہے اور پڑھ لیں تو حَرج نہیں، بلکہ اگر حاضرین میں یہی لوگ سب سے زائد مسائلِ نماز و طہارت کا علم رکھتے ہوں اور اس جماعت میں کوئی اور ان سے بہتر نہ ہو تو یہی مستحقِ امامت ہیں۔ ان کی امامت میں کوئی کراہت نہیں اور نابینا کی امامت میں تو بہت ہی خفیف کی کراہت ہے۔

س ۲۲۲ کن لوگوں کے پیچھے نماز مکروہِ تحریمی ہے؟

ج وہ بدمذہب جن کی بدمذہبی حدِ کُفر تک نہ پہنچی ہو اور فاسقِ معلِن جو اعلانیہ کبیرہ گناہ کرتے ہیں جیسے شرابی، جواری، زِنا کار، سُود خور، چُغل خور، داڑھی منڈانے والا یا خشخشی رکھنے والا یا کُترواکر ایک مٹھی سے کم کرنے والا یا ناچ رنگ دیکھنے والا یا مولائے کائنات حضرتِ سیِّدُنا مولا علی مشکل کُشا کو شیخین کریمین یعنی حضرتِ سیِّدُنا صدّیقِ اکبر، حضرتِ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہما سے افضل بتانے والا یا کسی صحابی مثلاً حضرتِ سیِّدُنا امیرِ معاویہ وحضرتِ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کو بُرا کہنے والا، ان میں سے کسی کو امام بنانا گناہ ہے اور ان کے پیچھے نماز مکروہِ تحریمی واجبُ الاِعادہ ہے۔ یعنی جتنی پڑھی ہوں سب کا دوبارہ پڑھنا واجِب ہے مگر جہاں جُمعہ وعیدَین ایک ہی جگہ ہوتے ہوں اور ان کا امام بدعتی یا فاسقِ مُعلِن ہے اور دوسرا امام نہ مل سکتا ہو وہاں ان کے پیچھے جُمعہ وعیدَین پڑھ لی جائیں۔

س ۲۲۳ کن لوگوں کے پیچھے نماز بالکل نہیں ہوتی؟

ج جو قراءت ایسی غلَط پڑھتا ہو جس سے معنیٰ فاسد ہوں یا وُضو یا غُسل صحیح نہ کرتا ہوں یا ضروریاتِ دِین میں سے کسی چیز کا منکر ہو یعنی وہ بدمذہب جس کی بدمذہبی کفر کی حد تک پہنچ چکی ہو یا وہ شفاعت یا دِیدارِ الٰہی عزّوجل، یا عذابِ قبر یا کِراماً کاتبین کا انکار کرتا ہے تو ان کے پیچھے نماز باطلِ محض ہے۔ کیونکہ نہ ان کی نماز، نماز ہے نہ اُن کے پیچھے نماز ہوتی ہے حتّٰی کہ جُمعہ وعیدَین میں بھی ان کی اِقتداء دُرست نہیں۔

س ۲۲۴ اِقْتِدَاء کی شرطیں کتنی ہیں؟

ج اِقتداء یعنی کسی امام کی نماز کے ساتھ اپنی نماز وابستہ کردینا، اس کی تیرہ شرطیں ہیں، اور وہ یہ ہیں:

(۱) مقتدی کو اِقتداء کی نیت کرنا (۲) نیتِ اقتداء کا تکبیرِ تحریمہ کے ساتھ ہونا یا تحریمہ پر مقدّم ہونا، بشرط یہ کہ اس صورت میں نیت وتحریمہ کے درمیان کوئی فعلِ اجنبی (ایسا فعل جس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے) نہ پایا جائے (۳) امام ومقتدی دونوں کا ایک مکان (جگہ) میں ہونا، خواہ مسجد ہو یا کوئی اور مقام (۴) دونوں کی نماز ایک ہو یا امام کی نماز مقتدی کی نماز کو مُتضمِّن ہو (۵) امام کی نماز کا مقتدی کے مذہب میں صحیح ہونا (۶) امام ومقتدی دونوں کا اُسے صحیح سمجھنا (۷) عورت کی نماز میں مَرد کے برابر نہ ہونا (اس کی صورتیں مخصوص ہیں) (۸) مقتدی کا امام سے آگے نہ ہونا (۹) امام کے اِنتقالات کا علم ہونا یعنی امام کے ایک رُکن سے دوسرے رُکن میں جانے کو جاننا، خواہ دیکھ کر یا کسی اور طرح (۱۰) مقتدی کو امام کا مُقیم یا مسافر ہونا معلوم ہونا، اگرچہ بعدِ نماز ہو (۱۱) ارکانِ نماز کی ادا میں شریک ہونا (۱۲) اَرکان کی بجا آوری میں مقتدی کا امام کی مانند یا کم ہونا (۱۳) اور شرائط میں مقتدی کا امام سے زائد نہ ہونا۔

س ۲۲۵ کیا تراویح میں نابالغ بچے کو امام بنانا دُرست ہے؟

ج بالغ مَرد کسی نماز میں نابالغ لڑکے کی اقتداء نہیں کرسکتا۔ اگرچہ نمازِ جنازہ و تراویح و نوافل ہی ہوں، یہی صحیح ہے۔ ہاں! نابالغ دوسرے نابالغوں کی امام کرسکتا ہے، جبکہ سمجھدار ہو۔

س ۲۲۶ امام کا زِیادہ حقدار کون ہے؟

ج سب سے زِیادہ مستحقِ امامت وہ سُنّی شخص ہے جو نماز و طہارت کے اَحکام کو سب سے زِیادہ جانتا ہو بشرطیکہ اسے اتنا قرآن شریف یاد ہو کہ بطور مسنون پڑھے اور صحیح پڑھ سکے، یعنی مخارج وغیرہ دُرست ہوں اور فواحش یعنی بے حیائیوں اور ایسے کاموں سے بچتا ہو، جو مُرُوّت کے خلاف ہیں۔ مثلاً فضول گفتگو کرنا، راہ چلتے پیشاب کرنا، بازار میں کوئی چیز کھانا وغیرہ۔ اس کے بعد وہ شخص جو قراءت کا زِیادہ علم رکھتا ہو اور اس کے موافق اور بھی کرتا ہو۔ اسکے بعد وہ کہ جو زیادہ پرہیزگار ہو یعنی حرام تو حرام شبہات سے بھی بچتا ہو، اس کے بعد زِیادہ عمر والا، اس کے بعد وہ جس کے اَخلاق زِیادہ اچھے ہوں، اسکے بعد تہجد گزار، اور اگر چند شخص ان تمام باتوں میں برابر ہوں تو ان میں جو شرعی ترجیح رکھتا ہو وہ زِیادہ حقدار ہے، یا پھر ان میں سے جماعت جس کو منتخب کرلے۔

ہاں! اگر کسی جگہ امام مخصوص ہو تو وہی امامت کا حقدار ہے، اگرچہ حاضرین میں کوئی اس سے زِیادہ علم اور زیادہ تجوید جاننے والا ہو، یعنی جبکہ امام مخصوص میں شرائطِ امامت بھی پائی جاتی ہوں ورنہ وہ امامت کا اَہل ہی نہیں۔

س ۲۲۷ جس سے لوگ ناراض ہوں اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟

ج جس شخص کی امامت سے لوگ کسی شرعی وجہ سے ناراض ہوں تو اس کا امام بننا مکروہِ تحریمی ہے اور اگر ناراضگی کسی شرعی وجہ سے نہ ہو تو کراہت نہیں بلکہ اگر وہی اَحق ہو تو اسی کو امام ہونا چاہئے۔

س ۲۲۸ معذور، معذور کا اور اُمّی (بے پڑھا)، اُمّی کا امام ہوسکتا ہے یا نہیں؟

ج معذور اپنے جیسوں کی یا اپنے سے زائد عُذر والے کی امامت کرسکتا ہے، کم عُذر والے کی امامت نہیں کرسکتا اور اگر امام و مقتدی دونوں کو دو قسم کے عُذر ہو مثلاً ایک کو رِیاح کا مرض ہے دوسرے کو نکسیر کا تو ایک دوسرے کی امامت نہیں کرسکتا اور اُمّی (یعنی جس کو کوئی آیت یاد نہیں یا آیتیں تو یاد ہیں مگر حروف صحیح اَدا نہیں کرسکتا جس کی وجہ سے معنیٰ فاسد ہوجاتے ہیں) اُمّی کا امام ہوسکتا ہے، قاری کا نہیں اور قاری سے مراد وہ شخص ہے کہ بقدرِ فرض قرآن صحیح پڑھ سکتا ہو، چنانچہ اگر اُمی نے اُمی اور قاری کی امامت کی تو کسی کی نماز نہ ہوئی، اگرچہ قاری درمیان میں شریک ہُوا ہو۔

س ۲۲۹ مقتدی کسے کہتے ہیں اور اس کی کتنی قسمیں ہیں؟

ج امام کی اِقتداء میں نماز ادا کرنے والے کو مقتدی کہتے ہیں اور اس کی چار قسمیں ہیں:

۱﴿ مُدرِکُ یعنی وہ جس نے اوّل رَکعت سے تشہّد تک امام کے ساتھ نماز پڑھی۔

۲﴿ لاحِق یعنی وہ کہ امام کے ساتھ پہلی رَکعت میں شریک ہوا مگر اِقتداء کے بعد اس کی کُل رکعتیں یا بعض فوت ہوگئیں، خواہ عُذر سے ہو یا بلا عُذر۔

۳﴿ مَسبُوق یعنی وہ کہ امام کی بعض رَکعتیں پڑھنے کے بعد جماعت میں شامل ہوا اور آخر تک شامل رہا۔

۴﴿ لاحق مسبوق یعنی وہ کہ جسے شروع کی کچھ رکعتیں امام کے ساتھ نہ ملیں، پھر جماعت میں شامل ہوا اور اس کے بعد لاحق ہوگیا۔

س ۲۳۰ لاحق کیا حکم کیا ہے؟

ج لاحق مدرک کے حکم میں ہے کہ جب اپنی فوت شدہ نماز پڑھے گا تو اس میں نہ قراءت کرے گا نہ سہو کرنے کی صورت میں سجدۂ سہو کرے گا اور اگر مسافر تھا تو نماز میں نیت اِقامت سے اس کا فرض متغیر نہ ہوگا کہ دو سے چار ہو جائے اور اپنی فوت شدہ کو پہلے پڑھے گا یہ نہ ہوگا کہ امام کے ساتھ پڑھے، پھر جب امام فارغ ہو جائے تو اپنی پڑھے، مثلاً اس کو حدث ہوا اور وُضو کر کے آیا تو امام کو قعدۂ اخیرہ میں پایا تو یہ قعدہ میں شریک نہ ہوگا، بلکہ جہاں سے باقی ہے وہاں سے پڑھنا شروع کرے اس کے بعد اگر امام کو پالے تو ساتھ ہو جائے اور اگر ایسا نہ کیا بلکہ امام کے ساتھ ہولیا پھر امام کے سلام پھیرنے کے بعد فوت شدہ پڑھی تو نماز ہوگئی، مگر گناہگار رہوا۔

س ۲۳۱ مسبوق کا کیا حکم ہے؟

ج مسبوق پہلے امام کے ساتھ ہولے، پھر امام کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی فوت شدہ نماز پڑھے۔ اپنی فوت شدہ رَکعات کی ادا میں یہ منفرد (تنہا) کے حکم میں ہے کہ جو رکعتیں جاتی رہی تھیں ان میں قراءت کرے اور اگر کسی وجہ سے پہلے ثناء نہ پڑھی تھی تو اب پڑھے۔ قراءت سے پہلے اَعوذ اور بسم اللہ پڑھے اور اگر فوت شدہ میں سہو ہو تو سجدۂ سہو کرے اور تشہّد کے حق میں یہ رَکعت، پہلی رکعت قرار نہ دی جائے گی بلکہ دوسری، تیسری، چوتھی جو شمار میں آئے، مثلاً چار رکعت والی نماز میں اسے ایک رکعت ملی تو حقِ قراءت میں یہ جو اَب پڑھتا ہے وہ پہلی ہے اور حقِ تشہد میں دوسری، لہٰذا ایک رکعت فاتحہ اور سورت کے ساتھ پڑھ کر قعدہ کرے اور اس کے بعد والی میں بھی فاتحہ کے ساتھ سورت ملائے اور اس میں نہ بیٹھے، پھر اس کے بعد والی میں فاتحہ پڑھ کر رکوع کردے اور تشہد وغیرہ پڑھ کر نماز ختم کر دے اور مسبوق کو چاہئے کہ امام کے سلام پھیرتے ہی فوراً کھڑا نہ ہو، بلکہ امام کے دوسری

طرف سلام پھیرنے تک صبر کرے تاکہ معلوم ہو جائے کہ امام کو سجدۂ سہو تو نہیں کرنا ہے۔

س ۲۳۲ مسبوق اگر امام کے ساتھ سلام پھیر دے تو کیا حکم ہے؟

ج مسبوق نے یہ گمان کر کے کہ مجھے بھی امام کے ساتھ سلام پھیرنا چاہئے قصداً اسلام پھیر دیا تو نماز فاسد ہو گئی اور اگر بھول کر سلام پھیرا تو اگر امام کے بعد پھیرا تو سجدۂ سہو لازم ہے، اپنی نماز پوری کر کے سجدۂ سہو کرے اور اگر بالکل ساتھ ساتھ پھیرا تو پھر سجدۂ سہو نہیں، فوراً کھڑا ہو جائے اور اپنی نماز پوری کر لے۔

س ۲۳۳ مسبوق کھڑا ہو گیا، اب امام نے سجدۂ سہو کیا تو مسبوق کیا کرے؟

ج اگر امام نے سلام پھیرا اور مسبوق اپنی نماز پوری کرنے کھڑا ہوا، اب امام نے سجدۂ سہو کیا تو جب تک مسبوق نے اُس رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو لوٹ آئے اور امام کے ساتھ سجدۂ سہو کرے اور پھر اپنی پڑھے اور پہلے جو افعال کر چکا تھا اس کا شمار نہ ہوگا اور اگر نہ لوٹا اور اپنی پڑھ لی تو آخر میں سجدۂ سہو کرے اور اگر اس رکعت کا سجدہ کر چکا ہے تو اب نہ لوٹے، کیونکہ اب لوٹے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

مفسداتِ نماز کا بیان

س ۲۳۴ مفسداتِ نماز سے کیا مراد ہے؟

ج مفسداتِ نماز وہ چیزیں ہیں کہ اگر دورانِ نماز پائی جائیں تو ان کے باعث نماز فاسد ہو جاتی ہے یعنی ٹوٹ جاتی ہے اور اسے دوبارہ صحیح طور پر اَدا کرنا ذِمہ پر باقی رہتا ہے۔

س ۲۳۵ وہ کون سے اَقوال ہیں جنہیں نماز کے دَوران کہنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے؟

ج وہ اَقوال مُندرجہ ذیل ہیں جنہیں نماز کے دَوران کہنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے:

(۱) کلام کرنا، چاہے جان بوجھ کر ہو یا بھول سے، سوتے میں ہو یا بیداری میں، اپنی خوشی سے کلام کیا ہو یا کسی مجبوری کے باعث، تھوڑا ہو یا بہت (۲) کسی کو سلام کرنا (۳) زَبان سے سلام کا جواب دینا (۴) چھینک کا جواب دینا یعنی کسی کو چھینک آنے پر یَرْحَمُکَ اللّٰہ عزّوجل کہنا (۵) خوشی کی خبر سُن کر جواب میں اَلْحَمْدُلِلّٰہ عزّوجل کہنا (۶) کوئی تعجب خیز چیز دیکھ کر بقصدِ جواب سُبْحَانَ اللّٰہ عزّوجل یا لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہنا (۷) بُری خبر سُن کر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْن کہنا (۸) اَلفاظِ قرآن سے کسی کو جواب دینا یا مخاطب کرنا (۹) اللّٰہ عزّوجل کا نامِ پاک سُن کر جَلَّ جَلَالُہٗ کہنا

(۱۰) نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا نامِ نامی اسمِ گرامی سُن کر دُرود شریف پڑھنا (۱۱) امام کی قراءت سُن کر صَدَقَ اللّٰہُ وَ صَدَقَ رَسُوْلُہٗ کہنا جبکہ تینوں صورتوں میں بقصدِ جواب ہو (۱۲) اَذان کا جواب دینا (۱۳) شیطان کا نام سُن کر اس پر لعنت کرنا (۱۴) چاند دیکھ کر رَبِّیْ وَرَبُّکَ اللّٰہُ پڑھنا (۱۵) بخار وغیرہ کی وجہ سے کچھ قرآن پڑھ کر دَم کرنا (۱۶) قرآنِ کریم کی کوئی عبارت بہ نیّت شعر پڑھنا (۱۷) دَرد یا مصیبت کی وجہ سے آہ، اُوہ، اُف وغیرہ الفاظ کہنا (۱۸) نماز میں قرآن شریف سے دیکھ کر قرآن پڑھنا (۱۹) صِرف توریت وانجیل کو نماز میں پڑھنا (۲۰) نمازی کا اپنے مقتدی کے سوا امام کا کسی دوسرے کا لقمہ دینا (۲۲) نماز میں ایسی چیز کی دُعا کرنا جس کا بندوں سے سوال کیا جاسکتا ہے (۲۳) قرآنِ مجید یا (۲۴) اذکارِ نماز مثلاً تسمیع (سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ) اور تحمید (رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ) پڑھنے میں، یا تَشَهُّد میں ایسی غلطی کرنے سے کہ جس سے معنی بگڑتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

س ۲۳۶ وہ افعال کون کون سے ہیں جو نماز کو فاسد کردیتے ہیں؟

ج وہ افعال مُندرجہ ذیل ہیں جو نماز کو فاسد کردیتے ہیں:

(۱) عملِ کثیر یعنی جس کام کے کرنے والے کو دُور سے دیکھ کر گمانِ غالب ہو کہ وہ نماز میں نہیں (۲) نماز کے دَوران کُرتا یا پاجامہ پہننا یا تہ بند باندھنا (۳) ناپاک جگہ پر کسی حائل شے کے بغیر سجدہ کرنا (۴) ہاتھ یا گھٹنے سجدے میں ناپاک جگہ پر رکھنا (۵) سِتر کھولے ہوئے نماز پڑھنا (۶) یا بقدرِ مانع نَجاست یعنی ایک دِرہم کی مقدار سے زِیادہ نَجاست کے ساتھ پورا رُکن ادا کرنا (۷) اس حالت میں تین تسبیح کا وَقت گزر جانا (۸) نماز کے دَوارن امام سے آگے بڑھ جانا (مثلاً امام سے پہلے سجدہ میں گیا اور امام کے سجدہ میں پہنچنے سے پہلے ہی اپنا سر اٹھالیا تو اس کی نماز فاسد ہوگئی) (۹) نماز کے اندر کھانا پینا، خواہ جان بوجھ کر ہو یا بھول کر، تھوڑا ہو یا بہت، یہاں تک کہ اگر تِل بغیر چبائے نگل گیا یا کوئی قطرہ اس کے مُنہ میں گرا اور اُس نے نگل لیا تو نماز جاتی رہی (۱۰) بلاعذر سینہ کو قبلہ سے پھیرنا یعنی اتنا پھیرنا کہ سینہ، خاص جہتِ کعبہ سے پینتالیس دَرجے ہٹ جائے (۱۱) دو صفوں کی مقدار کے برابر یعنی تین قدم بلا ضرورت ایک بار چلنا یا ہٹنا (۱۲) ایک نماز سے دوسری کی طرف تکبیر کہہ کر منتقل ہونا، مثلاً ظہر پڑھ رہا تھا اور عصر کی نیّت سے اللہ اکبر کہا تو ظہر کی نماز جاتی رہی (۱۳) تین کلِمات اِس طرح لکھنا کہ حُروف ظاہر ہوں (۱۴) ایک رُکن میں تین بار کھجانا (۱۵) پے دَرپے تین بار اُکھاڑنا (۱۶) دَرد اور مُصیبت میں آواز سے رونا (۱۷) جنون یا بیہوشی کا طاری ہونا (۱۸) (جاگتے ہوئے) رُکوع وسُجود والی نماز میں بالغ آدمی قہقہہ مار کر اس طرح ہنسا کہ آس پاس والوں نے سُن لیا تو اس صورت میں وُضو بھی ٹوٹ جائے گا اور نماز بھی اور اگر خود اپنی ہنسی کی آواز سُنی، آس پاس والوں نے نہ سُنی تو اس صورت میں صِرف نماز ٹوٹے گی، وُضو باقی رہے گا (۱۹) تکبیراتِ انتقال میں اللہ اکبر کے اَلِف کو دَراز کرنا یعنی آللہ اکبر کہنا

یا آکبر کہنا یا اَکبار کہنا اور تکبیرِ تحریمہ میں ایسے کہا تو نماز شروع ہی نہ ہوئی وغیرہ وغیرہ۔

س ۲۳۷ مریض کی زَبان سے بے اختیار آہ نکل جائے تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟

ج مریض کی زبان سے بے اختیار آہ، اُوہ وغیرہ نکلی تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اسی طرح چھینک، کھانسی، جمائی، ڈکار وغیرہ میں جتنے حروف مجبوراً نکلتے ہیں معاف ہیں۔ یونہی جنت و دوزخ یا مدینہ کو یاد کرتے ہوئے یہ الفاظ کہے تو نماز فاسد نہ ہوئی۔

س ۲۳۸ کھنکارنے سے نماز کس وَقت فاسد ہوگی؟

ج کھنکارنے میں جب دو حروف ظاہر ہوں جیسے اُح، تو نماز فاسد ہو جائے گی جبکہ نہ کوئی عذر ہو نہ غرضِ صحیح، تو اگر عذر سے ہو مثلاً طبیعت کا تقاضہ ہے یا کسی صحیح غرض کیلئے ہو مثلاً آواز صاف کرنے کیلئے یا امام سے غلطی ہوگئی ہے یا اس لئے کھنکارتا ہے کہ دوسرے شخص کو اس کا نماز میں ہونا معلوم ہو جائے تو نماز فاسد نہ ہوئی۔

س ۲۳۹ کیا لقمہ دینا، تراویح کے سوا اور نمازوں میں بھی دُرست ہے؟

ج جی ہاں! تراویح اور غیر تراویح وغیرہ سب نمازوں میں اپنے امام کو لقمہ دینا اور امام کا اپنے مقتدی سے لقمہ لینا دُرست ہے مگر امام کے رُکتے ہی فوراً لقمہ دینا مکروہ ہے، تھوڑی دیر ٹھہرنا چاہئے، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ امام اپنی غلطی خود دُرست کر لے، اسی طرح امام کیلئے مکروہ ہے کہ مقتدیوں کو لقمہ دینے پر مجبور کرے یعنی بار بار پڑھے یا خاموش کھڑا رہے، ایسی صورت میں چاہئے کہ کسی دوسری سورت کی طرف منتقل ہو جائے یا کوئی دوسری آیت شروع کر دے بشرطیکہ اس کا یہ وَصل (ملانا) نماز کو فاسد نہ کرے اور اگر بقدرِ حاجت پڑھ چکا ہو تو رُکوع کر دے۔

س ۲۴۰ نمازی کے آگے سے گزرنے سے نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟

ج نمازی کے آگے سے کسی کا گزرنا نماز کو فاسد نہیں کرتا خواہ گزرنے والا مَرد ہو یا عورَت یا کتا، مگر نمازی کے آگے سے گزرنا بہت سخت گناہ ہے، جیسا کہ سرکارِ مدینہ، سلطانِ باقرینہ، قرارِ قلب وسینہ، فیضِ گنجینہ، صاحبِ معطّر پسینہ، باعثِ نزولِ سکینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر کوئی جانتا کہ اپنے بھائی کے سامنے نماز میں آڑے ہو کر گزرنے میں کیا ہے تو سو بَرس کھڑا رہنا اِس ایک قدم چلنے سے بہتر سمجھتا۔ ایک اور رِوایت میں حضرتِ سیِّدُنا کعبُ الاحبار رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے، نمازی کے سامنے گزرنے والا اگر جانتا کہ اس پر کیا گناہ ہے تو زمین میں دھنس جانے کو بہتر جانتا۔

س ۲۴۱ سُتْرَہ کسے کہتے ہیں؟

ج نمازی کے آگے کسی ایسی چیز کا ہونا جس سے آڑ ہو جائے اُسے سُتْرَہ کہتے ہیں، نماز کے آگے سُتْرَہ ہو اور سُتْرَہ کے آگے سے گزر جائے تو کوئی حَرَج نہیں۔ سُتْرَہ کی مِقدار یہ ہے کہ ایک ہاتھ (درمیانی اُنگلی سے لے کر کہنی تک) اونچا اور اُنگلی کے برابر موٹا ہو اور اگر سامنے دِیوار یا دَرَخت وغیرہ ہو تو وہی سُتْرَہ ہے۔

نمازِ مریض کا بیان

س ۲۴۲ بیمار کیلئے کس حالت میں بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے؟

ج ایسا بیمار آدمی جو بیماری کی وجہ سے کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکتا ہو یا کھڑے ہو کر پڑھنے سے ضَرر لاحق ہو گا یا مرض بڑھ جائے گا یا دیر میں اچھا ہو گا یا چکّر آتا ہے یا کھڑے ہو کر نماز پڑھنے سے قطرہ آئے گا یا بہت شدید ناقابلِ برداشت دَرْد پیدا ہو جائے گا ان سب صورتوں میں بیٹھ کر رُکوع وسجود کے ساتھ نماز پڑھے۔

س ۲۴۳ ایسا بیمار جو کسی چیز کا سہارا لے کر کھڑا ہو سکتا ہو، کیا وہ بھی بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے؟

ج اگر کھڑے ہونے سے محض کچھ تکلیف ہوتی ہو تو یہ عذرِ شرعی نہیں، بلکہ قِیام اس وقت ساقِط ہو گا کہ جب بالکل کھڑا نہ ہو سکے لہٰذا اگر عصا کے ذَرِیعے یا خادِم یا دِیوار سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو سکتا ہے تو فرض ہے کہ کھڑا ہو کر پڑھے بلکہ اگر کچھ دیر بھی کھڑا ہو سکتا ہے، اگرچہ اتنا ہی کہ کھڑا ہو کر اللہ اکبر کہہ لے تو فرض ہے کہ کھڑا ہو کر اتنا کہہ لے پھر بیٹھ جائے۔ آج کل عموماً یہ بات دیکھی جاتی ہے کہ جہاں ذَرا سا بخار آیا یا خفیف سی تکلیف ہوئی فوراً بیٹھ کر نماز شروع کر دی۔ ایسے لوگوں کو ان مسائل سے سبق حاصل کرنا چاہئے اور جتنی نمازیں باوُجودِ قُدرتِ قِیام بیٹھ کر پڑھیں، ان کا اعادہ (دوبارہ پڑھنا) فرض ہے۔

س ۲۴۴ جو شخص بیٹھ کر بھی نماز پڑھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو وہ کیا کرے؟

ج اگر مریض اپنے آپ تو نہ بیٹھ سکتا ہو، مگر کوئی دوسرا وہاں ہے کہ بٹھا دے گا تو بیٹھ کر پڑھنا ضروری ہے اور اگر بیٹھا نہیں رہ سکتا تو تکیہ یا دِیوار یا کسی شخص پر ٹیک لگا کر پڑھے اور بیٹھ کر پڑھنے میں جس طرح آسانی ہو اُسی طرح بیٹھے اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو اب لیٹ کر نماز پڑھے۔

س ۲۴۵ مریض لیٹے لیٹے نماز کس طرح ادا کرے؟

ج لیٹ کر پڑھنے کی صورت یہ ہے کہ خواہ داہنی یا بائیں کروٹ پر لیٹ کر قبلہ کو مُنہ کرے، خواہ چت لیٹ کر قبلہ کو پاؤں کرے مگر اس صورت میں پاؤں نہ پھیلائے کہ قبلہ کی طرف پاؤں پھیلانا مکروہ ہے بلکہ گھٹنے کھڑے رکھے اور سَر کے نیچے تکیہ وغیرہ رکھ کر اُونچا کرلے تاکہ مُنہ قبلہ کی طرف ہوجائے اور یہ صورت یعنی چت لیٹ کر پڑھنا افضل ہے اور رُکوع و سجود کیلئے سَر سے اشارہ کرے اور سجدے کا اِشارہ رُکوع سے پست کرے، سجدہ کیلئے تکیہ وغیرہ کوئی چیز پیشانی کے قریب اٹھا کر اس پر سجدہ کرنا مکروہِ تحریمی ہے بلکہ اِس صورت میں اگر سجدے کیلئے رُکوع کی نسبت زِیادہ سَر نہ جھکایا تو سجدہ ہوا ہی نہیں۔

س ۲۴۶ اگر بیمار سَر سے بھی اشارہ نہ کرسکے تو کیا کرے؟

ج اگر سَر سے بھی اشارہ نہ کرسکے تو نماز ساقط ہے۔ آنکھ یا بھنوؤں یا دِل کے اِشارے سے پڑھنے کی ضرورت نہیں، پھر اگر اسی حالت میں چھ نمازوں کا وَقت گزر گیا تو اُن چھ کی قضا بھی ساقِط ہے، فدیہ دینے کی بھی حاجت نہیں اور اگر چھ نمازوں کا وَقت گزرنے سے پہلے صحت مند ہوگیا تو اب ان نمازوں کی قضا لازم ہے اگرچہ اتنی ہی صحت ہو کہ سَر کے اشارے سے پڑھ سکے۔

س ۲۴۷ اِشارے سے جو نمازیں پڑھی ہیں ان کا اِعادہ ہے یا نہیں؟

ج اِشارے سے جو نمازیں پڑھیں ہیں، صحت کے بعد ان کا اِعادہ نہیں، یونہی اگر زَبان بند ہوگئی اور گونگے کی طرح نماز پڑھی پھر زَبان کھُل گئی تو ان نمازوں کا بھی اعادہ نہیں۔

س ۲۴۸ بیماری میں جو نمازیں فوت ہوئیں ان کی قضا کس طرح کرے؟

ج بیماری میں جو نمازیں قضا ہوگئیں اب اچھا ہو کر انہیں پڑھنا چاہتا ہے تو ویسے ہی پڑھے جیسے تندرست پڑھتے ہیں اور اگر صحت کی حالت میں قضا ہوئیں اور بیماری میں اُنہیں پڑھنا چاہتا ہے تو جس طرح پڑھ سکتا ہے پڑھے، ہو جائیں گی۔ صحت کی سی پڑھنا اس وقت واجب نہیں۔

نمازِ مسافر کا بیان

س ۲۴۹ شریعت میں مسافر کسے کہتے ہیں؟

ج شرعاً مسافر وہ شخص ہے جو تین دِن کی راہ تک جانے کے اِرادے سے بستی سے باہَر ہوا، تین دِن سے مُراد یہ نہیں کہ صبح سے شام تک چلے، بلکہ مُراد دِن کا اکثر حصّہ ہے، اس لئے کہ کھانے پینے، نماز اور دیگر ضروریات کیلئے ٹھہرنا تو ضروری ہے اور چلنے سے مُراد معتدل چال ہے، یعنی نہ تیز ہو نہ سُست۔

س ۲۵۰ شرعاً مسافت سفر کیا ہے؟

ج سیِّدی و مُرشِدی اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنت مولانا شاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کی تحقیق کے مطابق شرعاً سفر کی مقدار ستاون میل تین فرلانگ یعنی (تقریباً ۹۲ کلومیٹر) ہے جو کوئی اتنی مقدار کا فاصلہ طے کرنے کی غرض سے اپنے شہر یا گاؤں کی آبادی سے باہَر نکل آیا وہ اب شرعاً مسافر ہے۔

س ۲۵۱ بستی سے باہَر ہونے کا کیا مطلب ہے؟

ج بستی سے باہَر ہونے سے مُراد یہ ہے کہ بستی کی آبادی سے باہر ہو جائے یعنی شہر میں ہے تو شہر کی آبادی سے اور گاؤں میں ہے تو گاؤں کی آبادی سے باہر ہو جائے۔ شہر والے کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ شہر کے آس پاس جو آبادی شہر سے متصل ہے اس سے بھی باہَر ہو جائے اور اگر اسٹیشن آبادی سے باہر ہوں تو اسٹیشن پر پہنچنے سے پہلے مسافر ہو جائے گا جبکہ تین دِن کا اِرادہ سفر کا ہو۔

س ۲۵۲ وہ کیا اَحکام ہیں جو مسافر کیلئے بدل جاتے ہیں؟

ج نماز کا قصر ہو جانا، روزہ نہ رکھنے کا مباح ہو جانا، موزوں کے مسح کی مدّت کا تین دِن تک بڑھ جانا، جُمعہ، عیدَین اور قُربانی کا اس کے ذِمّہ لازم نہ رہنا وغیرہ۔

س ۲۵۳ نماز میں قصر کا کیا مطلب ہے؟

ج قصر یعنی چار رَکعت والے فرض کو دو پڑھنا، کیونکہ مسافر کے حق میں یہ دو رَکعتیں ہی پوری نماز ہے اگر قصداً چار رَکعت پڑھے گا گنا ہگار ہو گا اور مستحقِ عذاب ہے کہ واجب ترک کیا، لہٰذا توبہ کرے اور سنّت و نفل میں قصر نہیں، بلکہ پوری پڑھی جائیں گی، البتہ خوف اور جلدی (یعنی کسی پریشانی میں مبتلا ہونے کا ڈر ہونے) کی حالت میں معاف ہیں اور اَمن کی حالت میں پڑھی جائیں۔

س ۲۵۴ مسافر کب تک مسافر رہتا ہے؟

ج مسافر اس وقت تک مسافر ہے جب تک اپنی بستی میں پہنچ نہ جائے یا کسی آبادی میں پورے پندرہ دِن ٹھہرنے کی نیت نہ کرے اور یہ اُس وَقت ہے جب تین دِن کی راہ چل چکا ہو وار اگر تین منزل پہنچنے سے پہلے اپنے وطن واپسی کا ارادہ کرلیا تو اب مسافر نہ رہا اگرچہ جنگل میں ہو۔

س ۲۵۵ وطن کتنی قِسم کے ہوتے ہیں؟

ج وطن دو قِسم کے ہوتے ہیں: (۱) وطنِ اصلی (۲) وطنِ اِقامت

وطنِ اصلی وہ جگہ ہے جہاں اس کی پیدائش ہے یا اس کے گھر کے لوگ وہاں رہتے ہیں یا وہاں سُکونت اختیار کرلی اور یہ اِرادہ ہے کہ یہاں سے نہ جائے گا اور وطنِ اِقامت وہ جگہ ہے جہاں مسافر نے پندَرہ دِن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کا اِرادہ کیا ہو۔

س ۲۵۶ کسی شخص کا اِرادہ اگر کسی جگہ پندَرہ روز سے کم رہنے کا ہے، مگر کام پورا نہ ہوا اور اس نے پھر چار چھ دِن اقامت کی نیت کرلی تو اب اس پر قصر واجب ہے یا نہیں؟

ج مسافر جب کسی کام کیلئے یا ساتھیوں کے اِنتظار میں دو چار دِن یا تیرہ چودہ دِن کی نیت کرتے برسوں گزر جائیں، جب بھی مسافر ہی ہے، نماز قصر پڑھے، جب تک کہ اکٹھے پندہ دِن کی نیت نہ کرے۔

س ۲۵۷ اگر مسافر نے چار رَکعت والی نماز پوری پڑھ لی تو کیا حکم ہے؟

ج اگر سہوًا (بھول سے) ایسا ہوگیا تو آخر میں سجدۂ سہو کرلے، دو فرض ہو جائیں گے اور دو نفل اور اگر قصداً چار پڑھیں اور دو پر قعدہ کیا تو فرض اَدا ہوگئے اور آخری دو رَکعتیں نفل ہوئیں مگر گناہگار رہا اور اگر دو رکعت پر قعدہ نہ کیا تو فرض ادا نہ ہوئے اور وہ نماز نفل ہوگئی، فرض دوبارہ پڑھے۔

س ۲۵۸ مسافر مقیم کی اِقتداء کرسکتا ہے یا نہیں؟

ج نماز کا وَقت ختم ہونے پر مسافر مقیم کی اِقتداء نہیں کرسکتا، وقت میں کرسکتا ہے اور اس صورت میں مسافر کے فرض بھی چار ہو جائیں گے۔ یہ حکم صِرف چار رَکعت والی نماز کا ہے، لہٰذا جن نمازوں میں قصر نہیں ان میں وقت اور بعدِ وقت دونوں صورتوں میں اِقتداء کرسکتا ہے، یعنی فجر و مغرب وغیرہ۔

س ۲۵۹ مقیم مسافر کی اِقتداء کرسکتا ہے یا نہیں؟

ج ادا و قضاء دونوں میں مسافر کی اقتداء کرسکتا ہے، وہ اس طرح کہ چار رَکعت والی نماز میں امام کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی دو رَکعتیں پڑھ لے اور ان رَکعتوں میں قراءت بالکل نہ کرے بلکہ بقدرِ فاتحہ چپ کھڑا رہے، البتہ اس صورت میں امام کو چاہئے کہ نماز شروع کرتے وَقت اپنا مسافر ہونا ظاہر کردے اور اگر شروع میں نہ کہا تو بعد میں کہہ دے اور شروع میں کہہ دیا ہے جب بھی بعد میں کہہ دے کہ اپنی نمازیں پوری کرلو میں مسافر ہوں تاکہ جو لوگ اس وقت موجود نہ تھے انہیں بھی امام کا مسافر ہونا معلوم ہوجائے۔

س ۲۶۰ مسافر چلتی ریل گاڑی میں نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

ج چلتی ریل گاڑی پر فرض و واجب وسُنّتِ فجر نہیں ہوسکتے، ہاں نفل اور دوسری نمازیں ہوسکتی ہیں، اس لئے کہ فرائض وغیرہ میں جگہ کا ایک رہنا اور نمازی کا قبلہ رُخ ہونا شرط ہے اور چلتی ہوئی رَیل میں یہ دونوں باتیں مفقود ہیں، لہٰذا جب گاڑی اسٹیشن پر ٹھہر جائے اس وقت یہ نمازیں پڑھے، وُضو وغیرہ کا اِہتمام پہلے سے رکھے اور اگر دیکھے کہ وَقت جاتا ہے تو جس طرح بھی ممکن ہو پڑھ لے، پھر جب موقع ملے اِعادہ کرلے کہ جہاں مِنْ جِهَةِ الْعِبَاد (بندوں کی طرف سے) کوئی رُکن یا شرط مفقود ہو، اُس کا یہی حکم ہے، رَیل گاڑی کو جہاز اور کشتی کے حکم میں تصوّر کرنا غلطی ہے، کیونکہ کشتی اگر ٹھہرائی بھی جائے جب بھی زمین پر نہ ٹھہرے گی، جبکہ ریل گاڑی ایسی نہیں اور کشتی پر بھی اُسی وقت نماز جائز ہے جب وہ بیچ دریا میں ہو، اگر کنارے پر ہو اور آدمی خشکی پر آسکتا ہو تو اس پر (کشتی) بھی نماز جائز نہیں ہے۔

نمازِ جُمعہ کا بیان

س ۲۶۱ جُمعہ کی نماز فرضِ عین ہے یا فرضِ کفایہ؟

ج جُمعہ کی نماز فرضِ عین ہے اور اس کی فرضیت ظہر سے زِیادہ مؤکّد ہے۔ یعنی ظہر کی نماز سے اس کی تاکید زِیادہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو تین جُمعے سُستی کی وجہ سے چھوڑے اللہ عزّوجل اس کے دِل پر مہر کر دے گا۔ ایک رِوایت میں ہے کہ وہ منافق ہے اور اللہ عزّوجل سے اُسے کوئی تعلق نہیں، چونکہ اس کی فرضیت کا ثبوت دلیلِ قطعی سے ہے لہٰذا اس کو فرض نہ ماننے والا کافر ہے۔

س ۲۶۲ جُمعہ ادا کرنے کیلئے کتنی شرطیں ہیں؟

ج جمعہ پڑھنے کیلئے چھ شرطیں ہیں کہ ان میں سے ایک شرط بھی مفقود ہو (نہ پائی جائے) تو جمعہ نہ ہوگا۔

۱ شہر یا شہر کے آس پاس کی جگہ یا قصبہ یعنی وہ جگہ جہاں متعدد کُوچے اور بازار ہوں اور وہ ضلع وغیرہ ہو اور وہاں کوئی ایسا حاکم مقرر ہو جو کہ ظالم سے مظلوم کیلئے انصاف لے سکے۔ اسی طرح شہر کے آس پاس کی وہ جگہ جو شہر کی مصلحتوں کیلئے بنائی جاتی ہے، جسے فِنائے مصر کہتے ہیں جیسے قبرِستان، فوج کے رہنے کی جگہ، کچہریاں، اسٹیشن وغیرہ، وہاں جمعہ جائز ہے اور چھوٹے گاؤں میں جمعہ جائز نہیں، تو جو لوگ شہر کے قریب گاؤں میں رہتے ہیں انہیں چاہئے کہ شہر میں آکر جمعہ پڑھیں۔

۲ سلطانِ اسلام یا اس کا نائب جسے جُمعہ قائم کرنے کا حکم دیا، تو جہاں اسلامی سلطنت نہ ہو وہاں جو سب سے بڑا فقیہ سُنّی صحیح العقیدہ ہو، اَحکامِ شریعت جاری کرنے میں سلطانِ اسلام کے قائم مقام ہوتا ہے لہٰذا وہی جمعہ قائم کرے اور یہ بھی نہ ہو تو عام لوگ جس کو امام بنائیں، وہی جُمعہ قائم کرے۔ ہاں! عالمِ دِین کے ہوتے ہوئے عوام بطورِ خود کسی کو امام نہیں بنا سکتے، نہ ہی یہ ہوسکتا ہے کہ دو چار شخص کسی کو امام مقرر کرلیں، ایسا جُمعہ کہیں سے ثابت نہیں۔

۳ وقتِ ظہر ہونا، یعنی وقتِ ظہر میں نماز پوری ہو جائے تو اگر نماز کے دَوران اگرچہ تَشَہُّد کے بعد سلام پھیرنے سے پہلے عصر کا وقت آگیا تو جُمعہ باطل ہوگیا، لہٰذا اب ظہر کی قضا پڑھیں۔

۴ خطبۂ جمعہ کا ہونا اور اس میں شرط یہ ہے کہ وقت میں ہو اور نماز سے پہلے ہو اور ایسی جماعت کے سامنے ہو جو جُمعہ کیلئے شرط ہے اور اتنی آواز سے ہو کہ پاس والے سُن سکیں اگر کوئی اَمر مانع نہ ہو اور خطبہ و نماز میں اگر زِیادہ فاصلہ ہو جائے تو وہ خطبہ کافی نہیں۔

۵ جماعت، یعنی خطیب کے علاوہ کم سے کم تین مَرد ہوں۔

۶ عام اجازت ہونا، یعنی مسجد کا دروازہ کھول دیا جائے کہ جن مسلمان کا جی چاہے آئے، کسی کی روک ٹوک نہ ہو۔

س ۲۶۳ خطبہ کسے کہتے ہیں؟

ج خطبہ ذِکرِالٰہی عزوجل ہے اگرچہ صِرف ایک بار اَلْحَمْدُلِلّٰہ یا سُبْحٰنَ اللہ یا لاَاِلٰہَ اِلاَّ اللہ کہا فرض ادا ہوگیا مگر اتنے ہی پر اکتفاء کرنا مکروہ ہے اور چھینک آئی اور اس پر الحمدُلِلّٰہ کہا یا تعجب کے طور پر سُبحان اللہ یا لاَاِلٰہَ اِلاَّ اللہ کہا تو فرض ادا نہ ہوا۔

س ۲۶۴ خطبہ کی سُنّتیں کیا ہیں؟ بیان کریں۔

ج خطبہ میں یہ چیزیں سُنّت ہیں:

(۱) خطیب کا پاک ہونا (۲) منبر پر کھڑا ہونا (۳) خطبہ سے پہلے منبر پر بیٹھنا (۴) خطیب کیلئے سامعین کی طرف مُنہ کرنا (۵) قِبلہ کی طرف پیٹھ کرکے کھڑا ہونا (۶) خطبہ سے پہلے اَعوذُبِاللہ آہستہ پڑھنا (۷) خطبہ اتنی بُلند آواز سے پڑھنا کہ لوگ سُنیں (۸) اَلْحَمْدُلِلّٰہ سے شروع کرنا (۹) اللہ عزوجل کی ثناء کرنا (۱۰) اللہ عزوجل کی وَحدانیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رِسالت کی شہادت دینا (۱۱) کم از کم ایک آیت تلاوت کرنا (۱۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرُود بھیجنا (۱۳) پہلے خطبہ میں وَعظ و نصیحت ہونا (۱۴) اور دوسرے میں مسلمانوں کے لئے دُعا کرنا اور حمد و ثناء و شہادت و دُرود دوبارہ پڑھنا (۱۵) دونوں خطبے ہلکے ہونا اور دونوں خطبوں کے درمیان بقدرِ تین آیت پڑھنے کے بیٹھنا۔

سجدۂ تِلاوت کا بیان

س ۲۶۵ سجدۂ تلاوت کسے کہتے ہیں اور اس کا مسنون طریقہ کیا ہے؟

ج قرآنِ کریم میں چودہ مقامات ایسے ہیں جن کی تلاوت کرنے یا کسی تلاوت کرنے والے سے سُننے سے سجدہ واجِب ہوجاتا ہے اسے سجدۂ تلاوت کہتے ہیں اور اس کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ کھڑا ہوکر اَللّٰہُ اَکْبَرْ کہتا ہوا سجدہ میں جائے اور کم سے کم تین بار سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہے پھر اَللّٰہُ اَکْبَرْ کہتا ہوا کھڑا ہوجائے، اگر سجدہ سے پہلے یا بعد میں کھڑا نہ ہوا یا اَللّٰہُ اَکْبَرْ نہ کہا یا سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی نہ پڑھا تو اس صورت میں سجدہ تو ہوجائے گا مگر تکبیر نہ چھوڑنا چاہیئے، کیونکہ اس طرح کرنا ہمارے سلف کے طریقہ کے خلاف ہے اور سجدۂ تلاوت کیلئے اَللّٰہُ اَکْبَرْ کہتے وقت ہاتھ اُٹھانا نہیں ہے اور نہ ہی اس میں تشہد ہے اور نہ سلام اور اس کی نیت اس طرح کرے کہ میں اللہ عزوجل کیلئے سجدہ کرتا ہوں۔

س ۲۶۶ سجدۂ تلاوت کب اور کس پر واجب ہوتا ہے اور اس کی شرائط کیا ہیں؟

ج ایسا عاقل وبالغ مسلمان جو کہ نماز کا اہل ہو یعنی اَدا یا قضا کا اُسے حکم ہو، تو آیتِ سجدہ پڑھنے یا سننے سے اس پر سجدۂ تلاوت واجب ہوجاتا ہے۔ بشرطیکہ یہ پڑھنا یا سننا اتنی آواز سے ہو کہ اگر کوئی عذر نہ ہو تو خود سن سکے اور سننے والے پر بلا قصد سننے سے بھی واجب ہوجاتا ہے۔ سجدۂ تلاوت کیلئے تکبیرِ تحریمہ کے سوا وہی تمام شرائط ہیں جو نماز کیلئے ہیں۔ مثلاً طہارت، استقبالِ قبلہ، نیت، سترِ عورت وغیرہ اور اگر نماز میں آیتِ سجدہ پڑھی تو اس کا سجدہ نماز ہی میں فوراً واجب ہے، یہ سجدہ، نماز کے باہر نہیں ہوسکتا اور اگر جان بوجھ کے نہ کیا تو گناہگار ہوا، توبہ لازم ہے۔ ہاں! اگر آیت پڑھنے کے فوراً بعد نماز کا سجدہ کرلیا یعنی آیتِ سجدہ پڑھنے کے بعد تین آیت سے زیادہ نہ پڑھا اور رکوع کرکے سجدہ کرلیا تو اگرچہ سجدۂ تلاوت کی نیت نہ ہو، ادا ہوجائے گا۔

س ۲۶۷ وہ کون سے مقامات ہیں جن کی تلاوت یا سماعت سے سجدۂ تلاوت واجب ہوتا ہے؟

ج ہم حنفیوں کے نزدیک تمام قرآن شریف میں سجدہ کی چودہ آیتیں ہیں۔ چار نصفِ اوّل میں اور دس نصفِ آخر میں اور وہ جو سورۂ حج کی آخری آیت جس میں سجدے کا ذِکر ہے، اس کے پڑھنے یا سننے سے سجدہ واجب نہیں، کیونکہ اس میں سجدہ سے نماز کا سجدہ مُراد ہے۔ وہ چودہ مقامات یہ ہیں:

(۱) پارہ ۹، رکوع ۱۴، سورۃ الاعراف، آیت ۲۰۶ (۲) پارہ ۱۳، رکوع ۸، سورۃ الرعد، آیت ۱۵ (۳) پارہ ۱۴، رکوع ۱۲، سورۃ النحل، آیت ۵۰ (۴) پارہ ۱۵، رکوع ۱۲، سورۃ بنی اسرائیل، آیت ۱۰۹ (۵) پارہ ۱۶، رکوع ۷، سورۃ مریم، آیت ۵۸ (۶) پارہ ۱۷، رکوع ۹، سورۃ الحج، آیت ۱۸ (۷) پارہ ۱۹، رکوع ۳، سورۃ فرقان، آیت ۶۰ (۸) پارہ ۲۱، رکوع ۱۵، سورۃ السجدہ، آیت ۱۵ (۹) پارہ ۱۹، رکوع ۱۷، سورۃ النمل، آیت ۲۶ (۱۰) پارہ ۲۴، رکوع ۱۹، سورۃ حم السجدہ، آیت ۳۸ (۱۱) پارہ ۲۳، رکوع ۱۱، سورۃ ص، آیت ۲۴ (۱۲) پارہ ۲۷، رکوع ۷، سورۃ النجم، آیت ۶۲ (۱۳) پارہ ۳۰، رکوع ۹، سورۃ الانشقاق، آیت ۲۱ (۱۴) پارہ ۳۰، رکوع ۲۱، سورۃ العلق، آیت ۱۹۔

س ۲۶۸ سجدۂ تلاوت میں تاخیر جائز ہے یا نہیں؟

ج اگر آیتِ سجدہ نماز کے علاوہ پڑھی تو فوراً سجدہ کرلینا واجب نہیں۔ ہاں! بہتر ہے کہ فوراً کرلے اور وضو ہو تو تاخیر کرنا مکروہِ تنزیہی ہے لیکن اگر کسی وجہ سے اُس وقت سجدہ نہ کرسکے تو تلاوت کرنے والے اور سننے والے کو یہ کہہ لینا مستحب ہے:

سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا غُفْرَانَکَ رَبَّنَا وَاِلَیْکَ الْمَصِیْرُ

س ۲۶۹ سجدۂ تلاوت کن چیزوں سے فاسد ہوجاتا ہے؟

ج جو چیزیں نماز کو فاسد کرتی ہیں ان سے سجدہ بھی فاسد ہوجائے گا۔ مثلاً قہقہہ لگانا، کلام وغیرہ کرنا۔

س ۲۷۰ آیتِ سجدہ بار بار تلاوت کی جائے تو کتنے سجدے واجب ہوں گے؟

ج ایک مجلس میں سجدہ کی ایک آیت کو بار بار سُنا یا پڑھا تو ایک ہی سجدہ واجب ہوگا اگرچہ چند لوگوں سے سنا اور اگر پڑھنے والے یا سننے والے کی مجلس بدل جائے تو جس کی مجلس بدل جائے اس پر اتنے ہی سجدے واجب ہونگے، جتنی بار آیتِ سجدہ پڑھی جائے اور ایک مجلس میں سجدے کی چند آیتیں پڑھیں یا سُنیں تو اتنے ہی سجدے کرے، ایک کافی نہیں۔

س ۲۷۱ تلاوت میں آیتِ سجدہ کو چھوڑ دینا کیسا ہے؟

ج پوری سورت پڑھنا اور سجدۂ تلاوت والی آیت کو چھوڑ دینا مکروہِ تحریمی ہے۔ صِرف آیتِ سجدہ پڑھنے میں کوئی کراہت نہیں۔ علماءِ کرام فرماتے ہیں کہ کسی مقصد کیلئے ایک مجلس میں سجدہ کی سب آیتیں پڑھ کر سجدہ کرے اللہ عزّ وجل اس کا مقصد پورا فرمائے گا۔ خواہ ایک ایک آیت پڑھ کر سجدہ کرتا جائے یا سب کو پڑھ کر آخر میں چودہ سجدے کرلے۔

س ۲۷۲ اگر آیتِ سجدہ ہجّے کرکے پڑھی تو سجدہ واجب ہوگا یا نہیں؟

ج آیت کے ہجّے کرنے یا ہجے سُننے سے سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوتا۔ یونہی جنگل یا پہاڑ وغیرہ میں آواز گونجی اور بالکل ویسی ہی آواز کان میں آئی جیسی کہ آیت کی تھی، تو سجدہ واجب نہیں ہوگا۔

س ۲۷۳ تلاوت کرنے والا آیتِ سجدہ آہستہ پڑھے تو کیسا ہے؟

ج اگر سننے والوں کے بارے میں یہ معلوم نہ ہو کہ سجدہ کرنے پر آمادہ ہیں یا نہیں، تو آہستہ پڑھنا جائز ہے، بلکہ یہی بہتر ہے اور اگر سجدہ ان پر بار نہ ہو تو آیتِ سجدہ بلند آواز سے پڑھنا بہتر ہے۔

س ۲۷۴ سجدۂ شکر کسے کہتے ہیں اور اس کا کیا حکم ہے؟

ج سجدۂ شکر مثلاً اولاد پیدا ہوئی، یا مال پایا، یا گمشدہ چیز مل گئی، یا مریض نے شفا پائی، یا مُسافر واپس آیا، غرض کسی نعمت کے ملنے پر سجدہ کرنا مستحب ہے اور اس کا وُہی طریقہ ہے جو سجدۂ تلاوت کا ہے۔

مَیّت کا بیان

س ۲۷۵ موت کسے کہتے ہیں اور موت کے وَقت کیا نظر آتا ہے؟

ج ہر شخص کی جتنی عمر مقرر ہے، اس سے کچھ بھی کم یا زِیادہ نہ ہوگی۔ جب وہ عمر پوری ہوجاتی ہے تو مَلَکُ الْموت (موت کا فِرِشتہ) یعنی حضرتِ سیّدُ نا عزرائیل علیہ السلام قبضِ رُوح کیلئے تشریف لاتے ہیں اور اس کی روح نکال لیتے ہیں، اسی کا نام موت ہے اور جہاں تک نظر کام کرتی ہے مرنے والے کو اپنے دائیں بائیں فِرِشتے ہی فِرِشتے دِکھائی دیتے ہیں۔ مسلمان کے آس پاس رَحمت کے فِرِشتے نظر آتے ہیں جبکہ کافر کے دائیں بائیں عذاب کے فِرِشتے ہوتے ہیں۔ مسلمان آدمی کی روح فرشتے عزّت کے ساتھ لے جاتے ہیں اور کافر کی روح کو ذِلّت اور حقارت (نفرت) سے لے جاتے ہیں۔

س ۲۷۶ جان کنی کی علامات کیا ہیں اور اس وَقت کیا کرنا چاہئے؟

ج جان کنی کی کچھ علامات یہ ہیں، پاؤں کا سُست ہوجانا کہ کھڑا نہ ہوسکے، ناک کا ٹیڑھا ہوجانا، دونوں کنپٹیوں کا بیٹھ جانا۔ مُنہ کی کھال کا سخت ہوجانا وغیرہ۔ پھر جب موت کا وَقت قریب آجائے اور مذکورہ علامات نظر آنا شروع ہوجائیں تو سُنّت یہ ہے کہ مَیّت کا مُنہ قِبلہ کی طرف کردیں اور اگر قِبلہ کی طرف کرنا دشوار ہو یعنی اس کو تکلیف ہوتی ہو تو جس حالت پر ہے چھوڑ دیں اور جب تک روح گلے تک نہ آئے اسے تلقین کریں یعنی اُس کے پاس بلند آواز سے کلمۂ طیّبہ یا کلِمہ شہادت پڑھیں، مگر اُس مرنے والے کو اس کے پڑھنے کا حکم نہ دیں۔ پھر جب اس نے کلمہ پڑھ لیا تو اب تلقین موقوف کردیں۔ ہاں! اگر کلمہ پڑھنے کے بعد اُس نے پھر کوئی بات کی تو پھر تلقین کریں تاکہ اس کا آخری کلام " لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ " ہو۔

خوشبو اُس کے پاس رکھیں مثلاً لوبان یا اگربتیاں سلگا دیں، سورۂ یٰسین شریف کی تلاوت کریں، مکان میں کوئی تصویر یا کتّا وغیرہ ہو تو اس کو فوراً نکال دیں، کیونکہ جہاں یہ چیزیں ہوتی ہیں وہاں رَحمت کے فِرِشتے نہیں آتے، اس وقت اُس کے پاس نیک اور پرہیزگار لوگ رہیں تو بہتر ہے تاکہ نَزع کے وَقت اپنے اور اس کیلئے دُعائے خیر کرتے رہیں، کوئی بُرا کلمہ زبان سے نہ نکالیں، نَزع میں سختی دیکھیں تو سورۂ یٰسین اور سورۂ رَعد کی تلاوت کریں۔

س ۲۷۷ جب دَم نکل جائے تو کیا کرنا چاہئے؟

ج جب روح نکل جائے تو ایک چوڑی پٹی جبڑے کے نیچے سے سَر پر لے جا کر گرہ لگادیں تا کہ مُنہ کھلا نہ رہے۔ نہایت نرمی اور شفقت سے میّت کی آنکھیں بند کردیں۔ اُنگلیاں اور ہاتھ پاؤں سیدھے کردیں۔ آنکھیں بند کرتے وَقت یہ دُعا پڑھیں:

بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰی مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰه

اَللّٰهُمَّ یَسِّرْ عَلَیْهِ اَمْرَه‘ وَسَهِّلْ عَلَیْهِ مَا بَعْد وَاَسْعِدْهُ بِلِقَائِکَ وَاجْعَلْ مَا خَرَجَ اِلَیْهِ خَیْرًا مِمَّا خَرَجَ عَنْهُ

”اللہ عزّ وجل کے نام کے ساتھ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملّت پر، اے اللہ عزّ وجل تو اس کے کام کو اس پر آسان کر اور اس کے مابعد کو اس پر سہل کر اور اپنی ملاقات سے تو اسے نیک بخت کر اور اس کی آخرت اس کیلئے دُنیا سے بہتر کر۔“

پھر جن کپڑوں میں وہ مَرا ہے وہ اُتارلیں اور اس کے سارے بدن کو کسی کپڑے سے چھپادیں، اس کے پیٹ پر لوہا یا گیلی مٹی یا کوئی اور بھاری چیز رکھ دیں تا کہ پیٹ پھول نہ جائے، مگر وہ زِیادہ وزنی نہ ہو کہ باعثِ تکلیف ہے۔ میّت کو چار پائی وغیرہ کسی اونچی چیز پر رکھیں کہ زمین کی سیل نہ پہنچے۔ اگر اس کے ذِمّہ قرض وغیرہ ہو تو جلد از جلد ادا کردیں۔ پڑوسیوں اور اس کے دوست اَحباب کو اطلاع دیں تا کہ نمازیوں کی کثرت ہو اور غُسل وکفن ودَفن میں جلدی کریں، کیونکہ حدیث شریف میں اس کی بہت تاکید آئی ہے۔

س ۲۷۸ میّت کے پاس تلاوتِ قرآن مجید وغیرہ جائز ہے یا نہیں؟

ج میّت کے پاس تلاوتِ قرآن مجید اس وقت جائز ہے جب کہ اس کا تمام بدن کپڑے سے چھپا ہوا ہو اور تسبیح اور دوسرے اَذکار میں تو کوئی حرج نہیں۔

س ۲۷۹ میّت کو غُسل دینے کا طریقہ کیا ہے؟

ج میت کو غُسل دینا یعنی نہلانا فرضِ کفایہ ہے کہ اگر بعض لوگوں نے غسل دے دیا تو سب سے ساقِط ہو گیا اور باوُجودِ علم کسی نے غسل نہ دیا تو سب پر گناہ ہوا۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ جس تختہ پر نہلانے کا اِرادہ ہو، اُس کو تین یا پانچ یا سات بار خوشبودار دُھونی دیں، یعنی جس چیز میں وہ خوشبو سلگتی ہو، اُسے اتنی بار اس کے گرد پھرائیں اور پھر اُس پر میّت کو لٹادیں اور ناف سے لے کر گھٹنوں سمیت حصّہ بدن کسی کپڑے سے چھپادیں۔ مستحب یہ ہے کہ جس جگہ غسل دیں وہاں پردہ کرلیں، کہ نہلانے والے اور اس کے مدد گار کے سوا کوئی نہ دیکھے۔ اب نہلانے والا، جو باطہارت ہو اپنے ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر پہلے میت کو اِستنجاء کرائے پھر نماز کا سا وُضو کرائے۔ مگر میت کے وضو میں پہنچوں (گٹوں) تک ہاتھ دھونا، کلّی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا نہیں ہے، لہٰذا پہلے میت کا مُنہ اور پھر کہنیوں سمیت دونوں ہاتھ دھوئیں پھر میت کے سَر کا مسح کریں، پھر پاؤں دھوئیں اور کسی کپڑا یا روئی کی پھریری بھگو کر میّت کے دانتوں، مسوڑھوں، ہونٹوں اور نتھنوں پر پھیردیں، پھر سَر اور داڑھی کے بال گل خیرو (ایک جڑی بوٹی کا نام ہے)

یا بیسن یا کسی اور پاک چیز مثلاً اسلامی کارخانے کے بنے ہوئے صابن سے دھوئیں، ورنہ خالی پانی بھی کافی ہے۔ پھر میّت کو بائیں کروٹ پر لٹا کر سَر سے پاؤں تک بیری کے پتوں کا جوش دیا ہوا پانی اس طرح بہائیں کہ تختہ تک پہنچ جائے پھر داہنی کروٹ پر لٹا کر اسی طرح کریں۔ پھر میت کو ٹیک لگا کر بٹھائیں اور نرمی کے ساتھ پیٹ پر ہاتھ پھیریں اگر کچھ نکلے تو دھو ڈالیں، وضو و غسل کا اعادہ نہ کریں، پھر آخِر میں سَر سے پاؤں تک کافور کا پانی بہائیں پھر اس کے بدن کو کسی پاک کپڑے سے آہستہ پونچھ لیں۔ یاد رہے کہ ایک مرتبہ سارے بدن پر پانی بہانا فرض ہے اور تین بار سُنّت۔

نوٹ : مزید معلومات کے لئے امیرِ اہلسنّت، امیرِ دعوتِ اسلامی حضرتِ علاّمہ مولانا **محمد الیاس عطاؔر قادری رَضَوی** دامت برکاتہم العالیہ کا وَصیّت نامہ بنام **''الوصایا من المدینۃ المنورۃ''** کا مطالعہ کریں۔

س ۲۸۰ میّت کو غُسل دینے والا شخص کیسا ہونا چاہیے؟

ج سب سے بہتر یہ ہے کہ غسل دینے والا میت کا انتہائی قریبی رِشتہ دار ہو، وہ نہ ہو یا نہلانا نہ جانتا ہو تو کوئی اور ایسا شخص جو متّقی اور امانت دار ہو، پوری طرح غسل دے اور جو اچھی بات دیکھے تو اُسے لوگوں کے سامنے بیان کرے اور بُری بات دیکھے تو اسے کسی کے آگے بیان نہ کرے۔ ہاں! اگر کوئی بدمذہب بدعقیدہ مرا اور اس کی کوئی بُری بات ظاہر ہوئی تو اس کو بیان کر دینا چاہیے تا کہ لوگوں کو عبرت ہو۔ مَرد کو مرد نہلائے، عورَت کو عورت۔ اگر میّت چھوٹے بچّے کی ہے تو اُسے عورت بھی نہلا سکتی ہے اور اسی طرح چھوٹی بچی کو مَرد بھی غُسل دے سکتا ہے۔ چھوٹے سے یہ مُراد کہ حدِ شہوت کو نہ پہنچے ہوں۔

س ۲۸۱ میّت کے غُسل کیلئے استعمال ہونے والے برتن، ٹب یا بالٹی وغیرہ کا کیا حکم ہے؟

ج میت کے غسل کیلئے نئے برتن وغیرہ لینے کی ضرورت نہیں بلکہ جو عام استعمال میں ہیں انہیں سے غسل دیا جائے اور غسل کے بعد ان کو ناپاک یا نحوست سمجھنا حماقت ہے۔ دھو کر اپنے استعمال میں لائیں انہیں پھینک دینا اسراف اور حرام ہے۔ میت کے ایصالِ ثواب کی نیت سے کسی ضرورت مند کو دے دیں۔

س ۲۸۲ میت کو کفن دینا کیسا ہے؟

ج میت کو کفن دینا فرضِ کفایہ ہے، یعنی ایک کے دینے سے سب پر سے گناہ اُٹھ جائے گا، ورنہ سب گناہگار ہونگے۔ کفن اچھا ہونا چاہیے، یعنی مَرد عیدَین اور جُمعہ کیلئے جیسے کپڑے پہنتا تھا اور عورَت جیسے کپڑے پہن کر میکے جاتی تھی اُس قیمت کا ہونا چاہیے۔ چُنانچہ حدیثِ مبارَکہ میں ہے کہ مُردوں کو اچھا کفن دو، کیونکہ وہ باہم ملاقات کرتے ہیں اور اچھے کفن پر تفاخُر کرتے ہیں، یعنی خوش ہوتے ہیں اور بہتر یہ ہے کہ کفن سفید ہو۔ کسم یا زَعفران کا رنگا ہوا، یا ریشم کا کفن مَرد کو ممنوع ہے اور عورَت کیلئے جائز یعنی جو کپڑا زندگی میں پہن سکتا ہے اس کا کفن بھی دیا جا سکتا ہے اور جو زندگی میں ناجائز اُس کا کفن بھی ناجائز۔

س ۲۸۳ مَرد اور عورَت کیلئے کفن میں کتنے کتنے کپڑے سُنّت ہیں؟

ج مَرد کیلئے تین کپڑے سنّت ہے:

۱﴾ لفافہ، یعنی چادَر جومیّت کے قد سے اس قَدر زِیادہ ہو کہ دونوں طرف باندھ سکیں۔

۲﴾ اِزار یعنی تہہ بند، چوٹی سے قدم تک یعنی لفافہ سے قدرے چھوٹا ہو۔

۳﴾ قمیص جسے کفنی کہتے ہیں، گردن سے گھٹنوں کے نیچے تک اور یہ آگے اور پیچھے دونوں طرف برابر ہو، اس میں چاک اور آستینیں نہ ہوں۔

عورَت کیلئے کفن میں پانچ کپڑے سُنّت ہیں:

تین تو یہی ہیں۔ اس کے علاوہ، ۴﴾ اَوڑھنی، اس کی مقدار تین ہاتھ یعنی ڈیڑھ گز ہے۔

۵﴾ سینہ بند، سینہ سے ناف تک اور بہتر یہ ہے کہ رَان تک ہو۔

ہاں! مرد اور عورت کی کفنی میں فرق ہے۔ مرد کی کفنی کندھے سے چیریں اور عورت کی سینہ کی طرف سے۔ یعنی مرد کی کفنی کا گریبان کندھے کی طرف ہوگا اور عورت کی کفنی کا سینے کی طرف۔

س ۲۸۴ اگر کسی کو سُنّت کے مطابق کفن میسّر نہ ہو تو اس کیلئے کتنا کفن کافی ہے؟

ج کفن کفایت، مرد کیلئے دو کپڑے ہیں، لفافہ اور اِزار۔ اور عورَت کیلئے تین، لفافہ، اِزار، اوڑھنی یا لفافہ، قمیص، اوڑھنی اور یہ بھی نہ ہوسکے تو کفنِ ضرورت دونوں کیلئے جو بھی میسر آئے۔ ورنہ کم از کم اتنا تو ہو کہ جس سے سارا بدن ڈھک جائے۔

س ۲۸۵ کفن پہنانے کا طریقہ کیا ہے؟

ج کفن پہنانے کا طریقہ یہ ہے کہ میّت کو غُسل دینے کے بعد بدن کسی پاک کپڑے سے آہستہ سے پونچھ لیں تاکہ کفن گیلا نہ ہو، پھر کفن کو دُھونی دے کر اس طرح بچھائیں کہ سب سے پہلے بڑی چادر، پھر تہبند اور پھر کفنی پھر میّت کو اس کے اُوپر لٹائیں اور سب سے پہلے کفنی پہنائیں اور داڑھی اور تمام بدن پر خوشبو ملیں اور مواضعِ سجود یعنی ماتھے، ناک، ہاتھ، گھٹنے، قدم پر کافور لگائیں، پھر اِزار یعنی تہبند لپیٹیں، پہلے بائیں جانب سے پھر دَہنی جانب سے پھر لفافہ لپیٹیں پہلے بائیں پھر دائیں طرف سے، تاکہ داہنا اُوپر رہے اور پھر سَر اور پاؤں کی طرف سے باندھ دیں، تاکہ اُڑنے کا اندیشہ نہ رہے اور عورت کو کفنی پہنا کر اس کے بالوں کے دو حصّے کر کے کفنی کے اوپر سینہ پر ڈال دیں، پھر اَوڑھنی نصف پشت کے نیچے سے بچھا کر سَر پہ لاکر مُنہ پر مثلِ نقاب اس طرح ڈال دیں کہ سینے پر بھی رہے پھر بدستور اِزار اور لفافہ لپیٹیں پھر سب کے اوپر سینہ بند، سینہ سے ران تک لاکر باندھیں۔

س ۲۸۶ جنازہ کو قبرِستان لے جانے کا مسنون طریقہ کیا ہے اور اس وقت لوگوں کو کس حالت میں ہونا چاہئے؟

ج سُنّت یہ ہے کہ چار شخص جنازہ اُٹھائیں اور ہر ایک یکے بعد دیگرے چاروں پایوں کو کندھا دے اور ہر بار دس قدم چلے اور پوری سُنّت یہ ہے کہ پہلے میّت کے دائیں کندھے کی طرف سے کندھا دے اور دس قدم چلے پھر داہنی پائتی، پھر بائیں کندھے کی طرف اور پھر بائیں پائتی۔ ہر مرتبہ دس قدم چلے تو یہ کُل چالیس قدم ہوئے۔ حدیث میں حضور، آقائے دوجہاں، رَحمتِ عالمیان، سرورِ کون ومکان صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے کہ جو چالیس قدم جنازہ لے کر چلے اس کے چالیس کبیرہ گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں۔ چلنے میں چارپائی کا سرہانا آگے رکھیں۔ چلنے کی رفتار مُعتَدِل رکھیں، اس طرح کہ میت کو جھٹکا نہ لگے اور اگر چھوٹا شیر خوار بچّہ ہو یا اس سے کچھ بڑا تو اس کو اگر ایک شخص ہاتھوں پر اُٹھا کر چلے تو حَرَج نہیں اور یکے بعد دیگرے لوگ ہاتھوں ہاتھ لیتے رہیں، ورنہ چھوٹے کھٹولے یا چارپائی پر لے جائیں۔ جنازے کے ساتھ جانے والوں کیلئے افضل یہ ہے کہ جنازے کے پیچھے چلیں، دائیں بائیں نہ چلیں اور اگر کوئی آگے چلے تو اتنی دُور رہے کہ ساتھیوں میں شمار نہ ہو، نیز ساتھ چلنے والوں کو سُکوت کی حالت میں ہونا چاہئے، موت اور قبر کو پیشِ نظر رکھیں، نہ دُنیا کی باتیں کریں اور نہ ہی ہنسیں اور ذِکر کرنا چاہیں تو دِل میں کریں لیکن آج کل دَور کے اعتبار سے اب علماءِ کرام نے ذِکرِ جہر (باآوازِ بُلند ذِکر کرنے) کی بھی اِجازت دے دی ہے۔

س ۲۸۷ جو شخص جنازہ کے ساتھ ہے دَفن سے پہلے واپس آسکتا ہے یا نہیں؟

ج جو شخص جنازہ کے ساتھ ہو اُسے بغیر نماز پڑھے واپس نہ ہونا چاہئے، پھر نماز کے بعد اولیاءِ میّت (میّت کے وُرثاء) سے اجازت لے کر واپس ہوسکتا ہے اور دفن کے بعد اولیاء سے اجازت کی بھی ضرورت نہیں۔

س ۲۸۸ نمازِ جنازہ فرض ہے یا واجب، اور اس کا طریقہ کیا ہے؟

ج نمازِ جنازہ فرضِ کفایہ ہے، کہ ایک نے بھی پڑھ لی تو سب بَرِی الذِمّہ ہوگئے ورنہ جس جس کو خبر پہنچی اور نہ پڑھی گناہگار رہا۔ اس کی فرضیت کا جو انکار کرے وہ کافر ہے اور جماعت اس کیلئے شرط نہیں، ایک شخص بھی پڑھ لے تو فرض ادا ہوگیا اور اس کا

طریقہ یہ ہے کہ میّت کے سینہ کے سامنے میّت سے قریب امام کھڑا ہو اور مقتدی تین صفیں کرلیں۔ اب امام اور مقتدی اس طرح نیّت کریں کہ نیّت کی میں نے نمازِ جنازہ مع چار تکبیروں کے، واسطے اللہ عزوجل کے، دُعا واسطے میّت کے مُنہ میرا کعبہ شریف کی طرف۔ امام امامت کی اور مقتدی اِقتداء کی نیّت کرے، پھر کانوں تک ہاتھ اُٹھا کر اللہ اکبر کہتا ہوا ہاتھ نیچے لائے اور ناف کے نیچے حسبِ دستور باندھ لے اور ثناء پڑھے، پھر اللہ اکبر کہے مگر ہاتھ نہ اُٹھائے اور دُرود شریف پڑھے، بہتر وہ دُرود ہے جو نماز میں پڑھا جاتا ہے۔ پھر اللہ اکبر کہے اور ہاتھ نہ اُٹھائے، اور اپنے اور میّت اور تمام مسلمان مَردوں اور عورَتوں کے لئے دُعا کرے، یہ تین تکبیریں ہوئیں، چوتھی تکبیر کے بعد بغیر کوئی دُعا پڑھے ہاتھ کھول کر سلام پھیر دے، تکبیر اور سلام کو امام جہر (اونچی آواز) کے

ساتھ کہے اور مقتدی آہستہ، باقی تمام دعائیں آہستہ پڑھی جائیں گی۔ پھر صفیں توڑ کر میّت کیلئے مغفرت کی دعا مانگنی چاہئے۔

س ۲۷۹ نمازِ جنازہ کے اَرکان، واجبات، سُنّتیں اور مفسدات کیا ہیں؟

ج نمازِ جنازہ میں دو رُکن ہیں:

(۱) چار بار اللہ اکبر کہنا (۲) قِیام کرنا۔

اور تین چیزیں سُنّتِ مؤکدہ ہیں:

(۱) اللہ عزوجل کی ثناء کرنا (۲) پیارے آقا، میٹھے میٹھے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود شریف پڑھنا (۳) اور میّت کیلئے دُعا۔ بعض علماء اسے واجب بھی کہتے ہیں اور جن چیزوں سے تمام نمازیں فاسد ہوتی ہیں، نمازِ جنازہ بھی ان سے فاسد ہو جاتی ہے۔

س ۲۹۰ نمازِ جنازہ کی شرائط کیا ہیں؟

ج نمازِ جنازہ میں دو طرح کی شرطیں ہیں، ایک نماز پڑھنے والے سے متعلق اور دوسری میّت سے متعلق۔ نماز پڑھنے والے کے لحاظ سے تو وہی شرطیں ہیں جو مطلق نماز کی ہیں اور میّت سے تعلق رکھنے والی چند شرطیں ہیں، جو یہ ہیں:

(۱) میّت کا مسلمان ہونا (۲) میّت کے بدن اور کفن کا پاک ہونا (۳) جنازہ کا وہاں موجود ہونا، لہٰذا غائبانہ نمازِ جنازہ نہیں ہو سکتی اور وہ جو نجاشی کی نماز حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے، دوسروں کو جائز نہیں (۴) جنازہ کا زمین پر ہونا، یا ہاتھ پر ہو تو قریب ہو (۵) جنازہ نماز پڑھنے والے کے آگے قِبلہ رُو ہونا (۶) میّت کا وہ حصّۂ بدن جس کا چھپانا فرض ہے چھپا ہوا ہونا (۷) میّت کا امام کے مُحاذِی (سامنے) ہونا۔

س ۲۹۱ وہ کون لوگ ہیں جن کی نمازِ جنازہ نہیں؟

ج (۱) باغی، جو بغاوت میں مارا جائے (۲) ایسا ڈاکو جو کہ ڈاکہ ڈالتے ہوئے مارا گیا (۳) جو ناحق پاسداری میں لڑیں اور وہیں مر جائیں (۴) جس نے کئی شخص گلا گھونٹ کر مار ڈالے (۵) جو شہر میں رات کو ہتھیار لے کر لوٹ مار کرے اور اسی حالت میں مارا جائے (۶) جس نے اپنی ماں یا باپ کو مار ڈالا (۷) جو کسی کا مال چھین رہا تھا اور اسی حالت میں مارا گیا۔ ان کے علاوہ ہر مسلمان کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی، اگرچہ وہ کیسا ہی گناہگار اور مرتکب کبائر ہو، یہاں تک کہ جس نے خودکشی کی حالانکہ یہ بہت بڑا گناہ ہے مگر اُس کی بھی نماز پڑھی جائے گی، یونہی بے نمازی کی بھی جنازہ کی نماز پڑھنا ہم پر فرض ہے۔

س ۲۹۲ جنازہ میں کونسی دُعا پڑھی جاتی ہے؟

ج **میّت بالغ** ہو تو یہ دُعا پڑھیں:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَشَاھِدِنَا وَغَآئِبِنَا وَصَغِیْرِنَا وَکَبِیْرِنَا وَذَکَرِنَا وَاُنْثٰنَا ط

اَللّٰھُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَہٗ مِنَّا فَاَحْیِہٖ عَلَی الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّیْتَہٗ مِنَّا فَتَوَفَّہٗ عَلَی الْاِیْمَانِ ط

ترجمہ: الٰہی بخش دے ہمارے ہر زندہ کو اور ہمارے ہر متوفی کو اور ہمارے ہر حاضر اور ہمارے ہر غائب کو اور ہمارے ہر چھوٹے کو اور ہمارے ہر بڑے کو اور ہمارے ہر مرد کو اور ہماری ہر عورت کو الٰہی تو ہم میں سے جس کو زندہ رکھے تو اس کو اسلام پر زِندہ رکھ اور ہم میں سے جس کو موت دے تو اُ کو ایمان پر موت دے۔

نابالغ لڑکے کی دُعا

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ لَنَا فَرَطًا وَّاجْعَلْہُ لَنَآ اَجْرًا وَّذُخْرًا وَّاجْعَلْہُ لَنَا شَافِعًا وَّمُشَفَّعًا ط

ترجمہ: الٰہی اس (لڑکے) کو ہمارے لئے آگے پہنچ کر سامان کرنے والا بنادے اور اس کو ہمارے لئے اجر (کا موجب) اور وَقت پر کام آنے والا بنادے اور اس کو ہماری سفارش کرنے والا بنادے اور وہ جس کی سفارش منظور ہو جائے۔

نابالغ لڑکی کی دُعا

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھَا لَنَا فَرَطًا وَّاجْعَلْھَا لَنَآ اَجْرًا وَّذُخْرًا وَّاجْعَلْھَا لَنَا شَافِعَۃً وَّ مُشَفَّعَۃً ط

ترجمہ: الٰہی اس (لڑکی) کو ہمارے لئے آگے پہنچ کر سامان کرنے والی بنادے اور اس کو ہمارے لئے اجر (کا موجب) اور وَقت پر کام آنے والی بنادے اور اس کو ہماری سفارش کرنے والی بنادے اور وہ جس کی سفارش منظور ہو جائے۔

جو شخص اچھی طرح یہ دُعائیں نہ پڑھ سکے تو جو دُعا چاہے پڑھے مگر وہ دعا ایسی ہو جس میں اُمورِ آخرت کا ذِکر ہو، جیسے:

رَبَّنَـا آتِنا فِی الدّنیا حَسنۃ و فی الاٰخرۃ وَحسنۃ وَّ قِنا عذَابَ النّار (پ ۲، ع ۹، آیت ۲۰۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ربّ ہمارے! ہمیں دُنیا میں بھلائی دے اور ہمیں آخرت میں بھی بھلائی دے اور ہمیں عذابِ دوزخ سے بچا۔

س ۲۹۳ اگر کوئی جنازے ہوں تو سب کی نماز ایک ساتھ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

ج کئی جنازے جمع ہوں تو ایک ساتھ سب کی نماز پڑھ سکتے ہیں۔ وہ اس طرح کہ ایک نماز میں سب کی نیت کر لے اور افضل یہ ہے کہ سب کی علیحدہ علیحدہ پڑھے اور اس صورت میں پہلے اس کی پڑھے جو اُن میں افضل ہو پھر اس کی جو اُس کے بعد سب میں افضل ہو۔ وعلیٰ ھذا القیاس اور جب ایک ساتھ پڑھیں تو اختیار ہے کہ سب کو آگے پیچھے رکھیں یعنی سب کا سینہ امام کے مقابل ہو یا برابر، برابر رکھیں یعنی ایک کی پائنتی دوسرے کے سرہانے۔

س ۲۹۴ میّت کی قبر پر نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

ج میّت اگر بغیر نماز پڑھے دفن کردی گئی اور مٹی بھی دے دی گئی، تو اب اسی صورت میں قبر پر نماز پڑھی جا سکتی ہے جب تک لاش کے پھٹنے کا گمان نہ ہو اور اگر مٹی نہ دی گئی ہو تو میّت کو قبر سے نکال لیں اور نماز پڑھ کر دفن کردیں اور قبر پر نماز پڑھنے میں دِنوں کی کوئی تعداد مقرر نہیں بلکہ یہ موسم اور زمین اور میّت کے جسم اور مرض کے حالات پر موقوف ہے مثلاً گرمیوں میں جسم جلد پھٹے گا اور سردیوں میں دیر سے، اسی طرح فربہ جسم جلد اور لاغر دیر میں، تر زمین میں جلد اور خشک میں دَیر سے۔

س ۲۹۵ مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟

ج مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنا مطلقاً مکروہِ تحریمی ہے خواہ میّت مسجد کے اندر ہو یا باہر سب نمازی اندر ہوں یا بعض۔ کیونکہ حدیثِ پاک میں نمازِ جنازہ مسجد میں پڑھنے کی ممانعت آئی ہے۔

س ۲۹۶ میّت کو قبر میں کس طرح رکھا جائے؟

ج میّت کو قبلہ کی جانب سے قبر میں اُتاریں اور دہنی طرف کی کروٹ پر لٹائیں اور اس کا مُنہ قبلہ کو کریں۔ عورت کا جنازہ اُتارنے والے اس کے محارم ہوں، یہ نہ ہوں تو دوسرے رشتہ والے یہ بھی نہ ہوں تو پرہیزگار اجنبی اُتارے۔ اگر عورت کا جنازہ ہو تو قبر میں اُتارنے سے تختہ لگانے تک قبر کو کپڑے وغیرہ سے چھپائے رکھیں، میّت کو قبر میں رکھتے وقت یہ دعا پڑھیں:

بِسْمِ اللّٰہِ وَبِا للّٰہِ وَعلیٰ مِلَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ

”اللہ عزوجل کے نام کے ساتھ اور اللہ عزوجل کی مدد کے ساتھ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملت پر۔“

پھر قبر میں رکھنے کے بعد کفن کی بندش کھول دیں اور لحد کو کچی اینٹوں سے بند کریں اگر زمین نرم ہو تو تختے لگانا بھی جائز ہے۔ تختوں کے درمیان جھری رہ گئی ہو تو اُسے مٹی کے ڈھیلے وغیرہ سے بند کردیں اور صندوق ہو تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔

س۲۹۷ قبر کو مٹی دینے کا کیا طریقہ ہے؟

ج مستحب یہ ہے کہ سر ہانے کی طرف سے دونوں ہاتھوں سے تین بار مٹی ڈالیں پہلی بار یہ کہیں، مِنْهَا خَلَقْنٰكُم ''یعنی ہم نے زمین ہی سے تمہیں بنایا'' دوسری بار کہیں، وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ ''اور اسی میں تمہیں پھر لے جائیں گے'' اور تیسری بار کہیں، وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ''اور اسی سے تمہیں دوبارہ نکالیں گے'' (پ ۱۶، ع ۱۲، آیت ۵۵، ترجمۂ کنزالایمان) باقی مٹی ہاتھ یا بیلچے وغیرہ سے قبر پر ڈالیں۔ جتنی مٹی قبر سے نکلی اس سے زِیادہ ڈالنا مکروہ ہے۔ ہاتھ میں جو مٹی لگی ہے اسے جھاڑ دیں یا دھو ڈالیں اور قبر چوکھونٹی (چوکور) نہ بنائیں بلکہ اس میں ڈھلان رکھیں جیسے اونٹ کا کوہان لیکن اونچائی میں ایک بالشت یا کچھ زِیادہ ہو اور اس پر پانی چھڑکنے میں بھی کچھ حَرَج نہیں، بلکہ بہتر ہے۔

س۲۹۸ قبر پر کتنی دیر تک ٹھہرنا چاہئے؟

ج دفن کے بعد قبر کے پاس اتنی دیر تک ٹھہرنا مستحب ہے جتنی دیر میں اونٹ کو ذِبح کر کے گوشت تقسیم کر دیا جائے، کیونکہ ان کے رہنے سے میّت کا دِل لگا رہے گا اور نکیرین کا جواب دینے میں وَحشت نہ ہوگی۔ اتنی دیر تک تلاوت قرآنِ مجید اور میّت کے لیے استِغفار کریں اور یہ دُعا کریں کہ منکر نکیر کے سوالات کے جواب دینے میں ثابت قدم رہے اور مستحب یہ ہے کہ دفن کے بعد قبر پر سورۂ بقرہ کا اوّل و آخر پڑھیں، سر ہانے الٓمّٓ سے مُفْلِحُوْن تک اور پائنتی کی طرف اٰمَنَ الرَّسُوْلُ سے آخر تک۔

س۲۹۹ قبر پر قرآن پڑھنے کے لئے حافظ کو مقرر کرنا کیسا ہے؟

ج قبر پر قرآن پڑھنے اور اس کا ثواب میّت کو بخشنے کے لئے حافظ مقرر کرنا جائز ہے۔ جبکہ پڑھنے والے بلا اُجرت پڑھیں، کیونکہ اُجرت پر قرآنِ کریم پڑھنا اور پڑھوانا جائز نہیں۔ ہاں! اگر بلا اُجرت پڑھنے والا ملتا ہی نہ ہو اور اُجرت پر پڑھوانا ہو تو اسے پہلے اپنے کام کاج کیلئے نوکر رکھے پھر یہ کام لے۔

س۳۰۰ شجرہ یا عہد نامہ قبر میں رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

ج شجرہ یا عہد نامہ قبر میں رکھنا جائز ہے اور بہتر یہ ہے کہ میّت کے مُنہ کے سامنے قبلہ کی جانب طاق کھود کر اس میں رکھیں کہ اُمّیدِ مغفرت ہے۔ اِنْ شَاءَ اللہ عزّ وجل

س۳۰۱ جنازہ یا قبر پر پھول ڈالنے کا کیا حکم ہے؟

ج جنازہ پر پھولوں کی چادر ڈالنے میں حَرَج نہیں، یونہی قبر پر پھول ڈالنا بہتر ہے کہ جب تک تر رہیں گے تسبیح کریں گے اور میّت کا دِل بہلے گا۔ اسی لیے قبر پر سے تر گھاس نہیں نوچنا چاہئے کہ اُس کی تسبیح سے رَحمت اُترتی ہے اور میّت کو اُنس ہوتا ہے، جبکہ نوچنے میں میّت کا حق ضائع کرنا ہے۔

س ۳۰۲ قبر پر اذان دینے سے میّت کو کیا فائدہ پہنچتا ہے؟

ج اَحادیثِ کریمہ میں آیا ہے کہ جب بندہ قبر میں رکھا جاتا ہے اور مُردے سے سوال ہوتا ہے کہ تیرا ربّ کون ہے؟ تو شیطان اس پر ظاہر ہوتا ہے اور اپنی طرف اشارہ کرتا ہے کہ میں تیرا رب ہوں۔ اس لیے حکم آیا کہ میّت کیلئے جواب میں ثابت قدم رہنے کے لئے دُعا کریں۔ خود حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میّت کو دَفن کرتے وقت دُعا فرماتے ''الٰہی عزوجل! اسے شیطان سے بچا۔'' اور صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ جب مؤذِن اذان کہتا ہے تو شیطان پیٹھ پھیر کا بھاگ جاتا ہے تو قبر پر اذان دینے کا پہلا فائدہ تو ظاہر ہے کہ بفضلہٖ تعالیٰ عزوجل میّت کو شیطانِ رَجیم کے شر سے پناہ مل جاتی ہے اور پھر اسی اذان کی بَرَکت سے میّت کو سوالاتِ نکیرین کے جوابات بھی یاد آجاتے ہیں، یہ دوسرا فائدہ ہوا، پھر اذان ذِکرِ الٰہی عزوجل ہے اور جہاں ذِکرِ الٰہی عزوجل ہوتا ہے وہاں رَحمت نازِل ہوتی ہے، آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، عذابِ الٰہی عزوجل اُٹھالیا جاتا ہے اور یہ تو ظاہر ہے کہ ذِکرِ الٰہی عزوجل وَحشت کو دُور کرتا ہے اور دِل کو اطمینان بخشتا ہے، تو قبر پر اذان سے میت سے عذاب اُٹھ جانے اور اس کی وَحشت دُور ہوجانے کی قوی اُمید ہے، اس لیے اذان زِندوں کی طرف سے میّت کیلئے ایک عجیب نفع بخش تحفہ ہے۔

س ۳۰۳ قبرِستان میں کون کون سی چیزیں ممنوع و ناجائز ہیں؟

ج قبر پر سونا، چلنا، پاخانہ پیشاب کرنا حرام ہے۔ قبرِستان میں جو نیا راستہ نکالا گیا ہے اس سے گزرنا ناجائز ہے اور اپنے کسی رشتہ دار کی قبر تک پہنچنے کے لئے دوسروں کی قبروں پر سے گزرنا منع ہے۔ بہتر یہ ہے کہ دُور ہی سے فاتحہ پڑھ دے۔ قبرِستان میں جوتیاں پہن کر بھی نہ جائے اسی طرح وہ تمام باتیں ممنوع ہیں جو باعثِ غفلت ہوں جیسے کھانا پینا، ہنسنا، دُنیا کا کوئی کلام کرنا وغیرہ۔

س ۳۰۴ تعزیت کسے کہتے ہیں اور اس کا طریقہ اور حکم کیا ہے؟

ج کسی مسلمان کی موت پر اپنے اُس مسلمان بھائی کو جو میّت کے قریبی رشتہ داروں میں سے ہے، صبر کی تلقین کرنا تعزیت کہلاتا ہے۔ تعزیت مسنون اور کارِ ثواب ہے۔ اس کا وقت موت سے تین دِن تک ہے اور اگر کوئی عُذر ہو تو بعد میں بھی حَرج نہیں۔ تعزیت میں یہ کہنا چاہئے کہ اللہ عزوجل میّت کی مغفِرت فرمائے اور اس کو اپنی رَحمت میں ڈھانکے اور تم کو صبر عطا فرمائے اور اس مصیبت پر ثواب عطا فرمائے۔

س ۳۰۵ نُوحہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

ج نوحہ یعنی میّت کے اَوصاف مبالغہ کے ساتھ بیان کر کے اُونچی آواز سے رونا، اسے ''بَیْن'' کہتے ہیں، اور یہ حرام ہے۔ یونہی گریبان پھاڑنا، مُنہ نوچنا، بال کھولنا، سَر پر خاک ڈالنا، سینہ کوٹنا، ران پر ہاتھ مارنا وغیرہ، یہ سب جاہلیت کے کام ہیں اور حرام ہیں۔ اسی طرح سوگ منانے کیلئے سیاہ کپڑے پہننا مَردوں کو ناجائز ہے، یونہی سیاہ بلّے (بیج وغیرہ) لگانا بھی منع ہے کہ اس میں نصاریٰ (عیسائیوں) کی مشابہت بھی ہے۔ ہاں! صِرف رونے میں اگر آواز بُلند نہ ہو تو اس کی ممانعت نہیں۔

زِیارتِ قبور اور ایصالِ ثواب کا بیان

س ۳۰۶ زِیارتِ قبور کا حکم کیا ہے؟

ج زیارتِ قبور جائز و مستحب بلکہ مسنون ہے بلکہ آقائے دوجہان، رَحمتِ عالمیان، مکّی مَدَنی سلطان صلی اللہ علیہ وسلم شہدائے اُحد کی زِیارت کو تشریف لے جاتے اور ان کے لئے دُعا فرماتے اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ تم لوگ قبروں کی زِیارت کرو، وہ دُنیا میں بے رَغبتی کا سبب ہیں اور آخرت کی یاد دِلاتی ہیں۔

س ۳۰۷ زِیارتِ قبور کا مستحب طریقہ کیا ہے؟

ج جب بھی زیارتِ قبور کو جائیں تو مستحب یہ ہے کہ پہلے اپنے مکان میں دو رَکعت نمازِ نفل پڑھے، ہر رَکعت میں فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی ایک بار اور قل ھو اللہ تین بار پڑھے اور اس نماز کا ثواب میّت کو پہنچائے، اللہ عزوجل میّت کی قبر میں نور پیدا فرمائے گا اور اس شخص کو بہت بڑا ثواب عطا فرمائے گا۔ اب قبرستان کو جائے تو راستہ میں فضول باتوں میں مشغول نہ ہو۔ جب قبرستان پہنچے جوتے اُتار لے اور پائنتی کی طرف سے جا کر اس طرح کھڑا ہو کہ قبلہ کو پیٹھ ہو اور میّت کے چہرے کی طرف مُنہ ہو۔ میت کے سرہانے سے نہ آئے کہ میت کیلئے باعثِ تکلیف ہے یعنی میت کو گردن پھیر کر دیکھنا پڑتا ہے کہ کون آیا ہے اور اس کے بعد یہ کہے،

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَآ اَھْلَ الْقُبُوْرِ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَنَا وَلَکُمْ وَاَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ

سلام ہو تم پر اے اہلِ قبرستان! اللہ ہماری اور تمہاری مغفرت فرمائے، تم ہم سے پہلے گئے اور ہم تمہارے بعد آنے والے ہیں۔

یا یوں کہے،

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَھْلَ دَارِ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ اَنْتُمْ لَنَا سَلَفٌ وَّ اِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ

سلام ہو تم پر اے مسلمانوں کی قوم کے گھر والو! تم ہم سے پہلے گئے اور ہم تمہارے بعد تم سے ملنے والے ہیں۔ اِنْ شَآءَ اللّٰہ

اور سورۂ فاتحہ و آیۃ الکرسی اور سورۂ زِلزال و تکاثر پڑھے۔ سورۂ ملک اور دوسری سورتیں بھی پڑھ سکتا ہے اور اس کا ثواب مُردوں کو پہنچائے۔ اگر بیٹھنا چاہئے تو اتنے فاصلے سے بیٹھے جتنا زندگی میں دُور یا نزدیک بیٹھتا تھا۔

س ۳۰۸ زِیارت کیلئے کون سا دِن اور وَقت مقرر ہے؟

ج چار دِن زِیارت کیلئے بہتر ہیں: پیر، جمعرات، جُمعہ اور ہفتہ۔

اگر جُمعہ کے دِن جانا ہو تو نمازِ جُمعہ سے پہلے جانا افضل ہے اور ہفتہ کے دِن طلوعِ آفتاب تک اور جمعرات کو دِن کے اوّل وقت اور بعض علماء نے فرمایا کہ آخر وقت میں افضل ہے۔ اسی طرح متبرّک راتوں میں بھی زیارتِ قبور افضل ہے مثلاً شبِ براءَت، شبِ قدر وغیرہ۔ یونہی عیدَین کے دِن اور عشرۂ ذِی الحجہ میں بھی بہتر ہے اور اَولیائے کرام علیہم الرحمۃ کے مزارات پر سفر کر کے جانا جائز ہے، وہ اپنے زائر کو نفع پہنچاتے ہیں اور زِیارت کرنے والے کو بڑی بَرکات حاصل ہوتی ہیں۔ ہاں! عورتوں کو مزارات پر نہیں جانا چاہئے، مردوں کو چاہئے کہ انہیں منع کریں۔

س ۳۰۹ تیجہ، دسواں، چالیسواں، ششماہی، برسی وغیرہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

ج ہم اہلِ سُنّت کے نزدیک زِندوں کے ہر عملِ نیک اور ہر قسم کی عبادَت خواہ مالی ہو یا بدنی، فرض و نفل اور خیر خیرات کا ثواب مُردوں کو پہنچایا جاسکتا ہے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ زِندوں کے ایصالِ ثواب میں مُردوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔ اب رہا دِن مقرر کرنا مثلاً تیسرے دِن یا دَسویں یا چالیسویں دِن، تو یہ تخصیصات نہ شرعی ہیں نہ انہیں شرعی سمجھا جاتا ہے، یعنی یہ کوئی بھی نہیں کہتا کہ صِرف اسی دِن میں ثواب پہنچے گا، اگر کسی دوسرے دِن کیا جائے تو نہیں پہنچے گا یہ محض رَواجی اور عُرفی بات ہے جو لوگوں نے اپنی سہولت کیلئے بنا رکھی ہے۔ لہٰذا اِنتقال کے بعد ہی سے قرآنِ مجید کی تلاوت اور خیر خیرات کا سلسلہ جاری کیا جاسکتا ہے۔ بلکہ چاہیے تو یہ کہ زِندوں کو بھی ایصالِ ثواب کیا جائے۔ الغَرض یہ تیجہ اور چالیسواں وغیرہ سب اسی ایصالِ ثواب کی صورتیں ہیں اور قطعی جائز ہیں مگر یہ ضرور ہے کہ سب کام اچھی نیّت سے کیے جائیں، نمائشی نہ ہوں ورنہ نہ ثواب ہے نہ ایصالِ ثواب، بلکہ بعض صورتوں میں تو اُلٹا وَبال ہوتا ہے مثلاً بعض لوگ ایسے موقعوں پر اُدھار، قرض بلکہ سُودی روپیہ سے محض اپنی برادری میں ناک اونچی رکھنے کے لیے یہ سب کچھ کرتے ہیں، یہ ناجائز ہونے کے ساتھ ساتھ گناہ بھی ہے۔ یونہی رِشتہ داروں کی اس موقع پر دعوت کی جاتی ہے، یہ غلَط ہے۔ یہ موقع دعوت کا نہیں بلکہ محتاجوں، فقیروں کو کھلانے کا ہے تاکہ میّت کو ثواب پہنچے۔ بااَثر اسلامی بھائیوں کو اپنی اپنی قوم و برادری میں اس کی اِصلاح کرنی چاہئے۔

س ۳۱۰ بُزرگانِ دِین علیہم الرحمۃ کی نیاز کا کھانا مالدار کھا سکتے ہے یا نہیں؟

ج بُزرگانِ دِین علیہم الرحمۃ کی نیاز کا کھانا نہ صِرف یہ کہ جائز ہے بلکہ باعثِ بَرکت بھی ہے۔ رَجب شریف کے کونڈے، محرم کا شربت یا کھچڑا، ماہِ ربیع الآخر کی گیارھویں شریف جس میں حضرت سیّدُ نا غوثِ اعظم شیخ عبدالقادِر جیلانی رضی اللہ عنہ کی فاتحہ دِلائی جاتی ہے اور رَجب کی چھٹی تاریخ حضور خواجہ غریب نواز حضرتِ سیّدُ نا مُعینُ الدّین چشتی اجمیری رضی اللہ عنہ کی فاتحہ دلائی جاتی ہے، یونہی حضورِ غوثِ پاک رضی اللہ عنہ کا توشہ یا حضرتِ سیّدُ نا شیخ عبدُ الحق علیہ الرحمۃ کا توشہ، یہ وہ چیزیں ہیں جو صدیوں سے مسلمانوں کے عوام وخواص وعلماء وفضلاء میں جاری ہیں اور ان میں خاص اہتمام کیا جاتا ہے اور اُمراء بھی اس میں ذَوق وشوق سے شریک ہوتے ہیں اور طعامِ تبرک سے فیض پاتے ہیں۔

س ۳۱۱ محرم الحرام میں شہدائے کربلا رضی اللہ عنہم اجمعین کے سوا کسی اور کی فاتحہ دُرست ہے یا نہیں؟

ج جس طرح دوسرے دِنوں میں سب کی فاتحہ ہوسکتی ہے اِن دِنوں میں بھی ہوسکتی ہے۔ یہ خیال غَلَط ہے کہ محرّم میں سِوائے شہدائے کربلا رضی اللہ عنہم اجمعین کے، دوسروں کی فاتحہ نہ دِلائی جائے۔

س ۳۱۲ بزرگانِ دِین علیہم الرحمۃ کا عرس جائز ہے یا نہیں؟

ج بزرگانِ دِین علیہم الرحمۃ کا عرس جو ہر سال ان کے وِصال کے دِن ہوتا ہے، یعنی اس تاریخ میں لوگ جمع ہوتے ہیں، قرآنِ مجید پڑھتے اور دوسرے اَذکار، خیر خیرات کرتے ہیں یا میلاد شریف وغیرہ کیا جاتا ہے، یہ بھی جائز ہے کیونکہ ایسے کام جو باعثِ خیر وبَرکت ہیں جس طرح اور دِنوں میں جائز ہیں، اِن دِنوں میں بھی جائز ہیں۔ پھر اولیاءِ کرام علیہم الرحمۃ کے مزارات پر حاضری ہر مسلمان کیلئے سعادت اور باعثِ بَرکت ہے۔ رہے ایسے کام جو شرعاً ممنوع ہیں، وہ تو ہر حالت میں مذموم ہیں اور مزاراتِ طیبہ کے پاس تو اور زِیادہ بُرے۔

ایصالِ ثواب کے بارہ مَدنی پھول

شیخ طریقت، امیرِ ملّت، محیُّ السنّت، امیرِ اہلسنّت، امیرِ دعوتِ اسلامی، ابوبلال حضرتِ علاّمہ
مولانا محمّد الیاس عطّارؔ قادری رَضَوی دامت برکاتھم العالیہ

۱ فرض، واجِب، سُنّت، نَفل، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ ہر عبادَت کا ایصالِ ثواب کر سکتے ہیں۔

۲ میّت کا تیجہ، دسواں، چالیسواں، برسی وغیرہ کرنا اچھا ہے کہ یہ ایصالِ ثواب کے ذَرائع ہیں۔
شریعت میں تیجے وغیرہ کے عدمِ جواز کی دلیل نہ ہونا خود دلیلِ جواز ہے۔

نوٹ: کسی بھی شے کو شریعت میں حرام یا مکروہ وغیرہ اس وَقت کہا جاتا ہے جب قرآن یا حدیث یا اِجماع سے ثابت ہو جائے اور اگر ایسا نہ ہو تو وہ شے حرام یا مکروہ نہیں کہلاتی اور اسے ممنوع بھی نہیں کہا جا سکتا۔ اب چونکہ شریعت میں کہیں پر بھی تیجہ، دسواں، چالیسواں وغیرہ منع نہیں کیا گیا لہٰذا یہ خود بخود جائز ہو گیا۔ اسی طرح ہر شے کے متعلق معلومات حاصل کی جا سکتی ہے۔ میّت کیلئے زِندوں کی دُعا کرنا تو خود قرآن سے ثابت ہے، جو کہ ایصالِ ثواب کی اَصل ہے اور اسی پر اجماع بھی ہے۔

چُنانچِہ ارشادِ باری تعالیٰ عزّ وجل ہے،

وَالَّذِینَ جَآءُ و امن م بعدِ ھم یقُولون ربّنا اغفِرلنا ولاخوانِنا الّذِین سبقونا بِالاِیمان

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جو اُن کے بعد آئے عرض کرتے ہیں، اے ہمارے ربّ ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے۔ (پ۲۸، ع۴، آیت ۱۰)

۳ تیجے وغیرہ کا کھانا صِرف اُسی صورت میں میّت کے چھوڑے ہوئے مال سے کر سکتے ہیں جبکہ تمام وُرثاء بالغ ہوں اور سب کے سب اجازت بھی دیں، اگر ایک بھی وارث نابالغ ہے تو نہیں کر سکتے اگر چہ وہ اجازت بھی دے دے۔

۴ میّت کے گھر والے اگر تیجے کا کھانا پکائیں تو صِرف فقراء کو کھلائیں۔

۵ نابالغ بچّے کو بھی ایصالِ ثواب کر سکتے ہیں، جو زِندہ ہیں ان کو بھی بلکہ جو مسلمان ابھی پیدا نہیں ہوئے ان کو بھی پیشگی ایصالِ ثواب کر سکتے ہیں۔

۶ مسلمان جنّات کو بھی ایصالِ ثواب کیا جا سکتا ہے۔

۷﴾ گیارھویں شریف، رَجبی شریف (کونڈے شریف) وغیرہ جائز ہیں۔ کھیر کونڈے کے اندر ہی کھلانا ضروری نہیں بلکہ دوسرے برتن میں بھی کھلاسکتے ہیں۔ اس کو گھر سے باہَر بھی لے جاسکتے ہیں۔

۸﴾ بُزرگوں کی فاتحہ کے کھانے کو تعظیماً نذر و نیاز کہتے ہیں اور یہ نیاز تبرک ہے، اسے امیر و غریب سب کھاسکتے ہیں۔

۹﴾ داستانِ عجیب، شہزادے کا سَر، دَس بیبیوں کی کہانی اور جنابِ سیِّدہ رضی اللہ عنہا کی کہانی وغیرہ سب مَن گھڑت قصّے ہیں، انہیں ہرگز نہ پڑھا کریں۔ اسی طرح ایک پمفلٹ بنام "وصیّت نامہ" لوگ تقسیم کرتے ہیں جس میں "شیخ اَحمد" کا خواب دَرج ہے، یہ بھی جعلی ہے۔ اس کے نیچے مخصوص تعداد میں چھپوا کر بانٹنے کی فضیلت اور تقسیم نہ کرنے کے نقصانات وغیرہ لکھے ہیں، یہ بھی سب غَلَط ہیں۔

۱۰﴾ جتنوں کو بھی ایصالِ ثواب کریں اللہ عزَّ وجلَّ کی رَحمت سے اُمّید ہے کہ سب کو پورا ملے گا، یہ نہیں کہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ملے۔

۱۱﴾ ایصالِ ثواب کرنے والے کے ثواب میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی بلکہ یہ اُمّید ہے کہ اس نے جتنوں کو ایصالِ ثواب کیا ہے ان سب کے مجموعے کے برابر ملے۔ مثلاً کوئی نیک کام کیا جس پر اس کو دَس نیکیاں ملیں اب اس نے دَس مُردوں کو ایصالِ ثواب کیا تو ہر ایک کو دس دس نیکیاں پہنچیں گی جبکہ ایصالِ ثواب کرنے والے کو ایک سو دس اور اگر ایک ہزار کو ایصالِ ثواب کیا تو اس کو دَس ہزار دس۔ وعلیٰ ھذا القیاس

۱۲﴾ ایصالِ ثواب صِرف مسلمانوں کو کرسکتے ہیں۔

ایصالِ ثواب کا طریقہ

ایصالِ ثواب یعنی ثواب پہنچانا، اس کیلئے دِل میں نیّت کرلینا کافی ہے۔ مثلاً آپ نے کسی کو ایک روپیہ خیرات دیا، یا ایک بار دُرُود شریف پڑھا، یا کسی کو ایک سُنّت بتائی، یا نیکی کی دعوت دی، یا سُنّتوں بھرا بیان کیا۔ الغرض کوئی بھی نیکی کا کام کیا، آپ دِل ہی دِل میں نیّت کرلیں مثلاً "ابھی جو میں نے سُنّت بیان کی اُس کا ثواب سرکارِ اَبد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچے۔" اِن شاءَ اللہ عزَّ وجلَّ ثواب پہنچ جائے گا۔ مزید جن جن کی نیّت کریں گے، ان کو بھی پہنچے۔ دِل میں نیّت ہونے کے ساتھ ساتھ زَبان سے کہہ لینا سُنّتِ صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین ہے۔ جیسا کہ حدیثِ سَعْد رضی اللہ عنہ میں وارِد ہوا۔ چُنانچہ حضرتِ سیِّدُنا سعد بن عُبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری ماں انتقال کرگئی ہے، میں اپنی ماں کی طرف سے صَدَقہ کرنا چاہتا ہوں، کون ساصَدَقہ افضل رہے گا؟ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "پانی" چُنانچہ انہوں نے ایک کُنواں کُھدوایا اور کہا، "یہ اُمِّ سعد رضی اللہ عنہما

کے لئے ہے۔"

ایصالِ ثواب کا مُرَوَّجہ طریقہ

آج کل مسلمانوں میں خصوصاً کھانے پر ایصالِ ثواب یعنی فاتحہ کا جو طریقہ رائج ہے وہ بھی بہت اچھا ہے۔ جن کھانوں کا ایصالِ ثواب کرنا ہے وہ سارے کھانے یا سب میں سے تھوڑا تھوڑا نیز ایک گلاس میں پانی بھر کر سب کو سامنے رکھ لیں۔ اب اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم اور بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم پڑھ کر سورۂ کافرون ایک بار، قل ھواللہ شریف تین بار، سورۂ فلق۔ سورۂ ناس اور سورۂ فاتحہ ایک ایک بار پھر الٓمّٓ تا مُفْلِحُوْن پڑھنے کے بعد یہ پانچ آیات پڑھیں:

(۱) وَاِلٰهُکُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ج لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْم "اور تمہارا معبود ایک معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہی بڑی رحمت والا مہربان۔" (۲) اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ "بے شک اللہ کی رحمت نیکوں سے قریب ہے۔" (۳) وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ "اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کیلئے۔" (۴) مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ط وَکَانَ اللّٰهُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا "محمد تمہارے مَردوں میں کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول اور سب نبیوں کے پچھلے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔" (۵) اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِکَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ط یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا "بے شک اللہ اور اس کے فِرِشتے دُرود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر، اے ایمان والو! ان پر دُرود اور خوب سلام بھیجو۔"

اب کوئی سا بھی دُرود شریف پڑھیں پھر سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ۝ وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ ۝ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ اب ہاتھ اُٹھا کر فاتحہ پڑھانے والے بُلند آواز سے "الفاتحہ" کہے۔ سب لوگ آہستہ سے سورۂ فاتحہ پڑھیں۔ اب فاتحہ پڑھانے والا اس طرح اعلان کرے، "پیارے اسلامی بھائیو! آپ نے جو کچھ پڑھا ہے وہ میری مِلک کردیں" تمام حاضرین کہہ دیں "آپ کی مِلک کیا" اب فاتحہ پڑھانے والا ایصالِ ثواب کردے۔

اعلیٰحضرت علیہ رحمۃ الرحمٰن فاتحہ میں کیا پڑھتے تھے؟

میرے آقائے نعمت، مجدِّد دین وملّت، پروانۂ شمعِ رِسالت، عاشقِ ماہِ نُبوّت، پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت، ماحی بدعت، محی السنّت، سیّدی ومرشِدی الحافظ، القاری، المفسر، المحدث اعلیٰحضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فاتحہ سے قبل جو سورتیں پڑھتے تھے وہ یہ ہیں: سورۂ فاتحہ اور آیۃ الکرسی ایک ایک بار، تین بار سورۂ اخلاص اوّل وآخر تین تین بار دُرُود شریف۔

ایصالِ ثواب کے لئے دعا کا طریقہ

یا اللہ عزّ وجل! جو کچھ پڑھا گیا (کھانا وغیرہ ہونے کی صورت میں) اور جو کچھ کھانا وغیرہ پیش کیا گیا ہے بلکہ آج تک جو ٹوٹا پھوٹا عمل ہوسکا ہے اس کا ثواب ہمارے ناقص عمل کے لائق نہیں بلکہ اپنے کرم کے شایانِ شان مرحمت فرما اور اسے ہماری جانب سے اپنے پیارے محبوب دانائے غُیوب صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں نذر پہنچا۔ سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے توسُّط سے تمام انبیاءِ کرام علیہم السلام، صحابۂ کرام، اولیاءِ کرام علیہم الرضوان کی جناب میں نذر پہنچا۔ سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے توسط سے حضرتِ سیّدُنا آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک جتنے انسان وجنّات مسلمان ہوئے یا قیامت تک ہوں گے سب کو پہنچا (اسی دوران جن جن بزرگوں کو خصوصًا ایصالِ ثواب کرنا ہے ان کا نام بھی لیتے جائیں۔ فوت شدہ گان میں سے جن جن کا نام لیتے ہیں ان کو خوشی حاصل ہوتی ہے) اپنے ماں باپ اور دیگر رشتے داروں اور اپنے پیرومُرشِد کو بھی ایصالِ ثواب کریں۔ اب حسبِ معمول دُعا ختم کردیں۔

(اگر تھوڑا تھوڑا کھانا اور پانی نکالا تھا تو وہ دوسرے کھانوں اور پانی میں ڈال دیں۔)

امام کیلئے ۳۰ مَدنی پھول

شیخ طریقت، امیرِ ملّت، محیُ السنّت، امیرِ اہلسنّت، امیرِ دعوتِ اسلامی، ابوبلال حضرتِ علاّمہ

مولانا محمّد الیاس عطّار قادری رَضَوی دامت برکاتھم العالیہ

امامت اسلام کی بہترین خدمت اور رزقِ حلال کے حصول کا عظیم ذَرِیعہ ہے۔مگر لا پرواہی کے باعث مقتدیوں کی نمازوں کا بوجھ معاذَاللہ عزوجل جہنم میں پہنچا سکتا ہے۔لہٰذا ممکن ہوتو دعوتِ اسلامی کے عالمگیر مرکز فیضانِ مدینہ محلّہ سوداگران پُرانی سبزی منڈی کراچی (یا جہاں میسر آئے) میں اِمامت کورس ضرور ضرور ضرور کیجئے۔

۱ بہارِ شریعت کے ابتدائی چار حصّے پڑھ کر سمجھ لیجئے ضرورتاً عُلمائے اہلسنّت سے بھی رَہنمائی حاصل کر لیجئے۔

۲ نماز میں جو سورتیں اور اَذکار پڑھتے ہیں اور لازِماً کسی سُنّی قاری کو سنا دیں۔

۳ اگر معاشی پریشانی نہ ہو تو بلا اُجرت اِمامت اِن شاءَاللہ عزوجل آپ کیلئے دونوں جہان میں باعثِ سعادت ہے۔

۴ بلا سخت مجبوری تنخواہ بڑھانے کا مطالَبہ مناسب نہیں نیز زیادہ مُشاہَرے کے لالچ میں دوسری مسجد میں چلا جانا ایک امام کو کسی طرح زیب نہیں دیتا۔

۵ مہربانی کر کے پیشگی تنخواہ نہ لیں بلکہ پہلی تاریخ سے قبل بھی تنخواہ قبول نہ کریں کہ زندگی کا کیا بھروسہ!

۶ سوال کرنے،قرض مانگنے سے بچیں ورنہ اس کا نقصان خود ہی دیکھ لیں گے۔

۷ آج کل امام اپنے آپ کو خطیب اور موَذِّن خود کو نائب اِمام کہنا،کہلوانا پسند کرنے لگے ہیں۔ اِمامُ الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام کو امام اور سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے موَذِّن سیِّدُنا بلال رضی اللہ عنہ کے دیوانے کو موَذن کہلوانے میں شرم محسوس نہیں کرنی چاہیے۔

۸ لباسِ تقوٰی اِختیار کریں، جھوٹ، غیبت، چغلی، وعدہ خلافی وغیرہ گناہوں سے پرہیز کرتے رہیں۔اس سے آخرت کے خسارے کے ساتھ ساتھ دُنیا میں بھی یہ نقصان ہوگا کہ لوگ آپ سے بدظن ہوں گے۔

۹ زِیادہ بولنے،قہقہہ لگانے اور مذاق کرنے سے عزّت اور رُعب میں کمی آتی ہے۔مقتدیوں سے بے تکلف بھی نہ بنیں۔

۱۰ حُبِّ جاہ سے بچیں،شہرت وعزّت بنانے کی خواہش آپ کیلئے باعثِ ہلاکت ثابت ہوسکتی ہے۔

۱۱ امام کا ملنسار ہونا بے حد ضروری ہے۔لہٰذا نمازوں کے بعد لوگوں سے ملاقات کریں، پھر تھوڑی دیر کیلئے وہیں تشریف رکھیں مگر دُنیا کی باتیں نہ کریں، صِرف دِینی گفتگو، وہ بھی آہستگی کے ساتھ ہو کہ نمازیوں وغیرہ کیلئے تشویش کا باعث نہ بنے۔

﴾۱۲﴿ جو امام ملنسار نہیں ہوتا، لوگوں سے دُور دُور رہتا ہے، صرف اپنے جیسے یعنی داڑھی عمامے والوں ہی سے میل جول رکھتا ہے تو عام لوگ بھی اس سے دُور بھاگتے ہیں اور اگر امامت وغیرہ کے معاملے میں آڑا وقت آتا ہے تو تعاون حاصل نہیں ہوتا اور پھر......

﴾۱۳﴿ مؤذن صاحب اور خدّامِ مسجد سے بنا کر رکھیں ۔ ان پر حکم چلانے کے بجائے سعادت سمجھتے ہوئے مسجد کی صفائی اپنے ہاتھوں سے کرتے رہا کریں، دَریاں خود بچھائیں، غیر ضروری پنکھے وغیرہ خود ہی بند کر دیا کریں۔

﴾۱۴﴿ وُضوخانہ کی صفائی میں بھی خدّام کا ہاتھ بٹا دیا کریں، اِن شاءَ اللہ عزوجل محبت بھری فضاء قائم ہوگی اور اِن کو مدَنی قافِلوں میں سفر کیلئے آمادہ کرنا آپ کے لئے آسان ہوگا۔

﴾۱۵﴿ مسجد انتظامیہ کے ساتھ ہر گز اُلجھاؤ پیدا نہ کریں، ان کے ساتھ حُسنِ سلوک سے پیش آئیں اور کوشش کر کے انہیں دعوتِ اسلامی کے قافِلوں میں سفر کروائیں۔

﴾۱۶﴿ کسی بھی سُنّی امام و انتظامیہ سے ہر گز نہ بگاڑیں۔ اُن پر تنقیدیں کر کے انہیں اپنا مخالف نہ بنائیں اگر بالفرض آپ سے بھی کوتاہی ہو بھی جائے تو فوراً معافی مانگ لیں، ہاں جس کی شَرعی غَلَطی ہو تو حُسنِ تدبیر کے ساتھ براہِ راست اس کی اصلاح کریں۔

﴾۱۷﴿ اَطراف کی مساجد کے آئمۂ اہلسنّت اور انتظامیہ سے مُراسم اُستوار کریں اور انہیں دعوتِ اسلامی کے مَدَنی قافِلوں میں سفر کا شرف دلوائیں۔

﴾۱۸﴿ جُمعہ و عیدَین کی شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ انہیں قائم کرنے والا حاکمِ اسلام یا اس کا ماذون (یعنی اجازت یافتہ) ہو۔ فی زمانہ علمائے اہلسنّت حاکمِ اسلام کے قائم مقام ہیں۔ لہٰذا اپنے شہر کے سب سے بڑے سُنّی عالم (جس کی طرف لوگ شَرعی مسائل میں رُجوع کرتے ہوں) سے اجازت لے لیجئے۔ اب اجازت یافتہ اُسی مسجد وغیرہ میں جُمعہ و عیدَین قائم کرنے کیلئے دوسرے کو اجازت دے سکتا ہے۔ اگر پورے شہر میں کوئی بھی ایسا عالم نہ ہو تو عام لوگ جس کو چاہیں اپنے لئے جُمعہ و عیدَین کا امام بنا سکتے ہیں۔ (خصوصاً نئی تعمیر کردہ مسجد میں اس مسئلہ کا خیال رکھا جائے۔)

﴾۱۹﴿ جُمعہ و عیدین میں خطباتِ رضویّہ ہی پڑھیں کہ یہ اللہ عزوجل کے وَلی اور عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مجدِّدِ اعظم امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کے مُرتّب شدہ ہیں۔ اُن کے الفاظ میں کمی بیشی نہ کریں کہ وَلی کی زَبان و قلم سے نکلے ہوئے الفاظ بھی تبرُّک ہوتے ہیں۔

۲۰﴾ جمعہ کو عموماً نمازیوں کی اکثریت خطبہ کے وقت پہنچتی ہے۔ ایسے میں لوگوں کی نفسیات کا خیال رکھنا ضروری ہے مثلاً مقرّرہ وقت پر جماعت قائم ہونا، بیان میں دلچسپی کا سامان مُہیّا کرنا وغیرہ۔ بیان آسان اور سادہ الفاظ پر مشتمل ہو عام میں اَدَق مضامین نہ چھیڑیں بلکہ اس اُصول کَلِّمُوا النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ ''یعنی لوگوں کی عقلوں کے مطابق کلام کرو'' کو مدِّ نظر رکھیں۔ لوگ اولیاءُ اللہ علیہم الرحمۃ کی حکایات و کرامات عموماً دِلچسپی سے سُنتے ہیں اور اگر ان کو سنّتیں سکھائی جائیں تو ایک دَم قریب آجاتے ہیں، قبر و آخرت کی تیاری کا ذِہن بھی دیں۔ ہر بیان کا اِختتام دعوتِ اسلامی کے سُنّتوں کی تربیت کے مَدَنی قافلوں کی بَرَکتوں اور اُن میں سفر کی ترغیب پر ہو تو مدینہ مدینہ۔

۲۱﴾ بیان، خطبہ، دعاء اور صلوٰۃ وسلام وغیرہ کیلئے حسبِ ضرورت اِسپیکر مُنہ کی سیدھ میں پہلے ہی سے جمالیں پھر اس کو آن (On) کریں ورنہ اس کی کھڑ کھڑ کا اِنتہائی ناپسندیدہ شور مسجد میں گونجے گا۔

۲۲﴾ علمائے اہلسنّت کے مابین جن مسائل میں اِختلاف پایا جاتا ہے اُن کے بیان سے اِجتناب فرمائیں۔

۲۳﴾ اگر آپ باصلاحیت عالمِ دِین ہیں تو روزانہ دَرسِ قرآن (کنزالایمان شریف سے) اور دَرسِ حدیث دینے کا شرف حاصل کریں۔

۲۴﴾ بیان وغیرہ میں اپنے لیے عاجزانہ الفاظ کہتے وقت دِل پر غور کرلیا کریں، اگر قلب عاجزی سے خالی ہو تو انکساری کے الفاظ سے آپ خود کو جھوٹ اور ریاکاری کے گناہ سے کس طرح بچا سکیں گے۔

۲۵﴾ دَرس و بیان سے قبل تیاری کی عادت بنائیں، ضرورتاً علمائے اہلسنّت کی کُتب سے فوٹو کاپیاں کروا کر اپنی ڈائری میں چسپاں کرلیں۔

۲۶﴾ دیگر کتبِ دینیہ کے ساتھ ساتھ حُسَامُ الحَرَمین، اِحیاءُ العلوم، منہاج العابدین وغیرہ بھی مطالعہ میں رکھیں۔

۲۷﴾ روزانہ فیضانِ سنّت کے دَرس میں شرکت فرمایا کریں اور ضرورتاً خود بھی دَرس دے دیا کریں۔

۲۸﴾ آپ کی مسجد سے ہفتہ وار علاقائی دَورہ برائے نیکی کی دعوت ضرور ہونا چاہئے۔

اُس میں آپ خود بھی شریک رہیں پھر دیکھیں آپ کی مسجد میں سُنّتوں کی کیسی بہار آتی ہے۔ اِن شاءَ اللہ عزوجل

۲۹﴾ ہر ماہ کم از کم تین دِن مَدَنی قافلے میں سفر کو اپنا معمول بنائیں اِن شاءَ اللہ عزوجل آپ کی بیٹری چارج ہوتی رہے گی۔

۳۰﴾ ہر ماہ مَدَنی اِنعامات کا فارم پُر کرکے ذِمّہ دار اسلامی بھائی کو جمع کرواتے رہیں، اِن شاءَ اللہ عزوجل تقویٰ پیدا ہوگا۔

جماعت سے قَبل اعلان

اِعتکاف کی نیّت کر لیجئے، موبائل فون ہوں تو بند کر دیجئے۔

اِقامت کے بعد امام صاحِب اعلان کریں:

اپنی ایڑیاں، گردنیں اور کندھے ایک سیدھ میں کر کے صَف سیدھی کر لیجئے۔ دو آدمیوں کے بیچ میں جگہ چھوڑنا گناہ ہے، کندھے سے کندھا مَس یعنی ٹچ کیا ہوا رکھنا واجِب، صَف سیدھی رکھنا واجب اور جب تک اگلی صَف کونے تک پوری نہ ہو جائے پیچھے نماز شروع کر دینا ترکِ واجب، حرام اور گناہ ہے۔ پندرہ سال سے چھوٹے نابالغ بچّوں کو صفوں میں کھڑا نہ رکھیں، انہیں کونے میں بھی نہ بھیجیں، چھوٹے بچوں کی صف سب سے آخر میں بنائیں۔

نیکی کی دعوت

ہم اللہ عزوجل کے عاجز بندے اور اس کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے ادنیٰ غلام ہیں۔ یقیناً زندگی بے حد مختصر ہے ہم لمحہ بہ لمحہ موت کے قریب ہوتے جا رہے ہیں۔ عنقریب ہمیں اندھیری قبر میں اُتار دیا جائے گا۔ نَجات تمام جہانوں کے پالنے والے خدا احکم الحاکمین جل جلالہٗ کی اطاعت اور مؤمنین پر رَحم و کرم فرمانے والے رسولِ کریم رؤف رّحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّتوں کی اتباع میں ہے۔ دعوتِ اسلامی کا ایک مَدَنی قافِلہ .... شہر سے آپ کے علاقے کی .... مسجد میں آیا ہوا ہے۔ ہم نیکی کی دعوت کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔ آپ سے عرض ہے کہ آپ بھی ہمارا ساتھ دیجئے .... مسجد میں ابھی بیان جاری ہے، زہے نصیب ہمارا مان رکھتے ہوئے آپ ابھی تشریف لے چلئے اور چل کر بیان میں شرکت فرمالیجئے، ہم آپ کو لینے کیلئے آئے ہیں، آیئے تشریف لے چلئے (اگر وہ تیار نہ ہوں تو کہیں کہ) اگر ابھی نہیں آسکتے تو نمازِ مغرب وہیں ادا فرمالیجئے۔ نماز کے بعد اِنْ شَاءَ اللّٰہ عزوجل سنّتوں بھرا بیان ہوگا۔ آپ سے عاجزانہ التجاء ہے کہ بیان ضرور سنئے گا۔ اللہ عزوجل ہمیں اور آپ کو دونوں جہاں کی بھلائیاں نصیب فرمائے۔ (آمِیْن بجاہِ النَّبی الْاَمِیْن صلی اللّٰہ علیہ وسلم)

دعائیں

مَـــوْلَایَ صَـــلِّ وَسَـلِّـمْ دَائِـمًـا اَبَـدًا عَـلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

یَـا رَبِّ بِالْمُصْطَفٰی بَلِّغْ مَقَاصِدَنَا وَاغْـفِـرْلَنَا مَا مَضٰی یَا وَاسِعَ الْکَرَمِ

ترجمہ : اے میرے ربّ عزّ وجل! مجھے نماز قائم کرنے والا رکھ اور کچھ میری اولاد کو، اے ہمارے ربّ عزّ وجل! اور ہماری دُعا سن لے، اے ہمارے ربّ عزّ وجل! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور سب مسلمانوں کو جس دِن حساب قائم ہوگا۔

اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا

ترجمہ : اے ہمارے ربّ عزّ وجل! ہمیں دے ہماری بیبیوں اور ہماری اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَآئِبِنَا وَصَغِیْرِنَا وَکَبِیْرِنَا وَذَکَرِنَا وَاُنْثٰنَا ط

اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَهٗ مِنَّا فَاَحْیِهٖ عَلَی الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّیْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَی الْاِیْمَانِ ط

ترجمہ : الٰہی بخش دے ہمارے ہر زندہ کو اور ہمارے ہر متوفی کو اور ہمارے ہر حاضر اور ہمارے ہر غائب کو اور ہمارے ہر چھوٹے کو اور ہمارے ہر بڑے کو اور ہمارے ہر مرد کو اور ہماری ہر عورت کو الٰہی تو ہم میں سے جس کو زندہ رکھے تو اس کو اسلام پر زِندہ رکھ اور ہم میں سے جس کو موت دے تو اکو ایمان پر موت دے۔

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلاَمُ وَمِنْکَ السَّلاَمِ وَاِلَیْکَ یَرْجِعُ السَّلاَمُ حَیِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلاَمِ وَاَدْخِلْنَا دَارَکَ دَارَ السَّلاَمِ تَبَارَکْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ یَا ذَالْجَلاَلِ وَالْاِکْرَامِ

ترجمہ : اے اللہ عزّ وجل! تو سلام ہے اور تجھ ہی سے سلامتی ہے اور سلامتی تیری ہی طرف راجع ہے تو ہمیں سلامتی کے ساتھ زِندہ رکھ اور ہمیں اپنے سلامتی کے گھر میں داخل فرما تو بَرَکتوں والا ہے اے ہمارے ربّ عزّ وجلاور تو بلند و بالا ہے اے جلال اور بُزرگی والے عزّ وجل۔

فَسَھِّلْ یَا اِلٰھِیْ کُلَّ صَعْبٍ م بِحُرْمَتِ سَیِّدِ الْاَبْرَارِ سَھِّلْ

ترجمہ : اے میرے اللہ عزّ وجل! نیکوں کے سردار صلی اللہ علیہ وسلم کے صَدْقے میں تمام مشکلات حل فرما۔

اَللّٰھُمَّ اَعِنَّا عَلٰی تِلاَوَتِہِ الْقُرْاٰنِ وَذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ وَاَمِتْنَا فِیْ بَلَدِ حَبِیْبِکَ صلی اللہ علیہ وسلم بِالْاِیْمَانِ وَالْعَافِیَۃِ

ترجمہ : اے ہمارے اللہ عزّ وجل! ہمیں تلاوتِ قرآن، اپنے ذِکر و شکر اور اچھی طرح اپنی عبادت کرنے کی توفیق عطا فرما اور ہمیں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر میں ایمان و عافیت کے ساتھ موت عطا فرما۔

اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِیْ کِتَابِیْ بِیَمِیْنِیْ وَ حَاسِبْنِیْ حِسَاباً یَّسِیْراً

ترجمہ : اے اللہ عزّ وجل! مجھے میرا نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں عطا فرما اور مجھ سے آسان حساب لے۔

اَللّٰھُمَّ رَبِّ اغْفِرْ وَ ارْحَمْ وَ اَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ

ترجمہ : اے میرے ربّ بخش دے اور تو سب سے برتر رَحم کرنے والا۔

آمین آمین یا ربّ العالمین بِجاہ سیّدِ المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم